طہارت

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ترتیب

مفتی محمد عبد اللہ سلیمان مظاہری

کتاب الفتاویٰ

''زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق سوالات کا جواب اور
مسائل کا حل، کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں
،حوالہ جات کے اہتمام کے ساتھ اور آسان زبان میں''
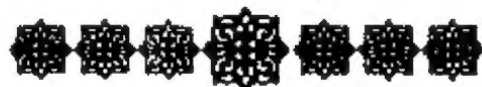
تالیف

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ترتیب

مفتی محمد عبد اللہ سلیمان مظاہری

زمزم پبلشرز

کتاب کا نام ـــــــ کتاب الفتاویٰ دوسرا حصہ

تاریخ اشاعت ـــــــ دسمبر ۲۰۰۷ء

تالیف ـــــــ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ترتیب ـــــــ المفتی محمد عبداللہ سلیمان مظاہری

سرورق ـــــــ احباب زمزم پبلشرز

مطبع ـــــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ـــــــ زمزم پبلشرز کراچی
شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اردو بازار کراچی

فون: 021-2760374

فیکس: 021-2725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: http://www.zamzampub.com

ملنے کے دیگر پتے

- مکتبہ بیت العلم بنوری ٹاؤن کراچی۔ فون 2018342
- قدیمی کتب خانہ، بالمقابل آرام باغ کراچی
- صدیقی ٹرسٹ، لسبیلہ چوک کراچی۔
- مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
- کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
- مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
- ادارہ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- دارالاشاعت، اردو بازار کراچی

Books Also Available in :
* United Kingdom

AL-FAROOQ INTERNATIONAL
68, Asfordby Street Leicester
LE5-3QG

* United States of America

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton BI1 3NE

* South Africa

Madrasah Arabia Islamia
P.O. Box 9786
Azaadville 1750 South Africa
E-mail darululum@webmail.co.za

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾ (النحل)

”(اے محمد ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے بھی جب کبھی رسول بھیجے ہیں، آدمی بھیجے ہیں، جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے، پس اے لوگو! اہل ذکر (علم) سے پوچھ لو، اگر تم لوگ خود نہیں جانتے“۔

فہرست مضامین

غسل کا بیان

استنجاء کا بیان

کتاب الصلاۃ

نماز سے متعلق سولات

نماز کے اوقات

نمازِ تراویح کا بیان

سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر کا بیان

معذوروں کی نماز کا بیان

مسافر کی نماز کا بیان

کتاب الفتاوی

دوسرا حصہ

کتاب الطہارت

طہارت سے متعلق سوالات

وضوء کا بیان

مسواک — کچھ مستحبات

سوال:- {260} مسواک کتنی موٹی اور لمبی ہو، پیلو کے علاوہ اور کس چیز کی مسواک بنائی جا سکتی ہے؟

(محمد فضل اللہ خان اختر، فرسٹ لانسر)

جواب:- مسواک کے بارے میں مسنون ہے کہ نرم ہو، لکڑی میں گرہ نہ ہو، لمبائی ایک بالشت ہو، موٹائی انگلی کے بقدر ہو، پیلو یا کسی کڑوے درخت کی ہو، کہ طبی اعتبار سے ایسی لکڑی کی مسواک زیادہ بہتر ہے۔

" والمستحب أن يكون لينا من غير عقد في غلظ الأصبع وطول شبر من الأشجار المُرّة المعروفة " (۱)

---

(۱) البحر الرائق :۱/۲۰۔

مسواک اور مسواک کا طریقہ

سوال:- {261} مسواک کس طرح کرنا چاہئے ؟ مسواک کیسی ہو؟ اور مسواک کرتے ہوئے اسے کیسے پکڑا جائے؟ (محمد نصیر عالم سبیلی، قاضی محلہ، جالے، دربھنگہ)

جواب:- مسواک کے سلسلہ میں بہتر ہے کہ نرم ہو، لکڑی میں جوڑ نہ ہو، انگلی کے بقدر موٹی ہو، ایک بالشت لمبی ہو، پیلو کی ہو، یا کسی کڑوی لکڑی کی ہو، مسواک کا طریقہ یہ ہے کہ دانت کے اوپری حصہ پر بھی کیا جائے، اور نچلے حصہ پر اور ڈاڑھوں پر بھی، دائیں جانب سے مسواک کی ابتداء کرے، کم سے کم تین بار اوپر تین بار نیچے پانی کے ساتھ مسواک پھیرنی چاہئے، مسواک چوڑائی میں یعنی دائیں حصہ سے بائیں حصہ کی طرف کرنی چاہئے، طول میں مسواک کرنا بہتر نہیں، کہ اس سے مسوڑھے زخمی ہو سکتے ہیں، مستحب ہے کہ مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑا جائے، اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو مسواک کے نیچے حصہ میں اور انگوٹھے کو اگلے حصہ میں مسواک کے نیچے اور باقی تینوں انگلیوں کو مسواک کے اوپر رکھ کر مسواک کی جائے، حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے یہی طریقہ مروی ہے، (۱) لیٹی ہوئی حالت میں مسواک کرنا مکروہ ہے، اسی طرح اگر قے کا اندیشہ ہو تو مسواک نہیں کرنی چاہئے —— مسواک کے بارے میں یہ تمام تفصیلات مشہور فقیہ علامہ ابن نجیم مصریؒ نے تحریر فرمائی ہے۔ (۲)

مسواک کی جگہ ٹوتھ پیسٹ اور برش

سوال:- {262} مسواک کی جگہ ٹوتھ پیسٹ اور برش استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (غوث الدین، سلاخ پوری)

---

(۱) البحر الرائق: ۱/۴۲، کتاب الطهارة - مرتب۔

(۲) البحر الرائق: ۱/۲۱-۲۰، کتاب الطهارة۔

جواب:- مسواک کا اصل مقصود دانت میں پیدا ہونے والی گندگی کو دور کرنا ہے، یہ مقصد جس چیز سے بھی حاصل ہو جائے، فقہاء نے اس کو کافی قرار دیا ہے:

"بـأي شيئ استاك مما يقلع القلع ويزيل التغير كـالـخـرقة وغيـرهـا اجـزأهـا : لأنه يحصل به المقصود"(۱)

البتہ رسول اللہ ﷺ نے چوں کہ لکڑی کی مسواک استعمال فرمائی ہے، اس لئے آلۂ مسواک کی سنت اسی وقت ادا ہوگی جب لکڑی کی مسواک استعمال کی جائے اور فعل مسواک کی سنت ادا ہونے کے لئے ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال بھی کافی ہوگا۔

واش بیسن میں وضوء

سوال:- {263} کیا کھڑے ہوکر Washbasin میں وضوء کر سکتے ہیں؟ (سعید بابا، راجیونگر)

جواب:- فقہاء نے اونچی جگہ بیٹھ کر وضوء کرنے کو ادب بتایا ہے، لیکن اس کا مقصد پانی کی چھینٹ سے بچنا ہے۔" الجلوس في مكان مرتفع تحرزا عن الغسالة "(۲) Wash Basin پر کھڑے ہوکر وضوء کرنے میں اعضاء وضوء صحیح طریقہ پر دھل جاتے ہیں، اور چھینٹ بھی نہیں پڑتی اس لئے Wash Basin پر وضوء کرنے میں کچھ حرج نہیں۔

تمباکو کھانے کے بعد وضوء

سوال:- {264} گٹکھا، تمباکو، پان اور سگریٹ کے استعمال کے بعد کلی کرنے سے وضوء قائم رہتا ہے، یا ٹوٹ

---

(۱) شرح المهذب:۱/۲۸۱۔
(۲) مراقي الفلاح مع الطحطاوی :ص:۴۲۔

جاتا ہے، یا مکروہ ہوجاتا ہے، نیز اس حالت میں آیات قرآنی کی تلاوت کرسکتے ہیں؟ (محمد عارف اللہ، تالاب کٹہ)

جواب:- گٹکھا وغیرہ کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا، نہ وضوء میں کوئی کراہت پیدا ہوتی ہے، البتہ اس سے منہ میں بُو پیدا ہوجاتی ہے، اس لئے قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کی ادائیگی سے پہلے منہ اچھی طرح صاف کرنا چاہئے، اور مسواک یا ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا چاہئے، تاکہ بدبو کا ازالہ ہوجائے، رسول اللہ ﷺ نے تو کچی پیاز اور لہسن کھانے والے کو مسجد میں آنے سے بھی منع فرمایا۔ (۱) چہ جائے کہ نماز جس میں اللہ تعالی سے مؤمن سرگوشی کرتا ہے، اور قرآن مجید کی تلاوت، جو خاص کر منہ اور زبان کی عبادت ہے۔

میڈیکل ٹسٹ کی ایک خاص صورت میں وضوء

سوال:- {265} میڈیکل ٹیسٹ کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ معدہ تک نلکی پہونچائی جاتی ہے، اور گوشت کا کوئی ٹکڑا مزید تجزیہ کے لئے باہر نکالا جاتا ہے، تو کیا اس کی وجہ سے وضوء ٹوٹ جائے گا؟ (ڈاکٹر حامد الدین، مانصاحب ٹینک)

جواب:- اگر نلکی منہ کے راستہ سے نجاست کے حصہ تک پہونچ جائے اور نجاست سے آلودہ ہوکر واپس لوٹے تو وضوء ٹوٹ جائے گا، اگر نلکی پر نجاست نہ لگی ہو، یا گوشت کا چھوٹا سا ٹکڑا نکالا ہو اور وہ نجاست سے آلودہ نہ ہو تو وضوء نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ گوشت کے ٹکڑے کا جسم سے الگ ہونا ناقض وضوء نہیں ہے۔

" فصار کما لو انفصل قطعة من اللحم فإنه لا ینقض " (۱)

---

(۱) الجامع للترمذي :۲/۳،باب ما جاء في کراهية أکل الثوم و البصل ۔ محشی۔
(۲) البحر الرائق :۱/۸۲۔

اور منہ سے نکلنے والی چیز جب تک منہ بھر نہ ہو، ناقض وضو نہیں ہوتی۔

"... لكن ما عليها قليل لا يملأ الفم فلا يكون حدثا" (۱)

اور اگر نلکی پائخانہ کے راستہ سے ڈالی اور پھر نکالی جائے، تو مطلق ناقض وضوء ہے، اس پر نجاست نظر آنا ضروری نہیں۔

وضوء میں ڈاڑھی دھونے کا حکم

سوال:- {266} جو سنت کے موافق داڑھی رکھتے ہیں، ان کی داڑھی تھوڑی سی نیچے لٹکتی رہتی ہے، ایسے شخص کے لیے وضوء میں داڑھی کو دھونے کا کیا حکم ہے؟ (محمد ایوب، ٹولی چوکی)

جواب:- داڑھی کا جو حصہ ٹھوڑی کے مقابل میں ہے، اس کا دھونا فرض ہے، البتہ جو حصہ ٹھوڑی سے نیچے لٹکا ہوا ہے، اس کو دھونا یا اس پر مسح کرنا واجب نہیں، کیونکہ وہ چہرہ (وجہ) میں شامل نہیں:

"وأظهر الروايات عنه غسل ما لايلاقي البشرة و اختاره في المحيط و البدائع قال في معراج الدراية: و هو الأصح، و في الفتاوى الظهيرية: و به يفتى ... وأما ما استرسل منها فلا يجب غسله ولا مسحه لكونه ليس عن الوجه" (۲)

البتہ بعض فقہاء نے اسے مسنون قرار دیا ہے۔ (۳)

---

(۱) کبیری: ص:۱۹۶۔
(۲) حوالہ سابق: ص:۱۷۔
(۳) البحر الرائق: ۱/۳۳۔

چپل پہن کر وضو کرنا

سوال:- {267} اگر کوئی شخص چپل پہن کر وضو کرے تو کیا اس کا وضو ہو جائے گا ؟ حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔ (محمد ندیم ذوالفقار علی، بھینسہ)

جواب:- وضو میں جن اعضاء کے دھونے کا حکم دیا گیا ہے، یعنی چہرہ، ہاتھ اور پاؤں، ان کا دھو لینا وضوء کے درست ہونے کے لئے کافی ہے، اس لئے اگر کسی شخص نے ایسی چپل پہن رکھی ہو کہ چپل کے باوجود پاؤں کا اوپری اور نچلا حصہ پوری طرح دھل جائے اور ہر جگہ پانی پہنچ جائے تو ایسی چپل میں بھی وضو درست ہو جائے گا، آج کل جو ہوائی چپل پہنی جاتی ہے وہ اسی انداز کی ہے، رسول اللہ ﷺ کی نعلین مبارکین بھی ایسی تھیں کہ بہ آسانی پائے مبارک تک پانی پہنچ جاتا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے نعلین پہنے ہوئے وضو میں پاؤں دھویا ہے، (۱) نیز صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی نعلین پہنی ہوئی حالت میں پاؤں کا دھونا ثابت ہے۔ (۲)

وضوء کا پانی بیت الخلاء کی موڑی میں

سوال:- {268} گزشتہ اتوار کو جامع مسجد وقار آباد کے انتظامی امور کو حل کرنے کے لئے اراکین انتظامی کمیٹی کی ایک نشست کا اہتمام کیا گیا تھا، اراکین کمیٹی نے یہ تجویز رکھی تھی کہ مسجد کے بیت الخلاء کی موڑی کی پانی کی قلت کی وجہ

---

(۱) "عن عبد اللہ بن جریج قال : قلت لابن عمر : رأیتك تلبس هذا النعال السبتية، و تتوضأ فيها، قال : رأیت رسول اللہ ﷺ يلبسها و يتوضأ فيها" (سنن نسائي، حدیث نمبر: ۱۱۷، ۱۶/۱، باب الوضوء في النعال، كتاب الطهارة)

(۲) حوالہ سابق

سے مناسب صفائی نہیں ہو رہی ہے، اس لئے وضو کا پانی جانے
کے لیے جو علاحدہ موڑی ہے، اس کا رخ بیت الخلاء کی موڑی
کی طرف کردیا جائے، تو وضو کے پانی سے بیت الخلاء کی موڑی
صاف رہے گی، تو ایک رکن نے یہ اعتراض کیا کہ وضوء کا پانی
بیت الخلاء میں جانے سے نمازیوں کے دلوں میں وسوسے
آتے ہیں، کیا یہ اعتراض درست ہے؟ (م، ص، وقار آباد)

جواب:- یہ بات کہ وضو کا پانی بیت الخلاء کی نالی میں جائے تو اس سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں، کسی حدیث سے ثابت نہیں، اور نہ میرے علم کے مطابق فقہاء نے ایسا کچھ لکھا ہے۔ البتہ یہ بات آئی ہے کہ پیشاب میں احتیاط نہ کرنے اور غسل خانہ میں وضو کرنے سے وسوسہ پیدا ہوتا ہے، اس لیے آپ ان دونوں موڑیوں کو ایک جگہ ملا سکتے ہیں، یوں بھی آخر دونوں پانی کو ڈرینج کی لائن میں پہنچنا ہی ہے۔

منسلک باتھ روم میں دعاء

سوال:- {269} آج کل کے ترقی یافتہ دور میں رہائشی
کمرہ سے منسلک بیت الخلاء بنائے جاتے ہیں، حمام میں
جہاں وضوء بنایا جاتا ہے، اسی کے اندرونی حصہ میں غلاظت کا
ذخیرہ رہتا ہے، اس کے اوپر بیٹھ کر وضوء کرتے ہوئے اور
دعائیں پڑھتے ہوئے کراہت محسوس ہوتی ہے، نیز اس بیت
الخلاء سے منسلک کمرہ میں نمازیں پڑھنا بھی اچھا نہیں لگتا،
شرعی اعتبار سے کیا ہماری نمازیں اور عبادتیں درست ہیں؟
(احمد ندیم، محبوب نگر)

جواب:- اگر بیت الخلاء اور غسل کے لئے الگ الگ جگہیں مخصوص ہوں، دونوں کے

درمیان چھوٹی یا بڑی دیوار حائل ہو، یا دونوں جگہوں کی سطح میں فرق ہو، ایک کی اونچی اور ایک کی نیچی ہو، تو میرا خیال ہے کہ یہ دونوں الگ الگ جگہوں کے حکم میں ہیں، اور جس حصہ میں غسل کیا جاتا ہے اور جو عام طور پر نجاست سے محفوظ رہتا ہے، اس حصہ میں دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں، جو حصہ بیت الخلاء کے لئے مخصوص ہے، اس حصہ میں دعاء نہیں پڑھی جاسکتی، اگر کسی جگہ کا اوپری حصہ پاک ہو تو گو اندر کے حصہ میں ناپاکی ہو، اس پر نماز پڑھنا یا دعاء کرنا درست ہے، یہاں تک کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر دو کپڑے تہ بہ تہ ہوں، آپس میں سلے ہوئے نہ ہوں، اور نچلا کپڑا ناپاک ہو تو اوپر والے کپڑے پر نماز ادا کرنی درست ہے۔(۱)

کیا پیشاب لگنے سے وضو واجب ہے؟

سوال:- {270} کسی باوضو آدمی پر بچہ پیشاب کردے، یا جانور کے پیشاب کی چھینٹیں پڑجائیں تو کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟ یا کپڑا اور بدن کے اس حصہ کا دھولینا کافی ہوگا جہاں پیشاب لگا ہو؟ (محمد سیف اللہ، بابا نگر)

جواب:- جس جگہ پیشاب لگ جائے اس کا دھودینا کافی ہے، وضو کرنے کی ضرورت نہیں، وضوء تو اس وقت ٹوٹتا ہے، جب جسم کے اندر سے پیشاب خارج ہو، یا کوئی اور نجاست نکلے۔

موسیقی سننے اور دیکھنے پر وضوء

سوال:- {271} کیا ریڈیو پر موسیقی سننے یا موسیقی کے

---

(۱) " لو صلى على ما له بطانة نجسة و هو قائم على ما يلي موضع النجاسة من الطهارة، عن محمدؒ يجوز، و عن أبي يوسفؒ لا يجوز، و قيل: أما في غير المضرب فيكون حكمه حكم ثوبين " (البحر الرائق :۱/۲۶۸،باب شروط الصلاة ، كتاب الصلاة)

آلات بجانے، یاٹی وی وغیرہ دیکھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

(سمیع الدین خان، احمد نگر)

جواب:- ان باتوں سے وضو تو نہیں ٹوٹتا، البتہ فقہاء نے لکھا ہے کہ گانا گائے تو تازہ وضو کرلینا مستحب ہے، کیونکہ زبان ایک گناہ سے آلودہ ہوتی ہے، لہذا موسیقی بجانے کے بعد وضو کرنا مستحب ہوگا، اور چونکہ موسیقی سننے یا دیکھنے میں بھی کان اور آنکھ گنہگار ہوتے ہیں، اور وضو گناہوں کے لئے کفارہ ہوتا ہے، اس لئے ان صورتوں میں بھی وضو کرلینا مستحب ہے، واجب نہیں۔

بال کے جوڑے پر مسح

سوال:- {272} عورتیں بعض دفعہ سر کے اوپر بیچ کے حصہ میں جوڑا باندھتی ہیں، اگر وہ اس جوڑے پر مسح کریں اور بال کھولیں نہیں، تو وضوء ہوجائے گا؟ (زاہدہ نسرین، ملے پلی)

جواب:- وضو میں چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے، مسح کا تعلق اصل میں سر سے ہے نہ کہ بالوں سے، لہذا بال کے اس حصہ پر مسح کرنا ضروری ہے جو سر کے دائرہ میں واقع ہو۔ جوڑہ کھولنے کے بعد اگر بال اتنا بڑا ہو کہ گردن اور اس کے نیچے آجائے تو بال کے اس حصہ پر مسح کرنا کافی نہیں:

" فلا يصح المسح أعلى الذوائب المشدودة على الرأس ... بحيث لو أرخاها لكانت مسترسلة "(۱)

ہاں! بال کا وہ حصہ جو خاص سر پر واقع ہو، اور بال کو نیچے گراتے وقت بھی سر ہی کے حصہ پر رہتا ہو، اگر وہ جوڑے کی شکل میں بندھا ہوا ہو، تو اس پر مسح کرلینا کافی ہوگا: ''أما لو كان تحته رأس فلا شك في الجواز ''(۲)

---

(۱) طحطاوی علی مراقی الفلاح :ص:۳۳۔
(۲) حوالہ سابق۔

کیا ٹی وی دیکھنا ناقض وضوء ہے؟

سوال:- {273} کیا ٹی وی دیکھنا ناقض وضوء ہے؟

(نوید عزیز، نالندہ)

جواب:- جسم کے کسی حصہ سے کسی نجاست کا نکلنا، یا پیشاب و پائخانہ کے مقام سے کسی بھی چیز کا نکلنا ناقض وضوء ہے، محض کسی خراب چیز کو دیکھنے کی وجہ سے وضوء نہیں ٹوٹتا، جب تک کہ ایسی کوئی چیز جسم سے خارج نہ ہو، اس لئے ٹی وی، اور تصویریں خواہ فحش ہوں، کے دیکھنے سے وضوء نہیں ٹوٹے گا، ہاں! وضوء کے اندر گناہوں کے کفارہ ہونے کی صلاحیت ہے، اس نیت سے وضوء کر لینا مناسب ہوگا۔

معذور کا وضوء اور نماز

سوال:- {274} اگر بیٹھ کر استنجا کیا جائے لیکن استنجا کے بعد ایک قطرہ سے بھی کچھ کم حصہ پھر باہر نکل آتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں نماز ادا کی جاسکتی ہے اور طہارت باقی رہتی ہے؟

(الطاف بیگ، نظام آباد)

جواب:- بہتر یہی ہے کہ وہ اس حصہ کو دھو لے، تاہم اگر پیشاب اتنی کم مقدار میں نکلا جس کا آپ نے ذکر کیا ہے اور دوبارہ استنجا کے بغیر وضوء کر کے آپ نے نماز پڑھ لی تو نماز ادا ہو جائے گی، کیوں کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر نجاست ایک درہم کو پہنچ جائے تو اس کو دھونا واجب ہے اور اس سے کم ہو تو اسے دھونا ضروری نہیں:

"وإن كان أقل من قدر الدرهم لايجب غسله عند أبي حنيفة وأبي يوسف" (۱)

(۱) بدائع الصنائع: ۱/۸۰۔

جس شخص کو اس طرح کا عارضہ ہو، اسے چاہئے کہ پانی کا استعمال کرنے سے پہلے کھڑا ہو جائے یا کوئی ایسا عمل کرے جس سے پیشاب کے قطرات پوری طرح نکل آئیں، پھر پانی کا استعمال کرلے۔

شرمگاہ کی رطوبت کا حکم

سوال:- {275} بہت سی عورتوں کو سیلان کی شکایت رہتی ہے اور جو رطوبت جسم سے نکلتی ہے، کپڑے میں لگ جاتی ہے، کیا نماز پڑھتے وقت ان کو دھونا ضروری ہے؟

(آسیہ خاتون، ممبئی)

جواب:- عورت کی شرمگاہ کے بالائی حصے جس کو فقہ کی اصطلاح میں ''فرج خارج'' کہتے ہیں، اس سے نکلنے والی رطوبت بالاتفاق حنفیہ کے یہاں پاک ہے، شرمگاہ کے اندرونی حصہ (فرج داخل) سے نکلنے والی رطوبت کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ پاک ہے یا ناپاک؟ لیکن راجح قول پاک ہونے کا ہے:

"سيجئ أن رطوبة الفرج طاهرة عنده. (در) قوله:(الفرج) أى الداخل ، أما الخارج فرطوبته طاهرة باتفاق ... يدل على الاتفاق كونه له حكم خارج البدن فرطوبته كرطوبة الفم والأنف والعرق الخارج من البدن" (۱)

لہذا کپڑے میں لگ جانے والی رطوبت راجح قول کے مطابق پاک ہے اور اس کو دھونا ضروری نہیں، فقہاء کے اختلاف سے بچتے ہوئے احتیاطاً دھولیں تو اور بہتر ہے۔

---

(۱) ردالمحتار: ۱/۳۰۵، مطلب في رطوبة الفرج ، كتاب الطهارة۔

دانتوں سے خون نکل آئے

سوال:- {276} کیا وضوء کرنے کے بعد دانتوں سے خون نکلنے کی وجہ سے وضوٹوٹ جاتا ہے؟

(محمد شمس الدین التمش، مشیرآباد)

جواب:- خون کے نکلنے سے اس وقت وضوء ٹوٹتا ہے، جب کہ وہ بہنے کے درجہ میں آجائے، اگر بہنے کے درجہ میں نہ ہو، خون کا تھوڑا سا اثر ہو، تو وضوء نہیں ٹوٹے گا، (۱) چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے:

> ''اگر کسی چیز کو چبایا جائے یا مسواک کی جائے اور اس میں خون کا اثر پایا جائے تو جب تک سیلان یعنی خون کے بہنے کی کیفیت نہیں پائی جائے، وضوء نہیں ٹوٹے گا'' (۲)

> ''اگر تھوک میں خون آرہا ہو تو دیکھا جائیگا کہ غلبہ خون کا ہے یا تھوک کا، اگر تھوک غالب ہو اور خون کم ہو تو وضوء نہیں ٹوٹے گا، اور خون غالب یا برابر ہو تو وضوء ٹوٹ جائے گا'' (۳)

---

(۱) " عن رسول الله ﷺ أنه قال:الوضوء من كل دم سائل" عن تميم الداري ﷺ، (سنن الدارقطني :۱/۱۵۷) محشی۔

(۲) الفتاوى الهندية:۱/۱۱۔

" المتوضئ إذا عض شيئا فوجد فيه أثر الدم أو استاك بسواك فوجد فيه أثر الدم لا ينتقض ما لم يعرف السيلان " (الفتاوى الهندية :۱/۱۱، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، كتاب الطهارة)۔ محشی۔

(۳) مراقي الفلاح مع الطحطاوي :۴۹۔

'' و ينقضه دم من جرح بفمه غلب عليه البزاق أى الريق أو ساواه احتياطا'' (مراقي الفلاح مع الطحطاوي :۴۹) محشی۔

مصنوعی دانت لگا کر وضو و غسل

سوال:- {277} کیا چوکڑا لگا کر اور ایک آدھ دانت فکس کرنے کے بعد وضو ہو جاتا ہے، یا چوکڑا لگانا ضروری ہے، اور دانت فکس کرنا غلط ہے؟ (ع، ح، خان، گولکنڈہ)

جواب:- چوکڑا لگانا اور فکس کرنا علاج کے قبیل سے ہے، اور اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ دانت فکس ہو جانے کے بعد اس کی حیثیت جسم کے مستقل عضو کی ہے، اس لئے اس پر پانی کا پہونچ جانا کافی ہے، اور چوکڑا چونکہ لگایا اور نکالا جا سکتا ہے، اس لئے اس کی حیثیت جسم کے مستقل عضو کی نہیں ہے، چوکڑے کی وجہ سے مسوڑھے کے جس حصہ میں پانی نہیں پہونچ پائے، وہ حصہ گویا خشک رہ گیا، غسل جنابت میں کلی کرنا واجب ہے، لہذا چوکڑا لگا کر اگر غسل واجب کرے، تو غسل درست نہ ہوگا، چوکڑا نکال کر کلی کرنا ضروری ہوگا، اسی طرح مصنوعی دانت لگا کر وضوء کرے تو وضوء درست ہو جائے گا، کیونکہ وضوء میں کلی فرض نہیں، لیکن وضوء کی سنت پوری طرح ادا نہ ہو پائے گی۔

اگر وضوء کے پانی میں مستعمل پانی مل جائے

سوال:- {278} وضوء کرتے وقت پانی میں ہاتھ سے چند قطرات گر جائیں، تو کیا باقی پانی سے وضوء ہو سکتا ہے؟
(فیض النساء بیگم، مصری گنج)

جواب:- جو پانی وضوء میں استعمال ہو کر جسم سے گرے، اسے مستعمل پانی کہتے ہیں، مستعمل پانی پاک تو ہے، لیکن دوبارہ اس سے وضوء یا غسل نہیں کیا جا سکتا، اگر یہ پانی دوسرے صاف پانی کے ساتھ مل جائے، تو اگر اتنی مقدار میں مل گیا کہ اس مستعمل پانی کی مقدار بڑھ گئی تو اس سے وضوء کرنا درست نہیں، اگر چند قطرے مستعمل پانی گر گئے، یا اس سے زیادہ لیکن غالب

مقدار صاف پانی کی ہے تو اس سے وضوء کیا جا سکتا ہے:

"الماء المستعمل إذا وقع في البئر لايفسده إلا إذا غلب"(۱)

انجکشن کے ذریعہ خون نکلنے سے وضو

سوال:- {279} ڈاکٹر ٹیسٹ کے لئے انجکشن کے ذریعہ خون لیا کرتے ہیں، کیا اس سے وضوء جاتا رہے گا؟

(ظفیر الدین، عنبر پیٹ)

جواب:- خون اگر اتنی مقدار میں باہر آئے کہ وہ بہنے کے درجہ میں نہ ہو، تو وضو نہیں ٹوٹتا، جیسے زخم سے باہر یا چمڑا چھیل دینے سے خون ظاہر ہو، لیکن اپنی جگہ سے آگے بڑھ نہ جائے اور اگر خون اتنی مقدار میں ہو کہ اپنی جگہ سے بہہ پڑے، تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، چنانچہ دار قطنیؒ نے تمیم داری ﷺ سے، اور ابن عدیؒ نے حضرت زید بن ثابت ﷺ سے نقل کیا ہے، کہ بہتا ہوا خون نکلنے سے وضو واجب ہے: "الوضوء من كل دم سائل"(۲)

فقہاءؒ نے انجکشن سے قریب تر ایک صورت ذکر کی ہے کہ چیچڑی اگر کسی آدمی کو چوسے، اور خون سے بھر جائے، تو چیچڑی چھوٹی ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا، یہی حکم مچھر اور مکھی کے خون چوسنے کا ہے، اور اگر بڑی چیچڑی ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا،

"القراد إذا مصّ عضو انسان فأمتلأ دما، إن كان صغيرا لاينقض وضوئه ... وإن كان كبيرا ينقض"(۳)

---

(۱) الفتاوی الهندية ۱/۲۳، الفصل الثاني فيما لا يجوز به التوضأ۔

(۲) نصب الراية ۱/۳۷۔

(۳) الفتاوی الهندية ۱/۱۱، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، كتاب الطهارة۔

لہذا اگر انجکشن کے ذریعہ ٹیسٹ کے لئے یا کسی اور مقصد کے تحت خون نکالا جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا، اگر دوا پہونچانے کی غرض سے انجکشن دیا جائے، اور تھوڑا سا خون ہی انجکشن کے ساتھ واپس آئے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

وضوء کے بعد سورۂ قدر پڑھنا

سوال:- {280} وضوء کے بعد آسمان کی طرف نظر کر کے سورۂ قدر پڑھنا مستحب ہے؟ اس سلسلہ میں رہبری کیجئے۔

(حکیم واسع موہانی)

جواب:- احادیث میں اس بات کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ پوری طرح وضوء کرنے کے بعد "أشهد أن لا إلــه إلا اللـه وحده لاشريك له وأشهد أنّ محمّداً عبده ورسوله" پڑھا جائے۔(۱)

فقہاءؒ نے لکھا ہے کہ کھڑا ہوکر اور قبلہ کی طرف رخ کر کے پڑھے اور بعض حضرات نے اس کو بھی مستحب قرار دیا ہے کہ اس موقعہ پر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا جائے،(۲) علامہ حصکفیؒ نے اس موقع سے سورۂ قدر کی تلاوت کا بھی ذکر کیا ہے اور علامہ شامیؒ نے اس سلسلہ میں فقیہ ابو اللیثؒ کی ذکر کی ہوئی حدیثوں کا حوالہ دیا ہے۔(۳) ان

---

(۱) "قال رسول الله ﷺ: من توضأ فأحسن الوضوء ثم قال: أشهد أن لاإله إلا اللّه وحده لاشريك له وأشهد أنّ محمّداً عبده ورسوله، اللّهم اجعلني من التوابين و اجعلني من المتطهرين، فتحت له ثمانية أبواب الجنة يدخل من أيها شاء" عن عمر بن الخطاب ﷺ، (الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۵۵، باب فيما قال بعد الوضوء، أبواب الطهارة) محشی۔

(۲) طحطاوی ومراقی الفلاح:۴۳۔

(۳) رد المحتار:۱/۲۳۱۔

سب کو ملا کر واضح ہوا کہ وضوء کے بعد قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو، آسمان کی طرف نگاہ کرے، انگشت شہادت اٹھائے اور کلمۂ شہادت پڑھے، اور وضوء کے افعال سے فارغ ہونے کے بعد سورۂ قدر کی تلاوت بھی کرلے۔ واللہ اعلم۔

پلاسٹک کا ہاتھ اور وضوء

سوال:- {281} اگر کسی کا کوئی ہاتھ کہنی سے کٹ جائے اور وہ پلاسٹک کا ہاتھ لگوائے تو وضوء میں کہنی سمیت ہی دھوئے گا؟ کیا اس کے پلاسٹک کے ہاتھ پر "ید" کا اطلاق ہوگا؟ (س، ج، حسن آباد)

جواب:- پلاسٹک کا مصنوعی ہاتھ جو جسم کے ساتھ مستقل طور پر لگا ہوا نہ ہو، وہ حقیقی ہاتھ کے حکم میں نہیں، البتہ اگر کہنی کا کچھ حصہ بچا ہوا ہو، یعنی بازو کی ہڈی کا آخری سرا موجود ہو تو اس حصہ کو اگر دھو سکتا ہو تو دھو لینا واجب ہوگا، کیوں کہ جس شخص کا پاؤں کٹا ہوا ہو، فقہاء نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اگر پاؤں کا تھوڑا سا حصہ باقی ہو گو تین انگلی کی مقدار سے کم، تب بھی اسے دھو لیا جائے۔

"مقطوع الرجل إن بقي منها شيء ، وإن أقل من ثلث أصابع غسله" (۱)

تو یہی حکم ہاتھ کا بھی ہونا چاہئے۔

عشاء کے وضوء سے نماز فجر

سوال:- {282} میں نے بزرگان دین خاص کر

(۱) کبیری : ص:۳۹۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق کتابوں میں پڑھا ہے کہ ان حضرات نے چالیس سال تک عشاء کے وضوء سے نماز فجر ادا کی ہے، ان واقعات کے سنانے پر مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آخران حضرات نے دوسری ضروریات کس طرح پوری کیں، ؟ جواب سے ہمیں مطمئن کریں۔ (م،ع، فاروقی، محبوب نگر)

جواب:- اس میں شبہ نہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ امت کے چیدہ اولیاء میں ہیں، ان بزرگوں سے بعض کرامات کا صدور بھی ہوا ہے، اور اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ کرامات اولیاء حق ہیں، جہاں تک مذکورہ واقعہ کی بات ہے، تو شاید اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات بے وضو رہنے سے اجتناب فرماتے تھے، اور ہر وقت پاکی کی حالت میں رہنے کا اہتمام فرماتے تھے، جوں ہی طہارت کی ضرورت ہوتی وضو فرمالیتے اور کچھ دیر بھی ناپاکی کی حالت کو برقرار رکھنا گوارا نہ فرماتے۔ واللہ اعلم۔

ایک وضو سے نماز جنازہ اور فرض نماز پڑھنا

سوال:- {283} کیا نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد اسی وضو سے فرض نماز ادا کر سکتے ہیں؟

(سید عبدالرحیم مانوت، پربھنی)

جواب:- وضو چوں کہ پاکی حاصل کرنے کا اصل طریقہ ہے اور حنفیہ کے یہاں وضو میں نیت کرنا ضروری نہیں، اس لئے وضو خواہ کسی بھی مقصد سے کیا جائے، دوسرے مقاصد کے لئے بھی جن میں وضو ضروری ہو، وہی وضو کفایت کرتا ہے، اس لئے نمازِ جنازہ کے لئے کئے گئے وضو سے دوسری نمازیں بھی ادا کی جاسکتی ہیں۔

وضوء کے بعد آئینہ دیکھنا اور تولیہ استعمال کرنا

سوال:- {284} بعض حضرات کہتے ہیں کہ وضو کرنے کے بعد آئینہ دیکھنے یا توال سے بدن پونچھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، کیا یہ درست ہے؟ (علاء الدین، تنالی، گنٹور)

جواب:- جب تک جسم سے کوئی ناپاک چیز خارج نہ ہو، یا بالغ آدمی نماز کی حالت میں قہقہہ لگا کر نہ ہنسے، وضو نہیں ٹوٹتا، وضو کرنے کے بعد آئینہ دیکھنے میں کوئی قباحت نہیں اور توال سے بدن پونچھنے میں بھی کچھ حرج نہیں، رسول اللہ ﷺ کا بھی ایک توال تھا، جسے آپ ﷺ غسل اور وضوء کے بعد استعمال فرمایا کرتے تھے، (۱) البتہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ آپ ﷺ کو وضو کے بعد توال پیش کی گئی اور آپ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا، (۲) اس سے معلوم ہوا کہ دونوں طریقے درست ہیں، کبھی توال استعمال کر لیا جائے، اور کبھی نہ کیا جائے۔

بغیر وضو کے درود شریف

سوال:- {285} کیا بغیر وضو کے درود شریف پڑھ سکتے ہیں؟ یا وضو کر کے ہی پڑھنا ضروری ہے؟ نیز کیا اسکول، گھر، بازار وغیرہ میں بھی چلتے پھرتے پڑھ سکتے ہیں؟

(زاہدہ سلطانہ، قاضی پورہ)

---

(۱) "كان لرسول الله ﷺ خرقة يلتف بها بعد الوضوء" عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها (الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۵۳، باب ما جاء فی المنديل بعد الوضوء، أبواب الطهارة) محشی۔

(۲) "إنما كره المنديل بعد الوضوء؛ لأن الوضوء يوزن" عن الزهری (الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۵۴، باب ما جاء فی المنديل بعد الوضوء، أبواب الطهارة)

جواب:- درود شریف کا وہی حکم ہے جو دوسرے اذکار اور دعاؤں کا ہے، قرآن کے علاوہ تمام اذکار کا حکم یہ ہے کہ ان کو نہ صرف بے وضو بلکہ حالتِ جنابت میں بھی پڑھا جاسکتا ہے، جگہ کی بھی کچھ قید نہیں، مسجد ہو، گھر ہو، بازار ہو، یا اسکول، چلتے پھرتے ذکر کر سکتے ہیں اور درود پڑھ سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ "کان رسول اللہ ﷺ یذکر اللّٰہ علی کل أحیانہ "(۱) ظاہر ہے کہ ہر حالت میں وہ حالت بھی شامل ہے، جس میں وضو نہ ہو، اور وہ حالت بھی جب آپ ﷺ بازار سے گزر رہے ہوں، ہاں ایسے مقامات پر اللہ کا ذکر مناسب نہیں جو تقاضۂ احترام کے خلاف ہے، جیسے: بیت الخلاء، حمام، قضاء حاجت کی حالت، یا میاں بیوی کی مقاربت کی حالت، ان مواقع میں درود پڑھنا بھی مکروہ ہے؛ البتہ تلاوت قرآن کا حکم عام اذکار سے مختلف ہے، بے وضو قرآن کی تلاوت کی جاسکتی ہے، لیکن بغیر غلاف کے قرآن کو اس حالت میں چھوا نہیں جاسکتا، اسی طرح اگر غسل کی حاجت ہو تو قرآن کی زبانی تلاوت کرنا بھی درست نہیں۔

وضو کرتے وقت دنیوی گفتگو

سوال:- {286} اکثر لوگ وضو کرتے وقت باتیں کرتے ہیں، کیا اس وقت باتیں کرنا مناسب ہے؟

(شیخ عبدالصمد، ناندیڑ)

جواب:- "وضو" نماز جیسی عبادت کے لئے ذریعہ ووسیلہ ہے، اور نماز کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے ذکر کو تازہ کیا جائے ﴿أَقِمِ الصَّلاۃَ لِذِکْرِیْ ﴾(۲) اس لئے وضو کرتے ہوئے بھی اللہ ہی کی یاد اور اسی کا ذکر خاص کرنا چاہئے، دنیوی گفتگو نہ کرنی چاہئے،

(۱) صحیح مسلم ، حدیث نمبر:۳۷۳، عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا ، باب ذکر اللّٰہ تعالیٰ في حال الجنابۃ و غیرھا ، کتاب الحیض ۔ محشی۔
(۲) طہ :۱۴۔

فقہاء نے دوران وضو گفتگو کرنے کو خلاف ادب قرار دیا ہے:

" ومن الأدب أن لا يتكلم في أثناء الوضوء بكلام الدنيا" (۱)

اگر اعضاء وضو میں زخم ہو

سوال:- {287} ایک شخص کے پیروں میں پھوڑے ہیں، ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ زخم پر پانی نہیں لگنا چاہئے، کیا ایسی صورت میں نماز پڑھنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کے لئے تیمم کرلینا کافی ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اگر صرف زخم پر پانی کا پہنچنا نقصان دہ ہے، تو تیمم کرنا کافی نہیں، چہرہ اور ہاتھ دھوئے، سر کا مسح کرے، اگر ایک پاؤں میں زخم ہو، دوسرے پاؤں میں نہ ہو تو دوسرا پاؤں بھی دھوئے، جس پاؤں میں زخم ہے اگر اس کے کچھ حصہ پر زخم ہو اور کچھ خالی ہو اور خالی حصہ میں پانی کا پہنچانا ممکن ہو تو اسے بھی دھولے، جس حصہ پر زخم ہے اگر اس حصہ پر مسح کرلینے میں نقصان نہ ہو تو صرف مسح کرلے، اگر اس پر پٹی بندھی ہوئی ہو تو اس پٹی پر مسح کرلے، اگر پٹی نہ ہو اور زخم پر مسح سے بھی طبیب نے منع کیا ہو، تو اس حصہ کو یوں ہی چھوڑ دے، چنانچہ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

" ومن شرط جواز المسح على الجبيرة أيضا أن يكون المسح على عين الجراحة مما يضربها، فإن كان لا يضربها لا يجوز المسح إلا على نفس الجراحة ولا يجوز على الجبيرة" (۲)

---

(۱) کبیری: ص:۳۰۔
(۲) بدائع الصنائع:۱/۹۰،بیان المسح علی الجبائر۔

''پٹی پر مسح کے جواز کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسح زخم کے اوپر ہو زخم پر مسح کرنے سے نقصان ہو، اگر اس سے نقصان نہ پہنچتا ہو تو نفس زخم پر ہی مسح کیا جاسکتا ہے نہ کہ پٹی پر''

حمام میں برہنہ وضوء

سوال:- {288} اگر حمام بند ہو تو کیا برہنہ ہو کر نہانا جائز ہے؟ اس طرح برہنہ رہتے ہوے غسل کے ساتھ وضو کیا جائے تو کیا وضو درست ہوگا؟ اور اس سے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ (محمد عادل احمد، فرسٹ لانسر)

جواب:- اگر حمام بند ہو اور بے ستری کا اندیشہ نہ ہو، تو بے لباس حالت میں بھی غسل کیا جاسکتا ہے، اس حالت میں وضو کیا جائے تو وہ بھی درست ہوگا، اور اس سے نماز پڑھنا بھی درست ہوگا۔ البتہ بہتر ہے کہ ایسی محفوظ اور پردہ کی جگہ پر بھی کمر اور گھٹنے کے درمیان کوئی کپڑا رکھے، یا کم سے کم انڈرویر کا استعمال کرے، کیونکہ فرشتے تو بہر حال انسان کے ساتھ رہتے ہیں، اور ان سے بھی حیا چاہئے۔

غسل کا بیان

غسل و وضوء میں حصہ ستر پر نظر پڑ جائے؟

سوال:- {289} غسل کرتے وقت جسم کو مل کر نہانا پڑتا ہے اور ستر پر نظر پڑ جاتی ہے، تو کیا وضوء اور غسل درست ہوگا؟ (X.Y.Z، دبیر پورہ)

جواب:- انسان کو حتی المقدور بے ستری سے بچنا چاہئے اور اپنی نگاہ کو بھی اپنے حصۂ ستر سے بچانا چاہئے، لیکن اس کی وجہ سے وضوء و غسل کے درست ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اگر غسل کے درمیان حصۂ ستر پر نگاہ پڑ جائے تب بھی غسل و وضوء درست ہو جائے گا۔

جریان کے مریض کے لیے غسل کا حکم

سوال:- {290} مجھے شدید جریانِ منی ہے، کافی علاج کیا، لیکن نفع نہیں ہوا، حالت نماز میں بھی منی خارج ہو جاتی ہے، ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ (ایک قاری)

جواب:- اگر بغیر کسی شہوت کے منی خارج ہو جاتی ہو، تو یہ بیماری ہے، اس سے غسل واجب نہیں ہوتا، البتہ وضو واجب ہو جاتا ہے. اگر جریان کا اس قدر غلبہ ہو کہ اس سے بچکر نماز کی ادائیگی دشوار ہو، تو نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضو کرلیں، اور جب تک کوئی دوسرا ناقض وضو پیش نہ آئے، وقت ختم ہونے تک انزال کے باوجود نماز ادا کرتے رہیں۔(۱)

ناپاک کپڑے دھونے سے غسل

سوال:- {291} ناپاک کپڑے کو دھونے پر کیا غسل کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے؟　(امت الکریم، سعید آباد)

جواب:- غسل کچھ خاص اسباب کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، ناپاک کپڑے کا دھونا ان اسباب میں سے نہیں ہے، اس لئے غسل واجب نہیں ہوگا، تین بار دھونے کے ساتھ کپڑے بھی پاک ہو جائیں گے اور ہاتھ بھی، ہاں! احتیاطاً الگ سے ہاتھ دھولئے جائیں تو بہتر ہے، بس یہ کافی ہے۔

تولیہ باندھ کر غسل یا وضو

سوال:- {292} غسل یا وضو کرتے وقت صرف تولیہ باندھ کر یا گھٹنوں سے اوپر کپڑا باندھ کر کرلیں تو غسل یا وضو ہوگا یا نہیں؟　(محمد عبدالرشید، بشارت نگر)

جواب:- یوں تو انسان کو ہر وقت ہی ممکن حد تک ستر کی حالت میں رہنا چاہئے، لیکن یہ حکم احتیاط اور استحباب کے طور پر ہے، دو صورتوں میں ستر واجب ہے، ایک تو نماز میں، دوسرے اس وقت جب کسی دوسرے کی نگاہ پڑتی ہو، لہذا اگر غسل یا وضو کی حالت میں کسی قدر بے ستری

---

(۱)　الهداية: ۱/۳۱، نیز دیکھئے: ۱/۶۷۔ محشی۔

بھی ہو جائے اور دوسرے کی نگاہ نہ پڑتی ہو تو حرج نہیں ، جہاں تک وضو یا غسل کے درست ہونے کی بات ہے تو اس کے لئے ستر واجب نہیں، لہٰذا جو صورت آپ نے دریافت کی ہے، اس میں وضو اور غسل درست ہو جاتا ہے۔

بلاشہوت انزال سے غسل واجب نہیں

سوال:- {293} اگر کسی کو بغیر شہوت کے بیماری یا کمزوری کی وجہ سے منی خارج ہو جائے تو کیا غسل فرض ہو جاتا ہے؟

(م، ع، فاروقی)

جواب:- غسل واجب ہونے کے لئے قرآن وحدیث میں جو لفظ استعمال ہوا ہے، وہ جنابت کا ہے، اور ''جنابت'' کہتے ہیں اس کیفیت کو جس میں شہوت کے ساتھ انزال ہو:

"اطلاق الجنابة في اللغة مخصوص بحال انبعاثه من الشهوة" (۱)

لہٰذا جو صورت آپ نے دریافت کی ہے، اس میں غسل واجب نہیں ہوگا۔

بیڈروم کے ساتھ حمام

سوال:- {294} گھر میں بیڈ روم کے ساتھ بیت الخلاء اور غسل خانہ بنانا کہاں تک جائز ہے؟ کیونکہ آج کل دونوں کو ملا کر بنانے کا فیشن ہو گیا ہے۔

(مرزا اسد اللہ غالب، گلشن باغ)

جواب:- شریعت نے مکانات کے ڈیزائن اور مکان میں کس ضرورت کا حصہ کس جانب ہو؟ اس کی تعیین میں تکلف اور تحدید سے کام نہیں لیا ہے، اور اسے لوگوں کی سہولت پر رکھا

(۱) کبیری : ص:۳۹۔

ہے، اگر رہائشی کمرہ کے ساتھ حمام بنانے میں سہولت بہم پہونچتی ہو، تو اس میں کوئی قباحت نہیں، بیمار اور معذور لوگوں کو خاص کر اس میں آسانی ہوتی ہے، نیز اگر خاندان کے مختلف افراد کی مشترک رہائش ہو، اور کسی مرد یا عورت کو غسل کی ضرورت پیش آجائے اور کھلے عام غسل کرنے میں حجاب ہو، تو ایسے حمامات آسانی کا باعث ہوتے ہیں، اور حیاء کے تقاضے کو پورا کرتے ہیں، اس نقطۂ نظر سے یہ صورت بہتر معلوم ہوتی ہے۔

بے لباس غسل کا حکم

سوال:- {295} غسل کرتے وقت جسم پر کپڑا باندھے رکھنا مرد ہو یا عورت، کیا ضروری ہے؟ اگر بغیر کپڑے کے نہالے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے گھر میں بے برکتی پیدا ہوتی ہے؟ (ایکس، وائی، زیڈ، جگہ نامعلوم)

جواب:- بہتر طریقہ یہی ہے کہ غسل کی حالت میں بھی آدمی بالکل بے لباس نہ ہو، (۱) اور جسم کے مخصوص حصہ پر کوئی کپڑا رکھے، تاہم اگر پردہ کی جگہ میں بے لباس غسل کرلے تو گناہ نہیں، (۲) اور اس کی وجہ سے گھر میں بے برکتی اور نحوست قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔

---

(۱) " و من تستر فالتستر افضل " وقال بهز ، عن أبيه عن جده عن النبي ﷺ : الله أحق أن يستحيىٰ منه من الناس " (صحيح البخاري :۴۲/۱، باب من اغتسل عريانا وحده فى الخلوة ، كتاب الغسل) محشی۔

(۲) " عن النبي ﷺ قال : بينا أيوب يغتسل عريانا ، فخر عليه جراد من ذهب، فجعل أيوب يحتثي في ثوبه ، فناداه ربه ، يا أيوب ! الم أكن أغنيتك عما ترى ؟ قال بلى و عزتك ، و لكن لا غنى عن بركتك "عن أبي هريرة ؓ،(صحيح البخاري ، حدیث نمبر:۲۷۹، باب من اغتسل عريانا وحده في الخلوة ، كتاب الغسل) محشی۔

قبلہ رخ واش بیسن

سوال:- {296} ہمارے گھر میں واش بیسن اور شاور قبلہ کی طرف ہے، جس میں ہم ہاتھ منہ دھونے اور نہانے کے ساتھ ساتھ وضو بھی کرتے ہیں، جس میں کلی بھی کرنی ہوتی ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ قبلہ کی طرف کلی نہیں کرنی چاہئے، یہ کہاں تک درست ہے؟ (شاہد علی، گلبرگہ)

جواب:- بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ قبلہ کی طرف تھوکنا خلاف ادب ہے،(۱) جہاں تک قبلہ کی طرف رخ کرکے وضو کرنے کی بات ہے تو اس کو تو فقہاء نے وضو کے آداب میں شمار کیا ہے۔(۲) اور ظاہر ہے کہ جب وضو کرے گا تو یہ کلی کو بھی شامل ہوگا، اس لئے اس میں کوئی قباحت نہیں، قبلہ کی طرف رخ کرکے غسل کرنا مکروہ تو نہیں، لیکن خلاف ادب ہے:

"... فهو ترك أدب كمد الرجل إليها" (۳)

کیا ہر مباشرت کے لئے غسل لازمی ہے؟

سوال:- {297} لوگوں میں مشہور ہے کہ بیوی سے ایک مرتبہ ہمبستری کے بعد دوبارہ رغبت کی بناء پر ہمبستری کرنا

---

(۱) "أن النبي ﷺ رأى نخامة في قبلة المسجد، فحكها بحصاة، و نهى أن يبصق الرجل بين يديه أو عن يمينه، و قال يبصق عن يساره أو تحت قدمه اليسرى، عن أبي سعيد الخدري ﷺ، (سنن نسائی، حدیث:۷۲۶، باب ذكر نهي النبي ﷺ عن أن يبصق الرجل بين يديه أو عن يمينه وهو في صلاته، كتاب المساجد) محشی۔

(۲) مراقی الفلاح مع الطحطاوی: ص:۴۲۔

(۳) طحطاوی علی المراقي: ص:۲۹۔

چاہے تو پہلے غسل ضروری ہے، اگر ناپاکی کی حالت میں دوبارہ
مباشرت کرے گا تو اولاد ناخلف و نافرمان پیدا ہوگی، کیا شرعاً
اس کا کوئی ثبوت ہے، یا نہیں؟ تفصیل سے جواب مرحمت
فرمائیں۔ (محمد یوسف)

جواب:- احادیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے ایک سے زیادہ ازواج مطہرات سے ہم بستر ہوتے ہوئے درمیان میں غسل فرمایا ہے، (۱) اور یہ بھی کہ درمیان میں غسل کیے بغیر کئی بیویوں سے ہمبستری فرمائی ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو آپ ﷺ کے خادم خاص تھے کہ آپ ایک ہی غسل سے کئی بیویوں سے مباشرت کرتے تھے: "کان یطوف علی نسائه بغسل واحد"(۲) اور جو کام رسول اللہ ﷺ نے کیا، یقیناً وہ ہر قسم کی بے برکتی اور خسارہ سے خالی ہوگا، بہتر طریقہ یہ ہے کہ درمیان میں وضو کرلے اور آنحضور ﷺ سے بھی ایسا عمل منقول ہے۔ (۳)

---

(۱) "أن رسول الله ﷺ كان إذا طاف على نسائه في يوم فجعل يغتسل عند هذه و عند هذه ، فقيل يا رسول الله ﷺ ! لو جعلته غسلا واحدا ؟ فقال : هذا أزكى و أطهر و أطيب "، عن أبي رافع ، (طحاوی :۱/۷۷ ، باب الجنب يريد النوم أو الأكل أو الشرب أو الجماع ، كتاب الطهارة) محشی۔

(۲) الجامع للترمذي :۱/۲۰۔

"أن النبي ﷺ كان يطوف على نسائه في غسل واحد" عن أنس رضی اللہ عنہ ، (الجامع للترمذی ، حدیث نمبر:۱۴۰ ، باب ماجاء في الرجل يطوف على نسائه بغسل واحد ، أبواب الطهارة) محشی۔

(۳) "عن النبي ﷺ قال : إذا أتى أحدكم أهله ثم أراد أن يعود فليتوضأ بينهما وضوءا" (الجامع للترمذی ، حدیث نمبر:۱۴۱ ، باب ما جاء في الجنب إذا أراد أن يعود توضأ ، أبواب الطهارة) محشی۔

افعالِ غسل میں دعائیں

سوال:- {298} بعض حضرات کہتے ہیں کہ غسل کے جتنے افعال ہیں، ان کے لئے الگ الگ دعائیں ہیں، اور دعاؤں کو پڑھنا ضروری ہے؟

(محمد ریاض احمد، مسجد حسینی، وجے نگر کالونی)

جواب :- غسل و وضو میں ہر فعل سے متعلق جو دعائیں بعض کتابوں میں لکھی ہیں، یا لوگوں میں مشہور ہیں، وہ حدیث سے ثابت نہیں، اگر ان کو مسنون سمجھے بغیر پڑھ لیا جائے تو کوئی حرج بھی نہیں، فقہاء نے لکھا ہے: ''غسل کرتے وقت مسنون ہے کہ پہلے غسل کی نیت دل ہی دل میں کرلے، عوام اگر زبان سے بھی یوں کہہ لیں کہ ''میں جنابت دور کرنے کے لئے غسل کی نیت کرتا ہوں'' تو بہتر ہے، پھر جب غسل کے لئے دونوں ہاتھ دھونے لگیں تو اس وقت بسم اللہ پڑھ لیں، کیونکہ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کی تاکید آئی ہے، بس اتنا کافی ہے۔

" ویسن أن یبدأ بالنیة بقلبه ویقول بلسانه ... ثم یسمی الله تعالی عند غسل الیدین " (۱)

غسل کب واجب ہوتا ہے؟

سوال:- {299} منی شہوت سے کتنی مقدار میں نکلتی ہے تو غسل واجب ہوتا ہے؟ (جی، ایس، آر، ایم)

جواب:- شہوت کے ساتھ مطلقاً منی کا نکلنا ناقض غسل ہے، اور اس کی وجہ سے غسل واجب ہوجاتا ہے، (۲) چنانچہ رسول اللہ نے فرمایا کہ پانی یعنی مادۂ منویہ کے انزال سے

---

(۱) الفتاوی الهندیة :۱/۱۴، الفصل الثاني في سنن الغسل کتاب الطهارة ۔

(۲) حلبي کبیر :ص:۴۰۔

پانی یعنی غسل واجب ہوجاتا ہے،(۱) یہ حکم مطلق ہے، اس میں کسی خاص مقدار کی قید نہیں۔

مہندی لگانے کے بعد غسل

سوال:- {300} کیا عورتیں ناپاکی کی حالت میں ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگاسکتی ہیں؟ ناپاکی کی حالت میں مہندی لگاکر غسل کرنے سے غسل ہوتا ہے یانہیں؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- عورتوں کے لئے مہندی لگانا جائز ہی نہیں بلکہ بہتر ہے، اور مہندی لگانے کے لئے پاکی اور ناپاکی کی کوئی شرط نہیں، مہندی چونکہ پانی کے جسم تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں بنتی، اس لئے ناپاکی کی حالت میں مہندی لگائی اور بعد میں غسل کیا تو کچھ حرج نہیں، غسل درست ہوجائے گا، جیسا کہ جسم میں میل لگا ہوتا ہے، اس کے باوجود پانی کا بہا دینا غسل و وضو کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔(۲)

جنابت کی حالت میں سلام اور ذکر

سوال:- {301} کیا احتلام کی صورت میں قرآن کی آیت لکھا ہوا کاغذ جیب میں رکھنا، سلام کرنا، اللہ اکبر کہنا، قرآن کے بازو سے گزرنا اور کھنڈر جگہ پر جانا درست

---

(۱) "عن النبي ﷺ أنه قال : إنما الماء من الماء" عن أبي سعيد الخدری ، (صحیح مسلم، حدیث نمبر:۳۴۳، باب إنما الماء بالماء ، کتاب الحیض) محشی۔

(۲) الفتاو ی الهندية:۱/۱۳۔

"و العجین یمنع تمام الاغتسال ، و الوسخ و الدرن لا یمنع" (الفتاو ی الهندية:۱/۱۳، الباب الثاني فی الغسل ، کتاب الطهارة) محشی۔

ہے یا نہیں؟ (محمد متین احمد، بسواکلیان)

جواب:- جب آدمی کو غسل کی ضرورت ہو، تو اس حالت میں قرآن مجید پڑھنے، قرآن مجید کو چھونے اور مسجد میں داخل ہونے کی ممانعت ہے، چونکہ نماز بھی قرآن ہی سے متعلق ہے، اس لئے اس حالت میں نماز بھی ادا نہیں کی جاسکتی، باقی دوسرے اذکار پڑھنے کی قرآن وحدیث میں کہیں ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے، اس لئے اس حالت میں قرآن کی آیات لکھے ہوئے کاغذ کا جیب میں رکھنا، سلام کرنا، اللہ اکبر کہنا، قرآن مجید کو ہاتھ لگائے بغیر قریب سے گزرنا اور مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ میں داخل ہونا درست ہے، اس میں مضائقہ نہیں۔

استنجاء کا بیان

ڈھیلے سے استنجاء کے بعد پانی ملے

سوال:- {302} بعض اوقات استنجاء کے لئے پانی نہیں ملتا، ڈھیلے سے استنجاء کر لیا جاتا ہے، بعد میں پانی میسر آتا ہے، ایسی صورت میں کیا پانی ملنے کے بعد پانی سے استنجاء کر لینا ضروری ہے، یا ڈھیلے سے حاصل کی ہوئی طہارت ہی کافی ہے؟ (مرزا الطاف بیگ، کلوا کرتی)

جواب:- شریعت نے پانی ہی کی طرح ڈھیلے سے بھی استنجاء کو کافی قرار دیا ہے، بلکہ ظاہری نجاست کسی بھی چیز سے دور کر دی جائے تو یہ پاک ہونے کے لئے کافی ہے، اس لئے پانی ملنے کے بعد بھی وہی استنجاء کافی ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ اگر پانی سے استنجاء کرنے کے بعد کوئی شخص چھوٹے گڑھے میں کمر تک اتر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا، اور ڈھیلا استعمال کرنے کے بعد ایسا کرے تو پانی ناپاک ہو جائے گا، اگر کچھ نجاست جسم پر باقی ہو۔

اسی طرح اگر پائخانہ ایک درہم کی مقدار یعنی ہتھیلی کی گہرائی کے برابر پھیل گیا ہو، تو پانی

کے استعمال سے تو پاکی حاصل ہو جانے پر اتفاق ہے؛ لیکن کیا پتھر کا استعمال بھی اس کے لیے کافی ہو جائے گا؟ اس میں مشائخ احناف کا اختلاف ہے، فقیہ ابواللیثؒ کی رائے ہے کہ کافی ہو جائے گا اور علامہ کاسانیؒ نے اسی کو ترجیح دیا ہے۔(۱) کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے پتھر وغیرہ سے استنجاء کو مطلقاً کافی قرار دیا ہے۔

استنجاء کے وقت قبلہ کی طرف پشت

سوال:- {303} پتھر گٹی میں ایک مسجد ہے، جس میں پیشاب خانہ میں بیٹھئے تو قبلہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہے، زید نے سنا ہے کہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے تو معاف ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

(سید صفی اللہ غوری، کلثوم پورہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ استنجاء کے وقت قبلہ کی طرف سامنا یا پیچھا نہ ہو، (۲) اور یہی امام ابوحنیفہ اور اکثر فقہاء کی رائے ہے کہ قبلہ کی طرف سامنا اور پیچھا دونوں ہی صورتیں مکروہ ہیں، (۳) البتہ چہرہ کرنے کی کراہت زیادہ ہے، آپ حکمتِ عملی کے ساتھ کوئی جھگڑا کھڑا کئے بغیر مسجد کے ذمہ داروں کو اس جانب متوجہ کردیں، اور خود ایسی جگہ استنجاء کرنے سے اجتناب کریں۔

جنگل اور میدان میں قبلہ کی طرف پشت کرکے استنجاء

سوال:- {304} راستوں میں یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ لوگ قبلہ کی طرف پشت کرکے بھی قضاء حاجت

---

(۱) بدائع الصنائع :۱/۱۰۴۔

(۲) رد المحتار :۱/۵۵۴، باب الأنجاس ، کتاب الطهارة ۔محشی۔

(۳) الدر المختار علی هامش رد المحتار :۱/۵۵۴۔محشی۔

کرتے رہتے ہیں، کیا جنگل اور میدان وغیرہ میں ایسا کرنا درست ہے؟ (ایم، اے معز، علی نگر)

جواب:- حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پیشاب و پاخانہ کے موقع پر قبلہ کی طرف رخ کرنے یا پشت کرنے سے منع فرمایا ہے۔(۱) اس لئے فقہاء نے پیشاب و پاخانہ کے موقع پر کھلی جگہ ہو یا عمارت، بہر صورت قبلہ کی طرف رخ یا پشت کر کے بیٹھنے سے منع کیا ہے:

"کرہ تحریما استقبال قبلة واستدبار ها لأجل بول أو غائط ... ولو في بنيان لإطلاق النهي"(۲)

عمارت کے اندر جو بیت الخلاء بنے ہوئے ہیں، وہاں کے بارے میں تو فقہاء کے درمیان ایک گونہ اختلاف بھی ہے، لیکن کھلے مقامات کے بارے میں تو اتفاق ہے کہ وہاں استنجاء کی حالت میں قبلہ کو سامنے یا پیچھے رکھنا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

کاغذ سے استنجاء

سوال:- {305} کیا پانی کی عدم موجودگی میں استنجاء کے لئے ایسا کاغذ استعمال کر سکتے ہیں جو رطوبت کو جذب کرلے اور جو خاص اسی کام کے لئے بنایا گیا ہو؟

(محمد قدیر، منگل ہاٹ)

جواب:- ہر ایسی چیز سے استنجاء کیا جا سکتا ہے جو پاک ہو اور نجاست کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو، نیز شرعاً اس کا احترام واجب نہ ہو:

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۸۔

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار :۱/۵۵۴۔

"یکون الاستنجاء بالماء أو بالحجر و نحوه
من کل جامد طاهر قالع غیر محترم" (۱)

اس مقصد کے لئے تیار کئے گئے کاغذ میں نجاست کو دور اور جذب کرنے کی صلاحیت بھی ہوتی ہے اور یہ پاک بھی ہوتے ہیں، اس لئے ان سے استنجاء کرنے میں کوئی حرج نہیں، فقہاء نے دو وجوہ سے کاغذ سے استنجاء کو منع کیا ہے، اول یہ کہ کاغذ نوشت وخواند کا آلہ اور علم کی حفاظت کا سامان ہے، اس لئے قابلِ احترام ہے، دوسرے کاغذ چکنائی کی وجہ سے اس لائق نہیں ہوتا کہ اس سے آلائش کو دور کیا جاسکے، لیکن یہ دونوں باتیں خاص اس مقصد کے لئے تیار کئے گئے کاغذ میں نہیں پائی جاتیں، یہ چکنا ہونے کے بجائے کھردرا ہوتا ہے اور اس میں جذب کرنے کی خصوصی صلاحیت ہوتی ہے اور یہ اس لائق بھی نہیں ہوتا کہ اس پر کچھ لکھا جاسکے، پس کراہت کا ان دونوں میں سے کوئی سبب اس نوع کے کاغذ میں نہیں پایا جاتا، اس لئے استنجاء کے لئے ایسے کاغذ کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں۔

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا

سوال:- {306} مسجدوں میں بیت الخلا ہونے کے باوجود کچھ لوگ تنگ کپڑوں کی وجہ سے طہارت خانوں میں کھڑے ہوکر استنجاء کرتے ہیں، شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ (محمد عبد القادر خاں، ملے پلی روڈ)

جواب:- کھڑے ہوکر استنجا کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ اس میں بے پردگی کا بھی اندیشہ ہے اور پیشاب کی چھینٹیں پڑنے کا بھی امکان، چنانچہ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک بار وہ کھڑے ہوکر پیشاب کررہے تھے، آپ ﷺ نے دیکھا تو اس سے منع فرمایا۔ (۲) نیز حضرت

(۱) الفقه الإسلامي و أدلته: ۱/۱۹۵۔
(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۲۔

عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا گنوار پن ہے، (۱) خود رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک بھی بیٹھ کر استنجا کرنے کا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ بیٹھ کر ہی پیشاب کیا کرتے تھے، اگر کوئی کہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا تو اس کی تصدیق نہ کرو، (۲) ہاں، اگر کوئی عذر ہو، تو کھڑے ہوکر پیشاب کیا جاسکتا ہے، چنانچہ ایک موقعہ پر گھٹنوں میں تکلیف کی وجہ سے کھڑے ہوکر خود آپ کا پیشاب کرنا بھی ثابت ہے۔ (۳) اس کے علاوہ اتنا تنگ کپڑا پہننا خود کراہت سے خالی نہیں کہ انسان ان کپڑوں کے ساتھ بیٹھ کر استنجاء نہ کرسکے، ایسے چست کپڑوں سے انسانی جسم کی ساخت نمایاں ہوجاتی ہے اور یہ بھی بے ستری میں داخل ہے، نیز اگر ایسا کپڑا پہنے ہوا ہے اور بیت الخلاء کی عمارت موجود ہے، تو بیت الخلاء سے باہر کھڑے ہوکر پیشاب کرنا کراہت سے خالی نہیں، کیوں کہ وہ بیت الخلاء کے اندر بے ستری سے بچتے ہوئے بیٹھ کر استنجاء کرسکتا ہے۔

اذان کے وقت استنجاء

سوال:- {307} کیا اذان کے وقت طہارت لینا درست ہے؟ (م، علیم حسیب، نظام آبادی)

جواب:- گرکوئی شخص پہلے سے استنجاء کی حالت میں ہو اور اذان ہونے لگے تو کچھ حرج نہیں، البتہ اس حالت میں زبان سے اذان کا جواب نہ دے، (۴) اگر استنجاء کو جانے سے پہلے اذان شروع ہوگئی اور استنجاء کا شدید تقاضہ نہ ہو یا یہ اندیشہ نہ ہو کہ ازدحام کی وجہ سے تاخیر کرنے کی صورت میں نماز کی کوئی رکعت یا نماز سے پہلے کی سنت فوت ہوسکتی ہے تو بہتر ہے کہ

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۱۲۔
(۲) حوالۂ سابق۔مشکوۃ المصابیح :۱/۴۳، بحوالۂ الجامع للترمذی وسنن نسائی۔
(۳) الجامع للترمذی: حدیث نمبر:۱۳۔
(۴) الدر المختار علی هامش الرد:۱/۲۹۲۔ محشی۔

رک کر اذان کا جواب دے دے،(۱) اس کے بعد استنجاء کرے، مسجدوں میں عام طور پر نمازوں کے اوقات میں اتنا ہجوم ہوجاتا ہے کہ انتظار کرنے میں جماعت فوت ہونے کا یا دوسروں کو دشواری پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، ایسی صورت میں اذان کے درمیان استنجاء کر لینے میں مضائقہ نہیں، کیوں کہ اصل میں اذان کا عملی جواب دینا واجب ہے، اور وہ ہے ''جماعت میں شرکت'' زبان سے جواب دینا واجب نہیں۔

استنجاء کن چیزوں سے؟

سوال:- {308} پانی میسر نہ ہو تو کن چیزوں سے طہارت لینا درست ہے؟ (م، علیم حسیب نظام آبادی)

جواب:- استنجاء ہر ایسی چیز سے درست ہے جو نجاست کو دور کرنے یا جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو، بہتر ہے کہ پتھر، مٹی کے ڈھیلے، اینٹ کے ٹکڑے، ریت، لکڑی کے ایسے ٹکڑے — جن سے مضرت کا اندیشہ نہ ہو — سے استنجاء کیا جائے، حسب موقع وضرورت کپڑا اور روئی سے بھی استنجاء کرنے میں مضائقہ نہیں، کھانے کی چیز، لید، ہڈی، جانوروں کے چارے، کوئلہ، چونا، شیشہ اور ایسی چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے جس سے زخمی ہونے کا اندیشہ ہو، اگر کوئی ایسی چیزوں سے استنجاء کر ہی لے تو پاکی حاصل ہوجاتی ہے، لیکن یہ فعل مکروہ ہے،(۲) —— ایسا کاغذ جو لکھنے پڑھنے میں استعمال ہوتا ہے، چاہے سادہ ہو یا لکھا ہوا، اس سے بھی استنجاء کرنا مکروہ ہے،(۳) لیکن آج کل خاص استنجاء اور صفائی ستھرائی ہی کی غرض سے ٹشو پیپر بنائے جاتے ہیں ان سے استنجاء کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔

---

(۱) "سمع الأذان و هو يمشي فالأولىٰ أن يقف ساعة و يجيب" (الفتاوى الهندية :۱/ ۵۷)

(۲) كبيري :ص:۳۸-۳۷۔

(۳) رد المحتار :۱/۵۵۲، باب الأنجاس ، كتاب الطهارة ۔ محشی۔

چاک پیس سے استنجاء

سوال:- {309} کیا چاک پیس سے استنجاء کیا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ (سید مسیح الدین مجاز، سعید آباد)

جواب:- استنجاء میں جو چیز استعمال کی جاتی ہے وہ نجاست میں آلودہ ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اس شئی کی بے احترامی ہے اور جو شئی شریعت کی نگاہ میں قابل احترام ہو اس کی بے احترامی روا نہیں ہوسکتی، شریعت میں کسی شئی کے قابلِ احترام ہونے کا معیار یہ ہے کہ وہ قابل قیمت ہو، ہر وہ چیز جس کی قیمت لی جاسکتی ہو، "محترم" ہے اور اس سے استنجاء مکروہ ہے، اس سے صرف پانی مستثنیٰ ہے، کیونکہ پانی کو اللہ تعالیٰ نے جن مقاصد کے لئے پیدا فرمایا ہے، ان میں سے ایک ناپاک چیز کو پاک کرنا بھی ہے۔(۱)

اب سوال یہ ہے کہ کیا چاک پیس قابلِ احترام اشیاء میں ہے؟ فقہاء کے یہاں اس کی نظیر وہ کاغذ ہے جو کتابت کئے جانے کے لائق ہو، چونکہ یہ حصول علم کا ذریعہ ہے، اس لئے فقہاء نے اس کو قابلِ احترام قرار دیا ہے، اور اس سے استنجاء کرنے کو مکروہ کہا ہے،(۲) چاک پیس بھی تعلیم و تعلم کا ذریعہ ہے، اس لئے اس سے بھی استنجاء کرنا مکروہ ہوگا، البتہ اگر استنجاء کر ہی لیا جائے تو پاکی حاصل ہوجائے گی، کیونکہ اس میں نجاست کو جذب کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

تعویذ والی انگوٹھی پہن کر استنجاء خانہ میں جانا

سوال:- {310} انگوٹھی یا ایسی کوئی چیز پہن کر استنجاء

---

(۱) "لا یجوز بما کتب علیه شیئ من العلم المحترم کالحدیث و الفقه و ما کان آلة کذلك" (رد المحتار:۱/۵۵۲) محشی۔

(۲) حوالہ سابق

خانہ میں جانے کا کیا حکم ہے، جس میں آیت وغیرہ لکھی ہو؟

(فرقان علی)

جواب:- اگر انگوٹھی میں اللہ کا نام ہو، یا کسی آیت وغیرہ کی تختی گلے میں ہو، جو تختی غلاف سے خالی ہو، تو چاہئے کہ استنجاء جاتے وقت ان اشیاء کو باہر نکال کر رکھ دے، یا کم از کم جیب میں رکھ لیں کھلی حالت میں استنجاء خانہ لے جانا تقاضۂ ادب کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

"ويكره أن يدخل في الخلاء ومعه خاتم عليه اسم الله تعالى، أو شئ من القرآن" (۱)

اگر چھینک یا کھانسی پر پیشاب کے قطرات آجائیں

سوال:- {311} زید کا لڑکا ۱۸/سال کا ہے، اسے چھینک آنے پر، کھانسی کرنے پر، وزن اٹھانے پر پیشاب کے قطرات نکل آتے ہیں، کیا وہ بغیر غسل کے نماز اور قرآن پڑھ سکتا ہے؟　　　(علاء الدین، حیدرآباد)

جواب:- پیشاب کی وجہ سے وضوء واجب ہوتا ہے نہ کہ غسل، ایسے لڑکے کو چاہئے کہ نماز سے پہلے یا قرآن چھونے سے پہلے وضوء کرلے، زبانی قرآن پڑھنے کے لئے وضوء کرنا ضروری نہیں، اگر پیشاب کے قطرات ہتھیلی کی گہرائی کے برابر پھیل گئے ہوں، تو کپڑے کے آلودہ حصہ کو بھی دھونا واجب ہوگا، اگر اس سے کم ہو تو واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔ (۲)

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۵۰۔ محشی۔
(۲) الفتاوی الهندية: ۱/۴۶۔ محشی۔

''پاکی'' سے پاکی

سوال:- {312} آج کل استنجاء کے لئے ایک مخصوص قسم کا جاذب کاغذ ''پاکی'' کے نام سے ملتا ہے، یہ دیا سلائی کے سائز کا ہوتا ہے، اور ایک پاکٹ میں اس کی دس سلائیاں ہوتی ہیں، وہ کاغذ جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اسی طرح بعض حضرات سگریٹ کی ڈبی سے بھی استنجاء کرتے ہیں، کیونکہ اس میں بھی جذب کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، کیا ایسے کاغذ سے استنجاء کرنا درست ہے؟

(محمد حمید الدین، نوید الدین، یاقوت پورہ)

جواب:- استنجاء ہر ایسی چیز سے درست ہے جس میں نجاست کو دور کرنے کی صلاحیت بھی ہو اور وہ قابل احترام بھی نہ ہو، پھر نجاست کو دور کرنے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ نجاست کو بہا لے جائے، اور دوسری صورت یہ ہے کہ نجاست کو جذب کرلے، پانی نجاست کو بہا دیتا ہے، اور مٹی نجاست کو جذب کرلیتی ہے، اسی لئے دونوں چیزوں سے استنجاء کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے، کاغذ اگر خاص اسی مقصد کے لئے تیار کیا گیا ہو اور اس پر کچھ لکھا ہوا نہ ہو، تو استنجاء کے لئے اسے استعمال کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وإذا كانت العلة في الأبيض كونه آلة الكتابة كما ذكرناه يؤخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها إذا كان قالعا للنجاسة غير متقدم"(۱)

(۱) رد المحتار: ۱/۵۵۲۔

بیت الخلاء اور حمام ایک ساتھ ہوں تو سر ڈھانپنا

سوال:- {313} آج کل بیت الخلاء اور حمام ایک ہی ہوتے ہیں، تو کیا بیت الخلاء میں جائیں تو سر کو ڈھانپ کر جائیں؟ اگر نہانے کے لئے جائیں تو کیا حکم ہوگا؟

(عائشہ مجاہد، نظام آباد)

جواب:- سر ڈھانپنا بیت الخلاء میں داخل ہونے کے آداب میں سے نہیں ہے، بلکہ قضاء حاجت کے آداب میں سے ہے، اگر بیت الخلاء میں حمام تک جانے کے لئے داخل ہو، یا کسی اور ضرورت سے داخل ہو تو سر ڈھانپنے کی ضرورت نہیں۔

پانی کا بیان

پانی میں ناخن یا اس کا پانی

سوال:- {314} کیا غسل کے پانی میں ناخن ڈوبنے سے یا ناخن کا پانی غسل کے پانی میں گرنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے، اور غسل درست نہیں ہوتا؟ یہ بھی سنا ہے کہ پیتل کے برتن میں پانی لے کر غسل کرنا درست نہیں، کیا یہ درست ہے؟ (ایکس، وائی، زیڈ، دبیر پورہ)

جواب:- اگر ناخن میں کوئی نجاست لگی ہوئی نہ ہو، تو اس کے ڈوبنے سے یا اس کا پانی گرنے سے ناپاکی پیدا نہیں ہوتی (۱) اور یہ بھی درست نہیں کہ پیتل کے برتن میں رکھے ہوئے پانی سے غسل نہیں کرنا چاہئے، یہ سب غلط فہمیاں ہیں۔

پانی میں مرغی منہ ڈال دے

سوال:- {315} پینے یا پکوان کے پانی میں مرغی یا

(۱) "و الظفر لا یفسد الماء" (الفتاوی الهندية:۱/۲۵) محشی۔

نجاست کھانے والا کوئی جانور منہ ڈال دے، تو کیا وہ پانی پاک رہے گا؟ (حیدر اعظمی، نامپلی)

جواب:- جن جانوروں کا گوشت کھانا حلال ہے، ان کا جھوٹا بھی پاک ہے، اگر کھلی ہوئی مرغی ہو جو نجاست وغیرہ بھی کھاتی رہتی ہو، تو اس کا جھوٹا بالکل ناپاک تو نہیں ہے، لیکن اس میں کراہت ہے، اگر دوسرا پاک صاف پانی ہو تو اس پانی سے احتیاط بہتر ہے، یہ حکم اس وقت ہے جب نجاست چونچ پر موجود نہ ہو، اگر چونچ میں یقینی طور پر نجاست لگی ہوئی ہو اور پانی کی کم مقدار میں چونچ ڈال دے تو پانی ناپاک ہو جائے گا، ہاں! مرغی بندھی ہوئی ہو، یا کسی اور وجہ سے یقین ہو کہ اس کی چونچ پر نجاست نہیں ہے، تو پھر اس کا جھوٹا مکروہ نہیں۔

"حتی لو تیقن أنه لا نجاسة علی منقارها لا یکره سورها"(۱)

بارش کی چھینٹوں کا حکم

سوال:- {316} بارش کی چھینٹوں کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ (محمد رئیس الدین، مدھول)

جواب:- بارش کا پانی جو زمین پر جمع ہو جائے اگر اس کی چھینٹیں جسم یا کپڑے پر پڑ جائیں، اور ان کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو، یعنی نجاست کا اثر کپڑے میں ظاہر نہ ہو (اثر سے مراد بو یا رنگ ہے) تو اسے پاک ہی سمجھا جائے گا، اور اس کے ساتھ نماز درست ہوگی، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر بعینہ نجاست نظر نہ آئے یعنی نجاست کا اثر واضح نہ ہو، تو اسے ناپاک نہیں سمجھا جائے گا، اور نماز اس کے ساتھ درست ہوگی، گو اتنی مقدار ہو کہ کپڑا اس سے بھر جائے۔

"طین الشوارع عفو وإن ملأ الثوب للضرورة"(۲)

---

(۱) مراقي الفلاح: ص:۱۹۔
(۲) رد المحتار: ۱/۵۳۱-۵۳۰۔

حوض میں پاؤں دھوئے یا غسل کرے

سوال:- {317} اکثر مساجد میں وضو کے پانی کے حوض ہوتے ہیں، کیا پانی کے اندر پاؤں ڈال کر دھونے یا نہانے کے باوجود وہ پانی پاک رہتا ہے؟ اور وضو کے لئے اس کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟　　(ڈاکٹر قطب الدین، جگتیال)

جواب:- عام طور پر مسجدوں میں حوض دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا یعنی مجموعی طور پر سو مربع ہاتھ رکھا جاتا ہے، احناف کے نزدیک یہ مقدار ماء کثیر کی ہے، (۱) اس میں اگر کوئی نجاست بھی گر جائے تو جب تک رنگ، بو، مزہ میں سے کوئی نہ بدل جائے، پانی ناپاک نہیں ہوتا، اس لئے اگر اس کے اندر بھی پاؤں ڈال کر دھولیا گیا، یا غسل کرلیا گیا، تو پانی پاک ہی رہے گا، اور آئندہ بھی اس سے وضو و غسل درست رہے گا، لیکن ایسا کرنا نہیں چاہئے، کیونکہ یہ نظافت اور شائستگی کے خلاف ہے۔

بلیچنگ مخلوط پانی سے وضو و غسل

سوال:- {318} پانی میں بلیچنگ پاؤڈر ملانے سے ایک قسم کی بو پیدا ہوجاتی ہے، اس پانی سے وضو یا غسل کرسکتے ہیں یا نہیں؟　　(ابو محمد معین اطہر عثمانی، مدور منڈل)

جواب:- بلوچینگ پاؤڈر میں کوئی ایسی چیز نہیں جو ناپاک ہو، اس لئے جب تک اتنی مقدار میں نہ ملایا جائے کہ جس سے پانی کا سیلان اور بہاؤ متاثر ہوجائے، اس سے وضو و غسل کیا جاسکتا ہے۔

---

(۱)　الفتاوی الهندية: ۱/۸۱، باب في المياه، كتاب الطهارة ۔ محشی۔

نجاست

اوراس سے پاکی حاصل کرنے کا بیان

قالین کیسے پاک کی جائے؟

سوال:- {319} ایسی قالین جسے زمین کے ساتھ چسپاں کردیا گیا ہو، اب اسے اٹھایا نہیں جاسکتا، اس کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ (سید مجیب الدین، گلبرگہ)

جواب:- ایسی چیزیں کہ جن کو نچوڑنا ممکن نہ ہو، ان کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر نجاست ظاہری سطح پر لگی ہے تو نجاست کو دور کردینا، یا اسے تین بار صرف دھودینا کافی ہے اور اگر نجاست اس کے اندر خوب جذب ہوگئی تو اسے تین باراس طرح دھویا جائے کہ ہر بار دھونے کے بعد خشک ہوجائے، خشک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اب اگراس پر ہاتھ رکھا جائے تو ہاتھ بھیگنے نہ پائے۔

"وإن کان مما لا ینعصر کالحصیر المتخذ من

البردی و نحوه إن علم أنه لم يتشرب فيه بل أصاب ظاهره يطهر بإزالة العين أو بالغسل ثلاثا بلا عصر وإن علم تشربه ... وعند أبي يوسف ينقع في الماء ثلاثا ويجفف كل مرة ... وبه يفتى "(۱)

ناپاک کپڑے کا دھونا کافی ہے

سوال:- {320} عام طور پر موسم سرما میں سردی کی وجہ سے لوگ سوئیٹر، مفلر اور گرم کپڑے وغیرہ پہن کر سوتے ہیں، بیوی سے صحبت کے وقت صرف تہہ بند یا لنگی کو ناپاکی لگتی ہے، ایسی صورت میں کیا ہمیں پورے پہنے ہوئے کپڑے کو اتار کر دھونا ہوگا یا صرف تہہ بند کو دھونا ہوگا؟

(قاری ایم، ایس خاں، جدید ملک پیٹ، حیدرآباد)

جواب:- ایسی صورت میں جس کپڑے پر نجاست لگ گئی ہے، اس کو دھو دینا کافی ہے، اگر یقینی طور پر معلوم ہو کہ فلاں جگہ نجاست لگی ہے، تو اس جگہ کا دھو دینا بھی کافی ہے، ورنہ اس کپڑے کو مکمل دھو دے، دوسرے کپڑوں کا دھونا ضروری نہیں۔

چائے پتی میں خون کی آمیزش

سوال:- {321} چائے پتی میں خون کی آمیزش کی بابت ایک خبر بہت پہلے شائع ہوئی تھی، صدر انجمن تاجران (جو مسلمان ہیں) نے وضاحتی بیان شائع کرایا تھا کہ خون یا

(۱) رد المحتار :۱/۱۴۵، مکتبہ زکریا۔

گوشت کی ملاوٹ نہیں کی جارہی ہے، حکومت ہند نے اجازت منسوخ کردی ہے اور عوام حسب سابق چائے پتی بلا جھجک استعمال کرسکتے ہیں، اس وضاحتی بیان پر ہم کیسے یقین کریں؟ ممکن ہے کہ یہ بیان صداقت پر مبنی نہ ہو۔

(صاجزادی خیر النساء وحبیب، شیر گیٹ)

جواب:- ایسے امور میں ایک شخص کی خبر کا بھی اعتبار ہے، بلکہ فقہاء نے حلال وحرام گوشت کے سلسلہ میں غیر مسلم خادم کی خبر کو بھی معتبر مانا ہے، اس لئے تاجران پتی کے بیان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، اگر اس کی تکذیب کے لئے کوئی واضح دلیل نہ ہو، شریعت کا مزاج ویسے بھی ان مسائل میں زیادہ تحقیق وتجسس کا نہیں۔

حضرت عمر ؓ ایک بار ایک قافلہ کے ساتھ نکلے، جس میں حضرت عمرو بن عاص ؓ بھی تھے، یہ حضرات ایک حوض پر پہنچے، حضرت عمرو بن عاص ؓ نے حوض کے مالک سے پوچھا کہ کیا اس حوض سے درندے بھی پانی پیتے ہیں؟ حضرت عمر ؓ نے مالک حوض سے فرمایا کہ تم اس سوال کا جواب ہمیں نہ دو۔ (۱)

مقصد یہ تھا کہ شریعت نے پاکی کے اہتمام کا حکم تو دیا ہے؛ لیکن اس میں بہت زیادہ تجسس کا جس سے ناقابل برداشت تنگی کا دروازہ کھلتا ہو، حکم نہیں دیا ہے۔

چھپکلی یا مکھی وغیرہ گر جائے

سوال:- {322} (الف) اگر جسم پر چھپکلی وغیرہ گر جائے، تو کیا غسل کرنا ضروری ہے؟ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ چھپکلی گر جائے تو پانی میں سونا ڈال کر غسل کرنا چاہئے، یا

(۱) الموطأ للإمام مالك: ص:۲٦۔

سونے کی چیز اس جگہ رگڑنا چاہئے۔

(ب) اگر کھانے کی اشیاء میں مکھی، جھنگر گر جائے تو سورۂ قریش پھونکنے سے کیا زہر زائل ہو جاتا ہے؟

(سلطانہ یاسمین، بی بی کا چشمہ)

جواب:- (الف) جسم پر چھپکلی کے گرنے سے غسل کرنا یا وہاں پر سونا یا کسی اور چیز سے رگڑنا شرعاً واجب نہیں، کیونکہ کسی جگہ کا دھونا اس صورت میں واجب ہوتا ہے جب کہ کوئی ناپاک چیز لگ جائے، اور گرگٹ جو زندہ ہو، اس کا جسم مس کرنے سے بدن یا کپڑا ناپاک نہیں ہوتا، —— البتہ ممکن ہے کہ طبی اعتبار سے نقصان کا اندیشہ ہو، اور کسی خاص چیز کے لگانے سے وہ نقصان زائل ہوتا ہو، اس سلسلہ میں اطباء سے مشورہ کرنا مناسب ہوگا۔

(ب) حدیث شریف میں یہ بات آئی ہے کہ مکھی میں ایک طرح کا زہر ہوتا ہے، اور اسی میں اس کا علاج بھی ہوتا ہے، اس لئے اگر مکھی کسی چیز میں گر جائے تو اسے ڈبو کر نکال لینا چاہئے، (۱) جدید میڈیکل تحقیق سے بھی اس کی تائید ہوئی ہے، (۲) رہ گیا مکھی اور جھنگر کے گرنے پر سورۂ قریش کا پڑھ کر پھونکنا، تو میرے علم کے مطابق کسی حدیث میں یہ بات وارد نہیں ہوئی ہے، بہتر ہے کہ اس کو استعمال کرتے ہوئے "بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیئ" پڑھ لے، امید ہے کہ اس کی وجہ سے وہ نقصان سے محفوظ رہے گا۔

بیت الخلاء کی مکھیوں کا کپڑوں پر بیٹھنا

سوال:- {323} طہارت کے لئے بیت الخلاء میں داخل ہوں اور وہاں پر موجود مچھر اور مکھی کپڑوں پر بیٹھ جائیں

---

(۱) سنن ابن ماجة۔حدیث نمبر:۳۵۰۴، أبواب الطب۔محشی۔

(۲) دیکھئے: سنتِ نبوی اور جدید سائنس: ص: ۲۸۰۔محشی۔

تو کیا کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں؟ کیونکہ مچھر یا مکھی گندگی پر بیٹھ کر کپڑوں پر بیٹھتے ہیں اور اس سے فطری طور پر کراہت ہوتی ہے، کیا ان کپڑوں سے نماز ادا کی جاسکتی ہے؟

(محمد افسر، کریم نگر)

جواب:- نجاست وطہارت کے بارے میں شریعت کا اصول یہ ہے کہ محض شبہہ اور احتمال کی وجہ سے کسی چیز کو ناپاک قرار نہیں دیا جاسکتا، اس لئے جب تک کپڑے پر نجاست نظر نہیں آئے، کپڑا پاک ہے، پھر اگر نجاست نظر بھی آئی تو یوں تو صفائی ستھرائی کا تقاضہ یہی ہے کہ آدمی جلد سے جلد اسے صاف کرلے، لیکن جہاں تک نماز کے درست ہونے اور نہ ہونے کی بات ہے، اس سلسلے میں تفصیل ہے، اگر پیشاب پاخانہ ہتھیلی کے گہرے حصہ کی مقدار کو پہنچ جائے تو اسے دھونا واجب ہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا درست نہیں، اور اس سے کم مقدار میں ہے تو اس کے رہتے ہوئے بھی نماز درست ہوجاتی ہے۔(۱)

پیشاب لگ جائے؟

سوال:- {324} اگر جسم کے کسی حصہ میں پیشاب کے قطرے لگ جائیں اور جب ہی اسے دھو دیا جائے تو کیا اس کی طہارت باقی رہے گی؟ (محمد وحید، حیدرآباد)

جواب:- پیشاب کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؛ لیکن اگر جسم کے کسی حصہ میں پیشاب صرف لگ جائے تو وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ اس جگہ کو دھولینا چاہئے، دھونے کے بعد وہ حصہ بھی پاک ہوجائے گا۔

---

(۱) الفتاوی الهندیة:۱/۴۵۔" سئل عمر عن القليل من النجاسة في الثوب فقال : إذا كان مثل ظفري " (موسوعة فقه عمر بن الخطاب :ص:۶۳۲) محشی۔

"فإن أصابه بول فيبس لم يجز حتى يغسله"(۱)

اگر پیشاب کی مقدار ہتھیلی کے گہرے حصے کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو جب تک دھو نہ لے نماز درست نہیں ہوگی اور اگر اس سے کم ہے تو گو وہ حصہ ناپاک ہوگا، لیکن نجاست کی مقدار کے کم ہونے کی وجہ سے نماز درست ہو جائے گی۔ (۲)

گوبر سے لیپی ہوئی زمین پر تر کپڑا

سوال:- {325} کیا گوبر سے لیپی ہوئی زمین پر تر کپڑا رکھ دینے سے کپڑا ناپاک ہو جائے گا؟

(عبدالرحیم، سکندرآباد)

جواب:- زمین خشک ہو جائے، پھر اس پر تر کپڑا رکھ دیا جائے تو اگر کپڑے پر نجاست کے اثرات ظاہر ہو جائیں تب تو وہ ناپاک ہوں گے اور اگر نجاست کا اثر اس میں منتقل نہ ہوا ہو تو کپڑا پاک رہے گا، فتاوی عالمگیری میں ہے:

"وإذا جعل السرقين في الطين، فطين به السقف فيبس فوضع عليه منديل مبلول لا يتنجس "(۳)

---

(۱) الهداية :۱/۲۳۳۔

(۲) " قال محمد" في الآثار : " أخبرنا أبو حنيفة" عن حماد" عن إبراهيم" قال : إذا كان الدم قدر الدرهم و البول وغيره فأعد صلاتك ، و إن كان أقل من قدر الدرهم فأمض على صلاتك " ص:۲۸)فإن قلت : هذا إنما يدل على عفو الأقل عن الدرهم دون قدر الدرهم و مذهب الحنفية أو قدر الدرهم عفو أيضا قلت : أحاديث الإكتفاء بالأحجار في الاستنجاء تفيد كون قدر الدرهم عفو : لأن موضع الاستنجاء مقدر به " (إعلاء السنن :۱/۴۰۵،ط: مكتبة اشرفية ، ديوبند) مرتب۔

(۳) الفتاوى الهندية :۱/۴۷۔

''اگر گوبر کو گیلی مٹی میں ڈالا جائے، پھر اسے چھت میں لگایا جائے، پھر وہ خشک ہوجانے کے بعد اس پر تر رومال رکھ دیا جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا''

چمڑے کی ٹوپی اور بیلٹ پاک ہے یا ناپاک؟

سوال:- {326} جانور کے چمڑے سے بنی ہوئی ٹوپی یا بیلٹ پہن کر نماز پڑھنا درست ہے؟ جب کہ اس جانور کے حلال نہ ہونے کا شک ہو؟　　(فیض النساء بیگم، مصری گنج)

جواب:- چمڑے دو صورتوں میں پاک ہوجاتے ہیں اور ان کا استعمال درست ہوتا ہے، ایک تو ان جانوروں کے چمڑے جنہیں شرعی طور پر ذبح کیا گیا ہو، دوسرے وہ چمڑے جو ہوں تو مردار کے لیکن اس کو دباغت دیا گیا ہو، یعنی نمک، کیمیکل یا کسی اور چیز کا استعمال کر کے اس کی آلائش دور کردی گئی ہو، ان دونوں صورتوں میں چمڑا پاک ہوجاتا ہے اور اس سے بنی ہوئی چیزوں کا استعمال جائز ہوجاتا ہے، اس سے صرف خنزیر مستثنیٰ ہے کہ خنزیر کا چمڑا بہرحال ناپاک ہی رہے گا، اس کے پاک ہونے کی کوئی صورت نہیں، (۱) لہذا چمڑے کی جو چیزیں بازار میں دستیاب ہیں، جب تک ان کے بارے میں کم سے کم غالب گمان کے درجہ میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ خنزیر کے چمڑے سے بنی ہوئی ہیں، وہ پاک سمجھی جائیں گی، کیونکہ دباغت کے بغیر چمڑے سے ٹوپی، بیلٹ یا اس طرح کی کوئی اور چیز بنائی نہیں جاسکتی اور یوں بھی محض شک کی بنا پر کسی چیز کے ناپاک ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، جب تک کہ اس پر کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

نیا گھڑا پاک کرنے کا طریقہ

سوال:- {327} اگر نئے گھڑے میں پیشاب لگ

---

(۱) جامع المسانید و السنن، حدیث نمبر: ۱۴۵۵۔ محشی۔

جائے اور جذب ہو جائے تو کیا اسے پاک کیا جاسکتا ہے؟ اور
پاک کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ (محمد مشتاق، اڑیسہ)

جواب:- ایسے گھڑے کو تین بار دھویا جائے اور ہر بار دھونے کے بعد دوسری دفعہ دھونے سے پہلے اتنا وقفہ دیا جائے کہ گھڑے سے پانی کے قطرات کا ٹپکنا موقوف ہو جائے، چنانچہ مشہور حنفی فقیہ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

"والفخار الجديد يغسل ثلاثا بانقطاع تقاطره في كل منها "(۱)

ناپاکی کا دھبہ صاف نہ ہو

سوال:- {328} کسی کپڑے پر ناپاک دھبہ ہو، جو دھونے کے باوجود صاف نہ ہو، تو کیا ان کپڑوں میں نماز جائز ہے؟ (رابعہ سلطانہ، ٹولی چوکی)

جواب:- اگر ایسی نجاست ہو کہ اس کا اثر اور دھبہ بآسانی دور کیا جاسکتا ہو، تو اس دھبہ کا دور کرنا ضروری ہے اور اگر پانی کے علاوہ کسی اور چیز کی مدد لئے بغیر دھبہ دور کیا جانا ممکن نہ ہو جیسے خون، تو اس دھبہ کا دور کرنا ضروری نہیں۔

"وإن كانت شيئا لا يزول اثره الا بمشقة بان يحتاج في ازالته إلى شيئ آخر سوى الماء كالصابون لا يكلف بازالته " (۲)

(۱) طحطاوی علی مراقی الفلاح:/۸۶۔
(۲) الفتاوی الهندية:۱/۴۲۔

جائے نماز پر بکری پیشاب کردے

سوال:- {329} جائے نماز مسجد پر دو ماہ سے کم عمر کے بکری کے بچہ نے پیشاب کیا، اس وقت ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے، نماز پڑھنے والے صاحب کا کہنا ہے کہ یہ ایک دو دن قبل کا واقعہ ہے، ہم نے اس جانماز کو اور جائے نماز نکال کر اس کی جگہ کو دھو دیا ہے، اس سلسلہ میں بتائیں کہ کیا بکری کے بچہ کا پیشاب ناپاک ہے؟ سو جس نے اس جائے نماز پر نماز پڑھی کیا اس کی نماز مقبول ہوئی؟

(محمد لطیف الدین، سنگاریڈی)

جواب:- بکری کا پیشاب بھی ناپاک ہے، خواہ دو ماہ ہی کی کیوں نہ ہو، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے مطلق پیشاب سے بچنے کا حکم دیا ہے، (۱) حرام اور حلال جانوروں میں صرف اس قدر فرق ہے کہ حرام جانوروں کا پیشاب نجاست غلیظہ ہے، اور حلال جانور جس میں بکری بھی داخل ہے، کا پیشاب امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک نجاست خفیفہ یعنی کمتر درجہ کی نجاست ہے، اور اسی پر فتوی ہے۔" و بول ما یؤکل لحمه... مخفف "(۲) — پیشاب خشک ہونے کے بعد نظر نہیں آتا، ایسی نجاست کو فقہ کی اصطلاح میں "نجاست غیر مرئیہ" کہتے ہیں، یعنی نہ دیکھی جانے والی ناپاکی۔ اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جہاں نجاست لگی ہو، اسے تین بار دھو دیا جائے" و إن كانت غير مرئيه ، يغسلها ثلاث مرات "(۳)

---

(۱) " عن أبي أمامة عن النبي ﷺ قال : " اتقوا البول فإنه أول يحاسب به العبد في القبر " (الترغيب و الترهيب :۱۴۱) محشی۔

(۲) الفتاوى الهندية:۱/۴۶۔

(۳) الفتاوى الهندية:۱/۴۲۔

لہذا اگر جانماز کو تین بار دھو دیا گیا تو جانماز پاک ہوگئی، اس کے بعد اس پر جو نمازیں پڑھی گئیں، وہ درست ہیں، جہاں تک اس زمین کی بات ہے تو اس پر پانی بہاو ینا بھی کافی ہے، بلکہ زمین کا خشک ہوجانا بھی کافی ہے، بشرطیکہ اس جگہ نجاست کی بو باقی نہ رہے، ہاں! جن لوگوں نے جانماز دھلنے سے پہلے نماز ادا کی ہے اور بکری کا پیشاب جائے نماز کے اس حصہ پر رہا ہو جہاں اعضاء سجدہ رکھے جاتے ہیں، تو ان کو نماز لوٹا لینی چاہئے، جن حضرات کو علم نہ ہونے پائے، امید ہے کہ خدائے کریم ان کی اس نماز کو قبول فرمالیں گے۔

پلاسٹک کا مصلی

سوال:- {330} آج کل پلاسٹک کی جائے نماز کا رواج ہوگیا ہے، خاص کر سفر میں ایسے مصلی استعمال کئے جاتے ہیں، اگر ایسا مصلی ایسی جگہ پر بچھا دیا جائے، جہاں نجاست ہو تو کیا اس پر نماز ادا کی جاسکتی ہے؟ (عبدالقادر، کلکتہ)

جواب:- نماز کے لئے ایسی جگہ تلاش کرنی چاہئے جو پاک بھی ہو اور صاف بھی، اور طبیعت کو وہاں نماز ادا کرنے میں پورا انشراح ہو، اس سے نماز میں خشوع وخضوع کی کیفیت باقی رہتی ہے، جب قلب کو اطمینان نہ ہو تو عبادت بھی بے لطف ہوجاتی ہے،---- تاہم اس سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اگر نجاست خشک ہو تب تو اس مصلی پر نماز پڑھنا درست ہے، اگر مرطوب نجاست ہو اور نجاست کا اثر نیچے کی سطح سے اوپر تک نہیں پہنچ پائے اور اوپری سطح پر نجاست کی بو محسوس نہیں کی جائے تو اس پر نماز ادا کی جاسکتی ہے، فقہاء نے ایسے موٹے کپڑے پر نماز ادا کرنے کی اجازت دی ہے، جس کو مرطوب نجاست پر ڈال دیا جایا جائے اور کپڑے کے اوپر بو محسوس نہ ہو۔(۱)

---

(۱) طحطاوی علی مراقی الفلاح: ص:۱۱۲۔

اگر کپڑے میں نجاست لگ جائے؟

سوال:- {331} میری عمر ۲۲/ سال ہے میں نے ایک خواب دیکھا، بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ احتلام ہونے والا ہے، عین اسی وقت آنکھ کھلی، دیکھا کہ کپڑا صاف ہے، لیکن نکلتی ہوئی چیز رک جانے کی وجہ سے صرف آدھا قطرہ تری معلوم ہوئی، جو صرف جانگھیہ پر لگی ہوئی تھی، تو کیا اسی جانگھیہ پر پہنا ہوا شرٹ اور پینٹ کو غسل کے بعد پہن سکتے ہیں اور ان کپڑوں میں نماز ہوسکتی ہے؟ (محمد رحیم، ہری باؤلی)

جواب:- احتلام کی جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس میں غسل کرنا تو واجب ہے، کیونکہ غسل واجب ہونے کے لئے مادۂ منویہ کی کسی خاص مقدار کا نکلنا ضروری نہیں، تھوڑی سی مقدار بھی نکلے تو غسل واجب ہوگا، (۱) البتہ ایسی صورت میں جو نجاست نکلتی ہے، وہ جس کپڑے کے جس حصہ پر لگے اس کا دھولینا کافی ہے، پورے کپڑے کا دھونا ضروری نہیں، اسی لئے جو صورت آپ نے دریافت کی ہے اس میں جانگھیہ کو دھولینا کافی ہے، یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ جس کپڑے میں نجاست لگ جاتی، تو کپڑے کے اس حصہ کو دھو کر اس میں نماز ادا فرمالیتے ۔ (۲) پھر اگر نجاست ہتھیلی کی گہرائی سے کم ہو، تو نہ دھونے کے باوجود اس میں نماز ادا ہوجائے گی۔

---

(۱) " المعاني الموجبة للغسل إنزال المني على وجه الدفق ، و الشهوة من الرجل و المرأة حالة النوم و اليقظة " (الهداية:۱/۱۴،فصل في الغسل) محشی۔

(۲) " عن سليمان بن يسار قال : سئلت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها عن المني يصيب الثوب ؟ فقالت : كنت أغسله من ثوب رسول الله ﷺ فيخرج إلى الصلاة و اثر الغسل في ثوبه يعق الماء " (صحيح البخاري :حدیث نمبر:۲۳۰،باب غسل المني و فركه و غسل ما يصيب من المرأة) محشی۔

پیشاب کے قطرات سے بچنے کے لئے روئی کا استعمال

سوال:- {332} زید کو پیشاب کے قطرات آنے کا عارضہ ہے، اگر وہ پیشاب کے مقام پر روئی کا پھاہا رکھ کر پیشاب کو روک دے، تو اس کا وضوء باقی رہے گا یا نہیں؟ اور اگر روئی پر پیشاب کی تری آجائے تو کیا حکم ہے؟

(عبدالرشید، نظام آباد)

جواب:- اگر روئی رکھنے کی وجہ سے پیشاب تھم جائے تو وضوء نہیں ٹوٹے گا، اگر روئی میں تری آگئی، تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر روئی کا اندرونی حصہ تر ہوگیا جو جسم کے اندر ہے، تو وضوء نہیں ٹوٹے گا، اور روئی کا بیرونی حصہ جو جسم کے اوپری طرف ہے، تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔

" رجل حشى إحليله لكي يخرج منه شيئ … عن أبي يوسف" لا وضوء عليه حتى يظهر … إذا ابتل ما ظهر هو حدث وان ابتلّ الداخل ليس بحدث۔ " (۱)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

(۱) خلاصة الفتاوى :۱/۱۷۔

تیمّم کا بیان

جماعت پانے کے لئے تیمّم

سوال:- {333} موجودہ حج کیمپ میں مردانی وزنانی حمام، بیت الخلاء اور وضو کے نلوں کی تعداد بہت کم ہے، ایسی صورت میں حضرات و خواتین تیمّم کرکے شریک جماعت ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ وضو کرنے تک جماعت کے چھوٹ جانے کا قوی خدشہ رہتا ہے، بلکہ بہت سارے عازمین اور ان کے متعلقین کی جماعتیں چھوٹ بھی چکی ہیں۔

(حافظہ سمیہ سلطانہ، سعید آباد)

جواب:- محض جماعت کے چھوٹنے کے اندیشہ سے وضو کے بجائے تیمّم پر اکتفا کرلینا درست نہیں، حج کیمپ چونکہ مسجد نہیں، بلکہ عارضی طور پر عازمین حج کی اقامت گاہ ہے، اس لئے یہاں ویسے بھی ایک سے زیادہ جماعتیں کی جاسکتی ہیں، دوسری جماعت کی کراہت مسجد میں ہے۔

مجبوری کی وجہ سے فجر کی نماز کے لیے تیمّم

سوال:- {334} رات میں مجھے احتلام ہوگیا، جس کی وجہ سے غسل فرض ہوگیا، صبح کسی مجبوری کے تحت غسل نہیں کر پایا، تو کیا ایسی صورت میں فجر کی نماز کے لئے تیمّم کافی ہے؟ اور بعد کو نماز کی قضاء کرنی پڑے گی؟　　(ابن جلیل احمد، ناندیڑ)

جواب:- اگر گرم پانی میسر نہ ہو یا گرم پانی میسر ہو، لیکن معالج نے اس کے استعمال سے منع کیا ہو تو یہ مجبوری معتبر ہوگی، اور ایسی صورت میں تیمّم کر کے نماز ادا کرلی جائے، بعد کو قضاء کرنے کی ضرورت نہیں۔

" أو المحدث إن اغتسل أو توضأ أن يقتله البرد أو يمرضه تيمم " (۱)

البتہ اگر دھوپ نکلنے کے بعد غسل کرنے پر قادر ہوجائے تو غسل کرنا ضروری ہوگا، تیمّم پر اکتفاء کرنا درست نہیں ہوگا؛ کیوں کہ جب وہ پانی استعمال کرنے پر قادر ہوگیا، تو تیمّم جاتا رہا، " و ناقضه ناقض الأصل ... و قدرة ماء "(۲)

گٹھیا کی وجہ سے تیمّم

سوال:- {335} میں جوڑوں کے درد اور گٹھیا کا مریض ہوں، ظہر میں وضو کی تو تین اور کبھی چاروں نمازیں پڑھ لیتی ہوں یا کبھی حاجت کے تحت پھر وضو کرلیتی ہوں، مگر فجر میں بارش اور سردیوں میں ڈر کر وضو نہیں کرتی، کیونکہ سرد

---

(۱)　البحر الرائق :۱/۲۴۶۔

(۲)　الدر المختار مع الرد:۱/۴۲۷۔

موسم میں میرے ہاتھ کہنیوں تک سُن ہوجاتے ہیں، یہ اکثر رات میں ہوتا ہے، لیکن گرما میں فجر میں بھی وضو کرتی ہوں تو میری نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟　　(ایک بہن، بورابنڈہ)

جواب:- مناسب ہوگا کہ اس سلسلہ میں اپنے معالج یا کسی بھی مستند ڈاکٹر سے مشورہ کرلیں، اگر ڈاکٹر وضو کرنے سے منع کرتے ہیں، یا آپ کا تجربہ ہو کہ وضو کرنے سے تکلیف بڑھ جاتی ہے، تو تیمّم کرکے نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں، شریعت کا مقصد انسان کو حرج میں مبتلاء کرنا نہیں ہے، اس لئے حقیقی دشواریوں کی احکامِ شریعت میں قدم قدم پر رعایت ہے، فقہاء نے اس صورت میں تیمّم کی صراحۃً اجازت دی ہے، مشہور حنفی فقیہ علامہ حلبیؒ فرماتے ہیں:

"إن المريض إذا خاف زيادة المرض بسبب الوضوء أو التحرك أو بإستعمال الماء أو خاف ببطاء البرء من المرض بسبب ذالك جاز له التيمم ، ويعرف ذالك إما بغلبة الظن عن امارة أو بتجربة أو باخبار طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق"(۱)

"وضوء کرنے، یا حرکت کرنے، یا پانی کے استعمال کی وجہ سے مریض کو اگر مرض کے بڑھ جانے، یا اس کی وجہ سے مرض کے جڑ پکڑ لینے کا خطرہ ہو، تو اس کے لیے تیمم جائز ہے، اور اسے کسی علامت یا تجربہ کے ذریعہ غلبہ ظن سے یا کسی مسلمان ماہر ڈاکٹر جس کا فسق ظاہر نہ ہو، کے بتانے سے جانا جاسکتا ہے"

(۱) کبیری: ص:۶۳۔

حیض ونفاس کا بیان

حیض کی حالت میں قرآن کی تدریس

سوال:- {336} میں چھوٹے بچوں کو قرآن پڑھاتی ہوں، حیض کے دنوں میں لکڑی کے سہارے تعلیم دیتی ہوں، احتیاط کے باوجود بچے میرے ہاتھ یا لکڑی کو پارہ لگادیتے ہیں، تو کیا یہ گناہ ہے اور اس کے لئے کوئی کفارہ واجب ہوگا؟

(س، ب، ع)

جواب:- آپ اس طرح بچوں کو حالتِ حیض میں پڑھا سکتی ہیں کہ پوری آیت ایک ساتھ نہ پڑھیں، بلکہ ایک ایک لفظ توڑ توڑ کر پڑھا کریں، اگر ضرورت ہو تو نصف آیت بھی پڑھنے کی گنجائش ہے:

"وإذا حاضت المعلمة ينبغي لها أن تعلم الصبيان كلمة كلمة و تقطع بين الكلمتين على قول الكرخي" وعلى قول الطحاوی نصف آية" (۱)

(۱) البحر الرائق:۱/۲۰۰،باب الحیض ،کتاب الطھارة ۔

یہ بات مناسب ہے کہ آپ لکڑی یا قلم کے سہارے الفاظِ قرآنی کی نشاندہی کریں اور خود ہاتھ نہ لگائیں، اگر آپ کے ارادہ کے بغیر بچوں نے آپ کے جسم سے قرآن لگا دیا، تو اس میں آپ پر کوئی گناہ نہیں، اور نہ اس کی وجہ سے کوئی کفارہ واجب ہے، جہاں تک کپڑے میں لگانے کی بات ہے تو اس میں تو یوں بھی کچھ حرج نہیں، آپ خود بھی بوقت ضرورت اپنے کپڑوں سے قرآن مجید کے اوراق کو چھو سکتی ہیں۔(۱)

حیض کی حالت میں مسجد سے گزرنا

سوال:- {337} ہم لوگ ایک ایسی مسجد کے روم میں رہتے ہیں جس کا دروازہ مسجد کے اندر ہے، مسجد کے اندر ہی سے آمد و رفت ہوتی ہے، میں بیوی کے ساتھ رہتا ہوں، تو حالتِ حیض میں بہ حالت مجبوری وہ مسجد کے اندر سے روم میں جاسکتی ہیں یا نہیں؟ واضح ہو کہ میں اس مسجد کا امام ہوں اور مسجد والوں نے ہمیں رہائش کے لئے یہی روم دیا ہے۔

(عابدہ عبداللہ، شاہین نگر)

جواب:- حالتِ حیض میں مسجد میں داخل ہونا، یا مسجد سے گزرنا جائز نہیں، ''أفاد منع الدخول ولو للمرور ''(۲) اس لئے آپ کو مسجد کے ذمہ داروں سے خواہش کرنی چاہئے کہ یا تو آپ کے لئے کسی اور مکان کا انتظام کریں یا ایسا راستہ نکالیں جو مسجد کے اندر سے نہیں گزرتا ہو۔

---

(۱) ''ولا بأس أن یمسھا بالکم ''(الفتاوی الھندیة :۱/۳۹،الفصل الرابع في أحکام الحیض والنفاس)محشی۔

(۲) رد المحتار:۱/۴۸۶،باب الحیض ، کتاب الطھارة ۔

معمول سے کم یا زیادہ ماہواری

سوال:- {338} عورت کو ماہواری کی مدت سے زیادہ خون آجائے تو کیا اس حالت میں وہ روزہ رکھ سکتی ہے؟ اور نماز پڑھ سکتی ہے؟ اسی طرح اگر عادت سے کم دنوں میں خون بند ہوجائے تو اس کے لئے کیا حکم ہوگا؟

(محمد عبدالرحمٰن، حیدر گوڑہ)

جواب:- اگر مقررہ عادت سے زیادہ ایام تک خون آئے، لیکن دس دنوں کے اندر ہی خون کا سلسلہ بند ہوجائے، تو جب تک خون آتا رہا ہے وہ پوری مدت حیض کی سمجھی جائے گی، ہاں اگر دس دنوں بعد بھی خون آتا رہا، تو مقررہ عادت تک حیض کا حکم ہوگا، اور اس کے بعد بیماری کا خون سمجھا جائے گا، لہذا بقیہ دنوں کی نماز کی قضا واجب ہوگی، —— اگر مدت سے کم میں خون بند ہوگیا، اور پھر خون نہیں آیا، تو اگر یہ خون کی بندش تین دنوں کے بعد ہوئی ہے، تو جب تک خون آیا وہ زمانۂ حیض ہے، اور اس کے بعد کا زمانہ پاکی کا ہے، اور اگر تین دنوں کے اندر ہی خون بند ہوگیا اور پھر خون نہیں آیا تو یہ استحاضہ اور بیماری کا خون تصور کیا جائے گا، فقہ کی کتابوں میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔(۱)

ایام عادت سے زیادہ خون آئے تو بیوی سے قربت؟

سوال:- {339} (الف) اگر عورت کے ماہواری کے دن عادت سے زیادہ ہوجائیں تو کیا اس حالت میں شوہر اس

---

(۱) "و أما صاحبة العادة فی الحیض إذا کانت عادتها عشرة ، فزاد الدم علیها ، فالزیادة استحاضة ، و إن کانت عادتها خمسة ، فالزیادة علیها حیض إلی تمام العشرة ، لما ذکرنا فی المبتدأة بالحیض ، و إن جاوز العشرة ، فعادتها حیض ، و مازاد علیها استحاضة" (بدائع الصنائع:۱/۱۵۸،باب الحیض ، کتاب الطهارة) محشی۔

کے ساتھ تعلق قائم کرسکتا ہے؟

(ب) اگر مقررہ مدت سے کم میں خون رک جائے اور عورت غسل کرلے تو کیا شوہر اس سے مل سکتا ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- (الف) اگر ایام، عادت سے بڑھ جائیں لیکن ابھی دس دن نہ پورے ہوئے ہوں، تو یہ زیادہ ایام بھی حیض ہی کے ہیں، اگر خون آتے ہوئے عورت غسل کرلے پھر بھی اس حالت میں اس سے تعلق قائم کرنا درست نہیں۔

(ب) اگر ایام عادت سے کم میں خون بند ہوجائے اور عورت غسل کرلے تو فقہاء نے لکھا ہے کہ زمانۂ عادت پوری ہونے تک احتیاط کے پہلو پر عمل کرے، یعنی نماز ادا کرے، روزہ رکھے، لیکن میاں بیوی کے تعلق سے اجتناب برتے، جب ایام عادت پورے ہوجائیں تو اب میاں بیوی کے تعلق میں کوئی کراہت نہیں۔

"لو انقطع دمها دون عادتها يكره قربانها ، و إن اغتسلت حتى يمضى عادتها و عليها أن تصلى و تصوم احتياطا"(۱)

حیض میں جماع سے کفارہ

سوال:- {340} جماع فی الحیض کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کے مرتکب پر کوئی کفارہ بھی ہے؟ (محمد حسن علی مظاہری)

جواب:- جماع حیض میں کتاب اللہ کی صریح نہی کی بنا پر حرام ہے، (۲) ائمہ اربعہ

(۱) الفتاوی الهندية:۱/۳۹،الفصل الرابع في أحكام الحيض و النفاس ۔

(۲) ﴿ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ ﴾ (البقرة : ۲۲۲) محشی۔

کے نزدیک کوئی کفارہ واجب نہیں، (۱) بعض روایات میں ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کا حکم ہے، (۲) یہ عام فقہاء کے نزدیک تہدید اور تورع پر محمول ہے، اصحاب ظواہر واجب کہتے ہیں اور امام احمدؒ کی طرف بھی ایک قول اس طرح کا منسوب ہے۔ (۳)

حالتِ حیض میں آیتِ کریمہ کی تلاوت

سوال:- {341} ایک بالغہ لڑکی کے لئے کیا ماہواری کے دنوں میں آیتِ کریمہ کا پڑھنا یا قرآن شریف کی تلاوت کرنا جائز ہے؟ (ایک بہن، عادل آباد)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے حیض اور حالتِ جنابت میں قرآن مجید کی تلاوت سے منع فرمایا ہے: ''لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئا من القرآن'' (۴) اس لئے فقہاء نے حالتِ حیض میں نماز، روزہ اور قرآن کی تلاوت کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے، (۵) پس

---

(۱) " فقال مالك و الشافعي وأبوحنيفة يستغفر الله ولا شئ عليه ، وقال أحمد يتصدق بدينار أو نصف دينار " (بداية المجتهد :۱/۴۳)

(۲) ''عن النبي ﷺ في الرجل يأتي امرأته و هي حائض ، فيتصدق بدينار أو بنصف دينار ، عن عبد الله بن عباس ﷺ،(سنن نسائي ،حدیث نمبر:۲۹۰، باب ما يجب على من أتى حليلة في حال حيضتها بعد علمه بنهي الله عز و جل عن وطئها، كتاب الطهارة) محشی۔

(۳) " فقال مالك و الشافعي وأبوحنيفة يستغفر الله ولا شئ عليه ، وقال أحمد يتصدق بدينار أو نصف دينار " (بداية المجتهد :۱/۴۳)

(۴) الجامع للترمذي ،حدیث نمبر:۱۳۱،عن عبد الله بن عمر ﷺ ،باب ما جاء فى الجنب و الحائض أنهما لا يقرأن القرآن، أبواب الطهارة ۔

(۵) بدائع الصنائع :۱/۱۶۳۔

" و أما حكم الحيض و النفاس ، فمنع جواز الصلاة ، و الصوم ، و قراءة القرآن " (بدائع الصنائع :۱/۱۶۳،باب الحيض و النفاس ، كتاب الطهارة) محشی۔

اس حالت میں قرآن مجید کی ایک یا اس سے زیادہ آیات کا تلاوت کی نیت سے پڑھنا درست نہیں، ہاں اگر قرآن مجید میں کوئی دعا منقول ہو، اور اسے دعا کے ارادہ سے پڑھا جائے، تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ اس صورت میں دعا مقصود ہے نہ کہ تلاوتِ قرآن۔(۱)

تین دنوں کے بعد خون نہ آئے

سوال:- {342} حیض تین دن آتا رہا، اور تیسرے دن کے بعد بند ہوگیا، چوتھے دن غسل کرکے نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں یا پانچ، سات دنوں تک حیض شمار کئے جائیں گے؟

(سیدہ افشاں سلطانہ، ملے پلی)

جواب:- حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے، اگر تین دن پر خون بالکل بند ہوجائے اور سفید مادہ آنے لگے تو اب پاکی حاصل ہوگئی، نماز ادا کرنی چاہئے، ہاں، اگر کسی عورت کی عادت ہی پانچ یا سات دن کی بندھی ہوئی ہے، کسی ماہ میں اتفاق سے تین ہی دن خون آیا، تو ایسی صورت میں اپنی عادت کے مطابق پانچ یا سات دن تک انتظار کرے، اگر تین دن کے بعد پھر خون آجائے تو حسب عادت اس کے پانچ یا سات دن حیض کے سمجھے جائیں گے، اور اگر تین دنوں کے بعد پھر خون نہیں آیا، تو تین دن حیض کے ہیں، باقی دن پاکی کے، ان باقی دنوں کی نماز کی قضاء کرلینی چاہئے۔

غسل کے بعد خون آئے

سوال:- {343} (الف) اگر کسی عورت کو غسل حیض

---

(۱) "ولو أنه قرأ الفاتحة على سبيل الدعاء أو شيئا من الآيات التي فيها معنى الدعاء و لم يرد به القراءة فلا بأس به" (البحر الرائق ۱/۱۹۹، باب الحيض، كتاب الطهارة) محشی۔

کے بارہ دن بعد خون آئے تو کیا یہ خون حیض کا ہوگا ؟ اور اگر حیض کا سمجھ کر نماز نہیں پڑھی، لیکن تین دن تین رات سے پہلے خون موقوف ہو گیا، تو جو نمازیں چھوڑ دی ہیں، کیا ان کی قضاء لازم ہوگی؟

(ب) یہ بھی بتائیے کہ دو حیض کے درمیان پاک رہنے کی کم سے کم مدت کیا ہے؟ (.........قدیم ملک پیٹ)

جواب:- (الف) اگر حیض کا خون تین دن یا اس سے زیادہ آچکا تھا اور غسل کرنے کے بارہ دن بعد پھر خون کا سلسلہ شروع ہوا، تو یہ استحاضہ اور بیماری کا خون ہے نہ کہ حیض کا، اس میں نماز نہیں چھوڑنی چاہئے، اگر خون کا تسلسل ہو تو ہر نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد تازہ وضوء کر لیا جائے، اور اسی حالت میں نماز ادا کی جائے۔

(ب) دو حیض کے درمیان پاک رہنے کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہے۔ ''أقل الطهر خمسة عشر يوما ولا غاية لأكثره''(۱) —— لہذا پندرہ دن پورے ہونے سے پہلے جو خون آئے وہ حیض نہیں ہے۔

حالتِ حیض میں دینی رسائل کا مطالعہ

سوال:- {344} کیا عورت حالتِ حیض میں یا مرد یا عورت حالتِ جنابت میں ''پاکیزہ آنچل'' اور ''ہدیٰ'' جیسے رسائل کا مطالعہ کر سکتے ہیں؟ کیونکہ ان کتابوں میں احادیث کی روشنی میں دینی مسائل اور عربی زبان میں بزرگانِ دین کے وظائف شائع ہوتے ہیں۔ (محمد افسر، کریم نگر)

(۱) الفتاوى الهندية: ۱/ ۳۷۔

جواب:- جس پر غسل یا وضو واجب ہو، اس کے لئے قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں، البتہ کوئی ایسی کتاب جس میں زیادہ حصہ دوسرے مضامین یا دعاؤں وغیرہ کا ہو اور کچھ آیات اور قرآنی دعائیں بھی لکھی ہوئی ہوں، ان کو بغیر غسل اور بغیر وضوء کے چھونا جائز ہے، البتہ جہاں پر آیت لکھی ہوئی ہو، خاص اس جگہ ہاتھ نہیں لگانا چاہئے اور نہ اسے پڑھنا چاہئے، قرآن کے علاوہ دوسرے دینی مضامین اور کتابیں اس حالت میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔

ناپاکی کی حالت میں دینی کتابوں کو ہاتھ لگانا

سوال:- {345} میں ایک دینی جامعہ میں تعلیم حاصل کرنے جاتی ہوں، جہاں دینی وعصری تعلیم دی جاتی ہے، تو کیا میں ماہواری کی حالت میں اسکول جا سکتی ہوں، اور دینی کتابوں کا مطالعہ کر سکتی ہوں؟ کیونکہ اس کے اندر چیدہ چیدہ قرآنی آیات ہوتی ہیں، اور بعض کتابیں عربی زبان میں ہیں، کیا میں ان کو ہاتھ لگا سکتی ہوں؟

(ایک دینی بہن، رحمت نگر، یاقوت پورہ)

جواب:- ناپاکی کی حالت میں قرآن مجید یا ایسی تفسیر کو چھونا جائز نہیں، جس میں قرآن کے کلمات غالب ہوں، اور تفسیری کلمات کم ہوں، دوسری اسلامی کتابوں کو اس حالت میں بھی چھونا جائز ہے، چاہے اردو میں ہو، یا عربی میں، البتہ جس جگہ آیت لکھی ہے وہاں ہاتھ نہ لگائیں، ”ورخص المس باليد في الكتب الشريعة إلا التفسير“ (۱)

ایام کی حالت میں ترجمۂ قرآن مجید کا مطالعہ

سوال:- {346} حالتِ ایام میں غلطی سے ایسی کتابیں

(۱) دیکھئے: تحفة الأحوذي :۶/۲۳۔

اور رسالے اٹھانے میں آجائیں جن میں قرآن شریف کی آیتیں ہوں، جیسے " منصف کا منارۂ نور ایڈیشن" تو ایسی صورت میں کیا کفارہ ادا کرنا چاہئے؟ اگر قرآن شریف کی عربی آیات کے بجائے صرف ان آیات کا ترجمہ اس حالت میں پڑھا جائے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

(ایک بہن، آصف آباد)

جواب:- ناپاکی کی حالت میں غلاف کے بغیر قرآن مجید کا چھونا جائز نہیں، جن کتابوں میں دوسرے مضامین بھی ہوں، اور قرآن کی آیات بھی، ان میں خاص طور پر آیات قرآنی کی عربی عبارت کو ہاتھ لگانا تو درست نہیں، لیکن اس سے بچتے ہوئے ایسے رسائل یا کتاب کو ہاتھ میں لینا یا آیات قرآنی کی جگہ چھوڑ کر دوسرے حصہ کو چھونا درست ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں، فقہ حنفی کی مشہور کتاب "حاشیة الطحطاوی" میں ہے:

"وفیما عدا المصحف إنما یحرم من الکتابة لا الحواشي"(۱)

اکثر فقہاء کے نزدیک قرآن مجید کا ترجمہ بعینہ قرآن نہیں، (۲) اس لئے صرف ترجمۂ قرآن کے حصہ کو اس حالت میں چھونے کی گنجائش ہے، اگر خدانخواستہ نادانستہ طور پر اس حالت میں قرآن کو ہاتھ لگادیں تب بھی کفارہ واجب نہیں، استغفار کرلینا چاہئے، لیکن آپ نے جو صورتیں لکھی ہیں یہ تو جائز اور درست ہیں ہی، اس لئے ان صورتوں میں کفارہ واجب ہونے کے کوئی معنی نہیں۔

---

(۱) طحطاوی علی مراقی الفلاح :ص:۷۷۔

(۲) "وقد جوز بعض أصحابنا مس کتب التفسیر و الحدیث" ،(طحطاوی علی مراقی الفلاح : ص: ۷۷) محشی۔

حالتِ حیض میں زبانی تلاوت

سوال:- {347} ایک صاحب علم دین سے واقف ہیں، ان کا کہنا ہے کہ خواتین دوران ماہواری بغیر دیکھے قرآن پڑھ سکتی ہیں، اس سلسلہ میں حوالہ کے ساتھ شرعی حکم بتائیں؟

(ایم، اے، وحید، مرادنگر)

جواب:- جنابت اور حیض کی حالت میں نہ قرآن مجید غلاف کے بغیر چھونا جائز ہے، اور نہ پڑھنا، ہاں جو شخص وضو کی حالت میں نہ ہو، لیکن اس پر غسل بھی واجب نہ ہو ایسا شخص قرآن مجید کو چھوئے بغیر پڑھ سکتا ہے، جہاں تک آیات قرآنی کو صرف دیکھنے کی بات ہے تو یہ ان لوگوں کے لئے بھی جائز ہے جن کو غسل کی ضرورت ہو، —— ماہواری کی حالت میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت صریح حدیث سے ثابت ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" لا تقرأ الحائض ولا الجنب شيئا من القرآن "(۱)

’’جو عورت ماہواری کی حالت میں ہو اور جس مرد یا عورت پر غسل واجب ہو، وہ قرآن مجید نہ پڑھے‘‘

البتہ ایک آیت سے کم حصہ کی تلاوت کرنا یا کسی آیت کو تلاوت قرآن کی نیت سے نہیں بلکہ دعا و ذکر کی نیت سے پڑھنا۔ جیسے: ﴿ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ وغیرہ جائز ہے۔(۲)

---

(۱) الجامع للترمذي ، حدیث نمبر:۱۳۱، (عن عبد الله بن عمر ﷺ ، باب ماجاء فی الجنب و الحائض أنهما لا يقرآن القرآن ، ابواب الطهارة) محشی۔

(۲) دیکھئے: فتح القدير :۱/۱۶۸، نیز دیکھئے: مراقي الفلاح :ص:۷۷، كتاب الطهارة ۔

حائضہ کا پکوان وغیرہ

سوال:- {348} عورتوں پر حالتِ حیض میں کب غسل واجب ہے؟ اور کیا حائضہ عورت کا پکا ہوا کھانا کھانا اور اس حالت میں عورت کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا جائز ہے؟

(حکیم واسع موہانی، یاقوت پورہ)

جواب:- جب تک خون کا سلسلہ بالکل ختم نہ ہو جائے یا حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن نہ گزر جائے، عورت ناپاک ہے، حیض کی حالت میں صرف میاں بیوی کے خصوصی تعلق کی ممانعت ہے، ان کی پکائی ہوئی چیز کھانا، ساتھ سونا اور رہنا اور اس تعلق کے علاوہ تمام افعال جائز ہیں، رسول اللہ ﷺ ازواجِ مطہرات کے ساتھ اس حالت میں بھی سوائے خصوصی تعلق کے باقی ہر طرح کا تعلق رکھتے تھے، (۱) اس لئے اس میں حرج نہیں۔

حالتِ حیض کی نمازیں اور روزے

سوال:- {349} اگر کسی خاتون کی حیض کی وجہ سے روزے، نماز اور تراویح چھوٹ گئی ہوں، تو کیا ان کی قضاء لازم ہوگی، یا کم سے کم ان کو احتیاطاً ادا کر لینا بہتر ہوگا؟

(ناصرہ بیگم، یاقوت پورہ)

---

(۱) "كانت اليهود إذا حاضت المرأة منهم لم يؤاكلوهن، ولم يشاربوهن، و لم يجامعوهن في البيوت"، فسألوا نبي الله ﷺ عن ذلك؟ فانزل الله عزوجل ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى﴾ (البقرة : ۲۲۲) فأمرهم رسول الله ﷺ: "أن يواكلوهن، و يشاربوهن، و يجامعوهن في البيوت، و ان يصنعوا بهن كل شئى ما خلا الجماع" عن أنس ﷺ سنن النسائي : حديث نمبر : ۲۸۹، (باب تأويل قول الله عزوجل "و يسئلونك عن المحيض" كتاب الطهارة) محشی۔

جواب:- حالتِ حیض میں جو نمازیں — تراویح وغیرہ — چھوٹ گئی ہیں، ان کی قضاء کرنے کی ضرورت نہیں، نہ قضاء واجب ہے اور نہ مستحب، شرعاً جس چیز کا ثبوت ہی نہ ہو، اس کا کرنا مستحب نہیں، بلکہ بدعت ہے، ہاں روزوں کی قضاء واجب ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں یہی کرتے تھے، حالتِ حیض کے روزوں کی قضاء کرتے اور نماز کی قضاء نہیں کرتے تھے۔(۱)

متبرک چیزوں کو ناپاکی کی حالت میں کھانا

سوال:- {350} حج سے لائی ہوئے چیزیں، مثلاً: کھجور، انجیر، پستہ اور پانی، کیا یہ سب چیزیں ناپاکی کی حالت میں کھانا درست ہے، یا نہیں؟　　(حنا کوثر، عادل آباد)

جواب:- کھانے پینے کی چیزوں کو پاکی کی حالت میں استعمال کرنے کی کوئی شرط نہیں، گو وہ متبرک ہی کیوں نہ ہو، جیسے: زمزم کا پانی، مدینہ کی کھجور وغیرہ، اس لئے حج کے موقع سے لائی ہوئی چیزوں کو ناپاکی کی حالت میں کھانا درست ہے۔

''کاپرٹی'' لگانے پر ایام حیض بڑھ جائیں

سوال:- {351} کسی عورت کی عادت آٹھ دن کی رہی ہو، اس نے ''کاپرٹی'' لگایا اور اب اس کو بارہ دن خون

---

(۱) ''إن إمرأة سألت عائشة، قالت: اتقضی أحدانا صلاتها ایام محیضها؟ فقالت: أحرورية انت؟ قد كانت إحدانا تحیض فلا تؤمر بقضاء'' عن معاذة ﷺ، (الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۳۰، باب ماجاء في الحائض أنها لا تقضی الصلاة، ابواب الطهارة، نیز دیکھئے: سنن النسائی، حدیث نمبر: ۳۸۲، باب سقوط الصلاة عن الحائض)۔ محشی۔

آنے لگے، تو کتنے ایام حیض کے سمجھے جائیں گے اور کتنے ایام
بیماری کے؟　　(نظام الدین، دہلی)

جواب:- امام ابوحنیفہؒ کے یہاں حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے، اور اصول یہ ہے کہ حیض مقررہ مدت سے بڑھ جائے اور دس دن کو بھی پار کر جائے، تو عادت کے ایام حیض کے شمار کئے جاتے ہیں، اور بقیہ ایام بیماری (استحاضہ) کے، لہذا اس صورت میں چار دن استحاضہ کے سمجھے جائیں گے دس دن گذرتے ہی غسل کرلے گی ، اور نویں دسویں دنوں کی نمازوں کی قضا کرے گی، ہاں اگر آٹھ دن سے بڑھ کر دس دنوں پر ماہواری تھم جائے تو پورے دس دن حیض کے شمار ہوں گے۔(۱)

مانع حیض دواؤں کا استعمال کرنا

سوال:-{352} بعض ایسی دوائیں ہوتی ہیں جن کے کھلانے سے ماہواری نہیں آتی، اگر قریب البلوغ لڑکیوں کے بلوغ کو روکنے کی غرض سے ایسی دوائیں کھلائی جائیں تو کیا شریعت میں ایسا کرنے کی گنجائش ہے؟　　(نوید عزیز)

جواب:- ایسا کوئی بھی عمل جو صحتِ انسانی کے لئے مضر ہو، انسان کی فطری قوت و صلاحیت کو ضائع یا کمزور کرتا ہو، کسی شرعی ضرورت کے بغیر مناسب نہیں، طبی اعتبار سے ماہواری کو مسلسل روکے رکھنا صحت کے لئے نقصان دہ ہے، اس لئے ایسا نہ کیا جائے، ہاں! کسی ضرورت کے تحت عارضی طور پر اس کا استعمال کرنا درست ہے، مثلاً ایام حج میں ایسی دوا کھالی جائے کہ تمام افعالِ حج اپنے وقت پر ادا ہو جائیں، تو قباحت نہیں۔

---

(۱) "وإن كانت عادتها خمسة فالزيادة عليها حيض معها إلى تمام العشرة" (بدائع الصنائع : ۱/۱۵۸، باب الحيض ، كتاب الطهارة) محشی۔

یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ اگر مصنوعی طور پر حیض نہ آنے دیا جائے، لیکن لڑکی کی عمر ۱۵ر سال ہو جائے، تو اس سے وہ تمام احکام متعلق ہوں گے، جو بالغوں کے ہیں، نماز روزہ اور مالدار ہونے کی صورت میں زکاۃ وغیرہ ادا کرنی ہوگی۔

اگر تین دن کے بعد وقفہ سے خون آئے؟

سوال:- {353} بعض خواتین کو حیض تیسرے دن بند ہو جاتا ہے، اس کے باوجود وہ پاک نہیں ہوتیں، مکمل دس دن کے بعد ہی نہا کر پاک ہوتی ہیں، تو کیا تیسرے دن حیض بند ہونے کے بعد چوتھے روز سے نہا کر پاک نہیں ہو سکتیں؟

(ق، ر، ا، دجے نگر کالونی)

جواب:- اگر تین دن کے بعد پوری طرح پاکی کی کیفیت حاصل نہیں ہوتی، یا وقفہ کے ساتھ دس روز تک خون آنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو یہ پورے دس دن ناپاکی کے سمجھے جائیں گے۔

" وأكثره عشرة بلياليها للنص في عدده ... وليس الشرط دوامه، فانقطاعه في مدته كنزوله " (۱)

دس دن سے زیادہ خون آئے

سوال:- {354} کسی عورت کے حیض کی مدت پانچ، یا سات یا نو دنوں کی ہوتی ہے، اگر ان دنوں کے بعد بھی حیض جاری رہا تو کیا اس صورت میں فرض یا نفل روزہ رکھ سکتے ہیں؟

---

(۱) طحطاوی: ص: ۷۵۔

ایک خاتون کی عمر ۴۵ رسال ہے لیکن ماہواری چودہ، پندرہ دن تک چلی جاتی ہے، کیا وہ رمضان کا روزہ رکھ سکتی ہیں؟

(عائشہ پروین، شاہین نگر)

جواب:- اگر کسی عورت کی عادت متعین ہو اس سے زیادہ حیض کا سلسلہ جاری رہے، یہاں تک کہ دس دنوں سے بھی زیادہ کی مدت ہو جائے تو ایام عادت کا خون حیض سمجھا جائے گا، اور اس کے بعد کا استحاضہ، اور اگر کوئی عادت متعین نہ ہو، کبھی سات، کبھی آٹھ، کبھی نو دن خون آتا ہو، اور اسے دس دن سے زیادہ خون آیا تو دس دن حیض سمجھا جائے گا اور باقی استحاضہ۔(۱)

استحاضہ کا خون دراصل بیماری کا خون ہے، اسی حالت میں نماز بھی پڑھ سکتی ہے، اور روزہ بھی رکھ سکتی ہے، اور اس کا شوہر اس سے ہم آغوش بھی ہو سکتا ہے۔

"ودم الاستحاضة كالرعاف الدائم لا يمنع الصلاة ولا الصوم ولا الوطأ" (۲)

۴۵ رسال کی عورت کو بھی ماہواری جاری رہ سکتی ہے، اس لئے ان خاتون کو چاہئے کہ دس دنوں تک تو روزہ سے رکی رہیں، اس کے بعد روزہ رکھ لیں، کیونکہ یہ زائد ایام استحاضہ کے ہیں۔

زمانۂ حیض میں مٹیالا خون

سوال:- {355} میری بھابھی کو پچھلے ڈیڑھ سال سے حیض شروع ہونے کے دو دن پہلے مٹی کے کلر میں لیکوریا ظاہر ہوتا ہے، پھر تیسرے دن سے حیض کے دن شروع ہوتے ہیں، اور حیض سات دن میں ختم ہوتا ہے، اگر ان دنوں کو ملایا جائے تو

---

(۱) دیکھئے: بدائع الصنائع: ۱/ ۱۵۸۔

(۲) الفتاوی الهندية: ۱/ ۳۹۔

دس دن ہو جاتا ہے، کیا ان دنوں میں نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

(صفیہ بیگم، ملک پیٹ)

جواب:- امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حیض کے خون کے لئے کوئی رنگ متعین نہیں، زمانۂ حیض میں کسی بھی رنگ کا خون نظر آئے وہ حیض ہی ہے، اور حدیث سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے،(۱) حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دنوں ہے، لہٰذا مجموعی مدت ملا کر مدت حیض کے دائرہ ہی میں رہتی ہے، لہذا یہ پورے دس دن حیض کے تصور کئے جائیں گے،(۲) اور ان دنوں میں وہی احکام ہوں گے، جو حیض والی عورتوں کے ہیں، نماز نہیں پڑھیں گی۔

حیض ونفاس کی حالت میں غسل

سوال:- (356) کیا حیض و نفاس کی حالت میں جب تک پاک نہ ہو جائے غسل کرنا منع ہے؟ اکثر عورتیں حیض ونفاس کی حالت میں غسل کرنے کو صحیح نہیں سمجھتیں۔

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- حیض ونفاس کی حالت میں نظافت کے نقطۂ نظر سے غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں، ہاں! اگر طبی نقطۂ نظر سے ڈاکٹر منع کریں تو ان کے مشورہ پر عمل کرنا چاہئے، فقہاء نے

---

(۱) " أن النساء كن يبعثن بالكرسف إلى عائشة رضى الله تعالىٰ عنها فكانت تقول : لا حتى ترين القصة البيضاء" (المؤطأ للإمام مالك :۱/۵۹۱، نیز دیکھئے: مصنف ابن عبد الرزاق، حدیث نمبر:۱۱۵۹) محشی۔

(۲) " أما المبتدأة بالحيض ، وهي التى ابتدأت بالدم و استمر بها ، فالعشرة من أول الشهر حيض : لأن هذا دم في أيام الحيض ، و أمكن جعله حيضا فيجعل حيضا" (بدائع الصنائع :۱/۱۵۸، باب الحيض و النفاس ، كتاب الطهارة ، كتاب الطهارة) محشی۔

وقوف عرفہ کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ یہ غسل نظافت ہے، اس لئے حائضہ عورتوں کو بھی یہ غسل کرنا مسنون ہے۔

"صرحوا بأن هذه الاغتسالات الأربعة للنظافة لا للطهارة "(۱)

حالتِ حیض ونفاس میں تسبیحات

سوال:- {357} کیا خواتین حالتِ حیض ونفاس میں صبح وشام کی تسبیحات پڑھ سکتی ہیں؟ نیز کیا قرآن کریم اور احادیث کا ناپاکی کی حالت میں پڑھنا جائز ہے؟

(ایک بہن، تانڈور)

جواب:- حالتِ حیض ونفاس اور جنابت میں قرآن کی تلاوت کرنا جائز نہیں، باقی تسبیحات پڑھنے میں کچھ حرج نہیں، بلکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جب نماز کا وقت شروع ہو تو حائضہ عورت کے لئے مستحب ہے کہ اسی حالت میں وضو کرلے، گھر میں جس جگہ نماز ادا کرتی ہو، وہاں نماز کے بقدر بیٹھ کر تسبیح میں مشغول رہے۔

"يستحب للحائض إذا دخل وقت الصلاة أن تتوضأ وتجلس عند مسجد بيتها تسبح و تهلل قدر ما يمكن أداء الصلاة لو كانت طاهرة "(۲)

بلکہ بطور دعا یا ذکر نہ کہ بہ نیتِ تلاوت قرآن کی کوئی آیت پڑھ لے تو بھی کچھ حرج نہیں، کیونکہ مقصود تلاوت نہیں۔

---

(۱) رد المحتار:۱/۳۰۹۔

(۲) الفتاوى الهندية :۱/۳۸،الفصل الرابع في أحكام الحيض و النفاس و الاستحاضة ، كتاب الطهارة ۔

"و لو أنه قرأ الفاتحة على سبيل الدعاء أو شيئا
من الآيات التى فيها معنى الدعاء ولم يرد به
القرآن فلا بأس به"(۱)

حدیث کے احکام وہ نہیں ہیں جو قرآن کے ہیں، صرف قرآن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہدایت دی کہ حائضہ اور جنبی نہ پڑھیں ۔(۲) حدیث کے بارے میں ایسی ممانعت منقول نہیں، کیونکہ حدیث کے الفاظ بعینہ اللہ تعالی کے نہیں ہیں، بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ بعینہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہوں، کیونکہ بعض اوقات صحابہ ﷺ نے منشاءِ نبوی کو اپنے الفاظ میں ذکر فرمایا ہے اور حائضہ جب تک مدت حیض نہ گزر جائے پاک ہونے سے عاجز ہے، اس لئے اس حالت میں حدیثیں پڑھ سکتی ہیں، ہاں، اگر جنبی ہوں، تو چونکہ جنبی کسی بھی وقت پاکی حاصل کرسکتا ہے، اس لئے اس کے حق میں ناپاکی کی حالت میں حدیث پڑھنا مکروہ ہے، کیوں کہ فقہاء نے تورات وانجیل کو بھی حالت جنابت میں پڑھنے کو ناپسند کیا ہے۔(۳)

ولادت کے بعد غسل اور نماز

سوال:- {358} اکثر عورتیں بچہ تولد ہونے کے بعد چالیس دن تک نماز نہیں پڑھتیں، اور چالیس دن کے بعد پانی پر کچھ دعا پڑھ کر پھونکتی ہیں، اور اس سے نہاتی ہیں، ایام حیض کے بعد جب غسل کرتی ہیں، تو اس وقت بھی پانی پر کچھ دعاء پڑھ کے غسل کرتی ہیں، کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ (ایک بہن، بی بی کا چشمہ)

---

(۱) مراقي الفلاح :۱/۷۷، باب الحيض ، كتاب الطهارة۔ محشی۔

(۲) الجامع للترمذي ، حدیث نمبر:۱۳۱، عن عبد الله عمر ﷺ ، باب ما جاء فی الجنب و الحيض أنهما لا أقرآن القرآن ، أبواب الطهارة ۔

(۳) المحيط البرهاني :۱/۲۴۴، نیز دیکھئے: الكفاية على هامش فتح:۱/۱۴۸۔ مرتب۔

جواب:- (الف) ولادت کے بعد جو خون آتا ہے اسے نفاس کہتے ہیں، نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے، لیکن ہمیشہ چالیس دن ہی خون آنا ضروری نہیں، اگر چند دن خون آکر پاک صاف ہو جائیں، تو اب غسل کر کے نماز ادا کرنی چاہئے، اگر چالیس دن تک نماز نہ پڑھیں، تو خون بند ہونے کے بعد جو ایام گزرے ہیں، ان میں نماز نہ پڑھنے کا گناہ ہوگا، اور قضاء واجب ہوگی۔

(ب) ایسی کوئی مخصوص دعاء منقول نہیں، جو غسل کے پانی میں پھونک کر اس سے غسل کیا جائے، ہاں اگر ازراہ علاج کوئی ایسی دعاء جس میں مشرکانہ کلمات نہ ہوں، پڑھ کر دم کر کے اس سے غسل کرنے کو کہا گیا ہو، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

جن ایام میں زن وشو کا تعلق جائز نہیں

سوال:- {359} وہ کون سے مخصوص ایام ہیں جن میں شوہر بیوی سے میاں بیوی کے تعلق قائم نہیں کر سکتا؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- قرآن مجید نے حیض ونفاس کی حالت میں اس سے منع کیا ہے:

﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ﴾ (۱)

اس لیے اس حالت میں بیوی سے تعلق قائم کرنا حرام ہے، اگر جنابت کی حالت ہو تو حرام نہیں، (۲) اسی طرح اگر عورت کی صحت اس کی متحمل نہ ہو اور ڈاکٹر نے جماع سے منع کیا ہو، یا مرد کسی ایسی خطرناک بیماری میں مبتلاء ہو جو جماع سے متعدی ہوتی ہو، تو عورت کو ہمبستری کے لیے مجبور کرنا درست نہیں، کیوں کہ یہ عورت کو ضرر پہونچانا ہے، اور ظاہر ہے کہ اس کی اجازت نہیں۔

---

(۱) البقرة :۲۲۲۔
(۲) بدائع الصنائع :۱/۱۶۲۔

کتاب الفتاوی

دوسرا حصہ

کتاب الصلوۃ

نماز سے متعلق سوالات

نماز کے اوقات

مختلف مسجدوں میں اوقاتِ نماز کا فرق

سوال:- {360} نماز فجر کا مقررہ وقت کیا ہے؟
کیونکہ کچھ مسجدوں میں 5:35 اور کچھ مسجدوں میں 5:40
پر ہورہی ہے۔ (قدیر خان، بانسواڑہ)

جواب:- فجر کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے، اور اگر آسمان صاف ہو، ابر آلود نہ ہو، تو صبح کے اچھی طرح روشن ہوجانے (اسفار) کے بعد فجر کی نماز ادا کرنی مستحب ہے، البتہ حجاج کے لئے مزدلفہ میں اول وقت میں نماز ادا کرنا مستحب ہے(۱)

فجر کا وقت کافی طویل ہوتا ہے اور روشن صبح کا بھی اچھا خاصا وقت ہوتا ہے، ان اوقات میں اگر کسی مسجد میں چند منٹ پہلے اور کسی مسجد میں چند منٹ بعد نماز ادا کی جائے، تو کچھ حرج نہیں، بلکہ اس میں نمازیوں کے لئے سہولت ہے، کہ اگر ایک جگہ جماعت فوت ہوجائے، تو دوسری جگہ جماعت کا ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی مختلف مسجدوں میں اوقاتِ

(۱) بدائع الصنائع : ۱/۳۲۲۔

نماز میں فرق ہوا کرتا تھا، بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ مسجدِ نبوی ﷺ میں صحابہ ؓ نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی، اور جب واپس ہوئے، تو دوسری مسجدوں میں ابھی نماز ہو رہی تھی، (۱) اس لئے مختلف مسجدوں میں اوقات نماز کا فرق چنداں مضر نہیں۔

نمازِ تہجد کا وقت

سوال:- {361} نمازِ تہجد کے ابتدائی اور انتہائی وقت کی وضاحت فرمائیں۔ (محمد غوث الدین قدیر سلاخ پوری، کریم نگر)

جواب:- تہجد کا وقت وہی ہے جو عشاء کا وقت ہے، عشاء کی نماز کے بعد سے فجر کا وقت شروع ہونے تک کبھی بھی نمازِ تہجد پڑھی جا سکتی ہے، ہیثمی کی روایت ہے: ''عشاء کے بعد جو بھی نماز پڑھی جائے، وہ قیام لیل یعنی تہجد ہے'' (۲) فقہاء نے معمولات نبوی ﷺ (۳) کو سامنے رکھتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر ایک تہائی شب تہجد میں گزارنا چاہتا ہو تو رات کا درمیانی تہائی افضل ہے، ''فالثلث الأوسط أفضل من طرفيه'' (۴) اور نصف شب تہجد پڑھنا چاہتا ہو تو آخری نصف کو تہجد میں گزارنا افضل ہے: ''فقيام نصفه الأخير أفضل''۔ (۵)

نمازِ اشراق اور نمازِ چاشت کے اوقات

سوال:- {362} نمازِ اشراق اور نمازِ چاشت کے

---

(۱) دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۷۹، باب إذا صلى في جماعة ثم أدرك جماعة أيعيد؟ محشی۔

(۲) مجمع الزوائد: ۲/۲۵۲۔

(۳) " عن مسروق قال: سئلت عائشة رضي الله تعالى عنها أي العمل كان أحب إلى رسول الله ﷺ ؟ قالت: الدائم، قلت: متى كان يقوم ؟ قالت: كان يقوم إذا سمع الصارخ " (صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۱۱۳۲) محشی۔

(۴) مجمع الزوائد: ۲/۲۵۲۔

(۵) رد المحتار: ۲/۴۶۸۔

اوقات کیا ہوتے ہیں؟ یعنی نمازِ اشراق کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور کب تک ہم پڑھ سکتے ہیں؟ اسی طرح نمازِ چاشت کا وقت کب شروع ہوتا ہے اور کب تک ہم پڑھ سکتے ہیں؟ گھڑی کے وقت کے لحاظ سے بتلائیں تو مناسب ہوگا۔

(واحد علی، عثمانیہ یونیورسٹی)

جوابـ:- نمازِ چاشت کا وقت طلوع آفتاب کے بعد مکروہ وقت نکلنے کے بعد شروع ہوتا ہے، اور زوالِ آفتاب تک رہتا ہے، البتہ اس کا بہتر وقت دن کا چوتھائی حصہ نکلنے کے بعد ہے، علامہ علاء الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"ندب أربع فصاعدا في الضحى إلى الزوال ووقتها المختار بعد ربع النهار "(۱)

جہاں تک نمازِ اشراق کی بات ہے تو حدیث وفقہ کی اکثر کتب میں اس کا ذکر نہیں ملتا، البتہ امام غزالیؒ نے نمازِ اشراق اور چاشت کا ذکر کیا ہے (۲) اور لکھا ہے کہ نمازِ اشراق نمازِ چاشت ہی کا ایک حصہ ہے، پھر حضرت علی ﷺ سے حضور ﷺ کا یہ عمل نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ

---

(۱) الدر المختار :۱/۶۳۹۔

(۲) ماضی قریب کے مستند حنفی عالم، محدث وفقیہ علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے بھی نماز اشراق اور چاشت کو دو علیحدہ نماز کے طور پر ذکر کیا ہے اور دونوں کی فضیلتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ (دیکھئے: اعلاء السنن : ۷/۲۹ - ۳۰، باب النوافل و السنن)

شارح ترمذی علامہ سراج احمد کی بھی یہی رائے ہے، بلکہ انہوں نے سیوطی کے حوالہ سے ایک ایسی حدیث کی بھی تخریج کی ہے جس میں نماز اشراق کا تذکرہ ہے: "فقد أخرج اليسوطي عن أم هانی أن رسول الله ﷺ قال لها : " یا أم هانی ! هذه صلاة الاشراق "(دیکھئے حوالہ سابق)

علامہ علاء الدین علی متقی، مرتب کنز العمال کی بھی یہی رائے معلوم ہوتی ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی عظیم شاہکار تصنیف "کنز العمال " میں چاشت واشراق کی نمازوں کا الگ الگ باب کے تحت تذکرہ کیا ہے۔(دیکھئے: کنز العمال :۱/۷۸۹، باب صلاة الاشراق ،ط: بیت الأفكار الدولية) محشی

چاشت کی نماز دو وقتوں میں پڑھا کرتے تھے، ایک تو جب سورج ایک نیزہ یا دو نیزہ کے بقدر اوپر آجاتا تو دو رکعت پڑھتے اور جب سورج چوتھائی آسمان تک آجاتا تو چار رکعت پڑھتے۔(۱) آفتاب کے روشن ہوجانے کی کیفیت کو''اشراق'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، شاید اسی لئے اس وقت پڑھی جانے والی نماز کو''اشراق'' کہا جاتا ہے۔

اس لئے آپ اشراق کی نماز مکروہ وقت ختم ہوتے ہی پڑھ لیا کریں، وقت مکروہ ہندوستان میں بیس (۲۰) منٹ بعد ختم ہوجاتا ہے، اور چاشت کی نماز چوتھائی دن گزرنے کے بعد ادا کریں۔

مغرب کا وقت

سوال:- {363} غروب آفتاب کے بعد کب تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے؟ (عبداللہ، ٹولی چوکی)

جواب:- سورج ڈوبنے کے بعد آسمان کے کنارہ پر سرخی سی چھائی رہتی ہے، اس کے ختم ہونے کے بعد سفیدی آتی ہے، اس کو''شفق'' کہتے ہیں، جب تک شفق ڈوب نہ جائے مغرب کا وقت باقی رہتا ہے، (۲) کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جب تک شفق ڈوب نہ جائے مغرب کا وقت باقی رہتا ہے،''وقت المغرب مالم یغب الشفق ''(۳) صحیح وقت کا اندازہ کرنے کے لئے آپ مطبوعہ اوقات نماز، چارٹ یا ایسے کیلنڈر سے رجوع کریں جس میں اوقات نماز کی صراحت کی گئی ہو، بلکہ اب تو بعض اخبارات بھی اوقات نماز شائع کرتے ہیں، ان کی رہنمائی پر عمل کرلینا کافی ہے۔

---

(۱) دیکھئے: احیاء العلوم :۱/۲۳۱۔
(۲) بدائع الصنائع:۱/۳۲۰۔
(۳) صحیح مسلم ،حدیث نمبر:۶۱۲۔

اذان سے پہلے نماز

سوال:- {364} نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد اذان سے پہلے نماز پڑھ لی جائے تو کیا نماز قبول ہوگی؟

(شمیم سلطانہ، سالار نگر)

جواب:- نماز درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مقررہ وقت آجائے، اذان کا مقصد وقت کی اطلاع دینا ہے، اگر اذان وقت شروع ہونے کے تھوڑی دیر بعد ہو اور وقت شروع ہونے کے بعد نماز ادا کرلی جائے تو نماز ادا ہوجائے گی، البتہ جن لوگوں پر جماعت میں شریک ہونا واجب ہے وہ جماعت میں شریک نہ ہونے کی وجہ سے گنہگار ہوں گے، جن لوگوں کا جماعت میں شریک ہونا واجب نہیں، جیسے: خواتین، مریض، مسافر، ان کے لئے مضائقہ نہیں۔

عورتوں کا اذان سے پہلے نماز ادا کرنا

سوال:- {365} جب تک محلہ کی اذان نہ ہوجائے، کیا عورتیں نماز ادا کرسکتی ہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب تک محلہ کی اذان نہیں ہوجاتی، نماز ادا نہ کی جائے؟

(ایکس، وائی، زیڈ، چھتہ بازار)

جواب:- وقت شروع ہونے کے بعد اذان سے پہلے بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے، اذان اوقات نماز سے مطلع کرنے اور مسجد کی طرف بلانے کے لئے ہے، ایسا نہیں ہے کہ وقت شروع ہوجانے کے بعد جب تک اذان نہ ہوجائے، نماز ہی درست نہ ہو، اور خواتین کو تو یوں بھی گھر ہی میں نماز ادا کرنا بہتر ہے نہ کہ مسجد میں، اس لئے وہ اذان سے پہلے نماز ادا کرسکتی ہیں۔

قبل از وقت نماز

سوال:- {366} ہمارے محلہ کی مسجد میں جب میں مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے گیا تو اس وقت تک دو رکعت نماز ہو چکی تھی، اور اس وقت باہر کی مساجد سے اذان کی آواز آئی، سوال یہ ہے کہ جتنے لوگ بھی قبل از وقت اذان کے ساتھ جماعت میں نماز ادا کیے ان کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(شرف الدین قریشی، شہاب الدین حسامی، رحمت نگر)

جواب:- اگر قبل از وقت نماز پڑھ لی گئی، تو نماز کا دہرانا واجب ہے،(۱) لیکن اگر باہر کی مساجد میں اذان ہی چند منٹ کی تاخیر سے ہوئی ہو، اور کم سے کم نماز وقت شروع ہونے کے بعد پڑھی گئی ہو تو نماز ادا ہوگئی۔

رمضان المبارک میں فجر کی نماز معمول سے پہلے

سوال:- {367} اگر رمضان کے مہینہ میں فجر کی نماز مقررہ اوقات سے پہلے پڑھ لی جائے اور سحری اور نماز میں زیادہ وقفہ نہ رکھا جائے، کیوں کہ بعض لوگ سحری کے بعد آرام کی غرض سے لیٹ جاتے ہیں تو جماعت کے چھوٹ

---

(۱) کیوں کہ نماز اپنے وقت میں ہی فرض ہوتی ہے: ﴿ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا ﴾ (النساء: ۱۰۳) چنانچہ جب وقت سے پہلے ہی کوئی نماز ادا کر لی گئی، تو گویا وہ نماز فرض ہونے سے پہلے ہی پڑھ لی گئی ہے، اس لیے وقت آجانے کے بعد اس کا لوٹانا واجب اور ضروری ہے، علامہ آلوسیؒ نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے: ''محدود الأوقات لا يجوز اخراجها عن أوقاتها في شيئ من الأحوال'' (دیکھئے: تفسیر روح المعاني: ۲۰۲/۴) ''نماز کے اوقات محدود و متعین ہیں، وقت سے پہلے یا بعد، کسی بھی حالت میں اس کا ادا کرنا جائز نہیں'' محشی۔

جانے کا خدشہ رہتا ہے، کیا ایسا کیا جا سکتا ہے؟

(عظیم اللہ خاں، عمیر کھیڑ)

جواب:- صبح صادق ہونے کے بعد فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اگر رمضان المبارک میں اول وقت میں نماز ادا کر لی جائے تا کہ لوگوں کو سہولت ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگ جماعت میں شریک ہوں، تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیوں کہ یہ واقعہ ہے کہ فجر کی جماعت دیر سے رکھی جائے تو بہت سے لوگ سحری کھا کر سو جاتے ہیں اور نماز کے لیے اٹھ نہیں پاتے، احناف کے یہاں جو فجر میں تاخیر افضل ہے، وہ اسی لیے کہ اس میں زیادہ لوگوں کے جماعت میں شریک ہونے کی امید ہوتی ہے، اب اگر یہ مقصد اول وقت میں نماز پڑھنے سے حاصل ہوتا ہو، تو اسی وقت میں نماز ادا کرنا بہتر ہوگا۔(۱)

نماز کے درمیان دوسری نماز کا وقت شروع ہو جائے

سوال:- {368} صبح پانچ بجے نماز عشاء پڑھ رہا تھا کہ فجر کی اذان ہونے لگی، اور میں نماز پڑھتا رہا، کیا میری نماز پوری ہوگئی، یا قضاء نماز پڑھنی ہوگی؟

(محمد غوث الدین قدیر، کریم نگر)

جواب:- نمازیں وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے، اگر عشاء کی نماز مکمل ہونے سے پہلے ہی فجر کا وقت شروع ہو گیا، اور آپ نے عشاء کی نیت سے ہی نماز شروع کی تھی، تو آپ کی نمازِ عشاء ادا ہوگئی، اب دوبارہ قضاء کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ یہ قضاء کے حکم میں ہوگی اور ادا نماز کا ثواب نہیں ملے گا؟ اس میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اگر تحریمہ بھی

---

(۱) "يستحب الإسفار و هو التأخير للإضاءة بالفجر ... لأن في الإسفار تكثير الجماعة و في التغليس تقليلها و ما تؤدي إلى الكثير أفضل" (مراقي الفلاح مع الطحطاوي: ص:۱۲۱) محشی۔

وقت کے اندر باندھ لیا، تو اداء سمجھی جائے گی اور علامہ شامیؒ نے اسی کو قول مشہور قرار دیا ہے، دوسرا قول محیط کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جتنا حصہ وقت کے اندر پڑھا ہے، وہ اداء ہے، اور جو وقت گزرنے کے بعد پڑھا ہے، وہ قضاء ہے۔(۱) تیسرا قول یہ ہے کہ یہ قضاء کے حکم میں ہوگی اور اسی کو زیادہ صحیح قول قرار دیا گیا ہے:

" لو شرع في الوقتية عند المضيق ، ثم خرج الوقت في خلالها لم تفسد و هو الأصح " (۲)

(۱) رد المحتار :۲/۵۲۰-۵۱۹۔

(۲) مجمع الأنهر :۱/۱۷۶،باب قضاء الفوائت ۔ محشی۔

جن اوقات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

مکروہ اوقات کی مقدار

سوال:- {369} طلوع آفتاب کے کتنی دیر بعد دوسری نماز پڑھ سکتے ہیں، غروب آفتاب کے کتنی دیر بعد مغرب کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟ ظہر کا وقت شروع ہونے سے کتنی دیر پہلے سے نماز یا سجدہ کا ترک کرنا ضروری ہے؟

(محمد عبدالقادر پاشاہ، سدی عنبر بازار)

جواب:- جب آفتاب پوری طرح نکل آئے تو وقت مکروہ ختم ہوجاتا ہے، (۱) عام طور پر مکمل آفتاب نکلنے میں دس بارہ منٹ کا وقت لگتا ہے، اہل علم نے لکھا ہے کہ احتیاطاً بیس منٹ

(۱) فقہاء احناف کی کئی متداول کتابوں میں مختلف تعبیرات کے ساتھ یہ مسئلہ صراحت کے ساتھ مذکور ہے، فتاوی ہندیہ میں ہے: "ثلاث ساعات لا تجوز فیها المکتوبة ... إذا طلعت الشمس حتی ترتفع" (الفتاوی الهندیة: ۱/۵۲) حدیث پاک میں اس حکم کے اظہار کے لیے یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے: "لا صلوة بعد الصبح حتی ترتفع الشمس" (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۸۶، صحیح المسلم، حدیث نمبر: ۸۳۱) محشی۔

نماز سے توقف کیا جائے، ظہر سے پہلے جو وقت مکروہ ہے اس کا عرصہ بمقابلہ طلوع آفتاب کے کم ہے، اس لئے ظہر کا جو وقت اوقات نماز میں لکھا ہوتا ہے، اس سے پندرہ منٹ پہلے نماز ترک کردینی چاہئے، غروب آفتاب سے پہلے جب آفتاب زرد پڑ جائے اور اتنا تغیر ہو جائے کہ نگاہ قرص آفتاب پر ٹھہرنے لگے تو وقت مکروہ شروع ہو جاتا ہے، اور جونہی آفتاب غروب ہو جائے وقت مکروہ ختم ہو جاتا ہے۔

فجر و عصر کے بعد نماز

سوال:- {370} کوئی شخص نماز فجر اور نماز عصر باجماعت ادا کرتا ہو تو ایسا شخص ان دونوں نمازوں کے بعد کونسی نماز پڑھ سکتا ہے؟ (ایم، ایس، خان، اکبر باغ)

جواب:- فجر اور عصر کے بعد نفل نماز اور رکعات طواف پڑھنا مکروہ ہے، (۱) فرائض و واجبات پڑھی جا سکتی ہیں، چنانچہ فوت شدہ نمازوں کی قضاء، نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت ان اوقات میں بھی ادا کی جا سکتی ہیں۔

"تسعة أوقات يكره فيها النوافل وما في معناها إلا الفرائض ... فيجوز فيها قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة"(۲)

عصر کے بعد نماز طواف

سوال:- {371} اگر کوئی حنفی المسلک حاجی عصر کی

(۱) "عن عمر رضي الله عنه أن النبي ﷺ نهىٰ عن الصلاة بعد الصبح حتى تشرق الشمس و بعد العصر حتى تغرب" (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب الصلاة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس، حدیث نمبر:۵۸۱-۵۸۲-۵۸۵)

(۲) الفتاوى الهندية :۱/۵۲۔

نماز کے بعد طواف کرے تو مقام ابراہیم کے مقابل کی دو رکعات واجب طواف فوری ادا کر سکتا ہے؟ (عبدالحفیظ، مولاعلی)

جواب:- نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک حنفیہ کے نزدیک نماز طواف پڑھنا مکروہ ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے اس وقت کوئی نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے(۱) لہذا ایسی صورت میں دوگانہ طواف کو مؤخر کردے، مغرب کی فرض ادا کرنے کے بعد پہلے طواف کی دو رکعتیں ادا کرلے، پھر مغرب کی سنت پڑھے:

"ولو طاف بعد العصر يصلي المغرب ثم ركعتي الطواف سنة المغرب" (۲)

غروب آفتاب کے وقت نماز عصر

سوال:- {372} اگر کوئی شخص عصر کی نماز جماعت سے نہ پڑھ سکا ہو تو کس وقت تک اس کو پڑھنے کی گنجائش ہے؟ کیا سورج ڈھلنے کے بعد بھی عصر کی نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- سورج جب ڈوبنے کے قریب ہو جائے یعنی یہ کیفیت ہو کہ سورج کی ٹکیہ پر نگاہ ٹھہرنے لگے، تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر اس دن کی عصر نہ پڑھی ہو، تو اس مکروہ وقت میں بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے:

"إلا عصر يومه ذلك ، فإنه يجوز اداء ه عند الغروب" (۳)

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۲۵۔ محشی۔

(۲) ردالمحتار: ۵۱۲/۳۔

(۳) الفتاوی الهندية: ۵۲/۱۔

اذان اورا قامت کا بیان

بے وضو اذان

سوال:- {373} کیا وضو کے بغیر اذان دینے کی اجازت ہے؟ (محمد غوث الدین قدیر سلاخ پوری، کریم نگر)

جواب:- بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ وضو کی حالت میں اذان دی جائے، (۱) کیونکہ اذان نماز کی دعوت ہے، اور جب ایک شخص نے خود وضو نہیں کیا تو گویا اس نے ابھی اپنے آپ کو نماز کے لئے تیار نہیں کیا اور دوسروں کو نماز کی دعوت دے رہا ہے، جو ظاہر ہے کہ مناسب عمل نہیں، مناسب طریقہ یہ ہے کہ آدمی پہلے اپنے آپ کو جس کارِ خیر کے لئے تیار کرلے، دوسروں کو اس کی دعوت دے، تاہم اگر بغیر وضو اذان دے ہی دے تو یہ بھی جائز ہے۔ (۲)

(۱) نبی ﷺ نے اس کی بہت تاکید فرمائی ہے، حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "لا یؤذن إلا متوضئ" "وضو کیا ہوا آدمی ہی اذان دے" (دیکھئے: السنن الکبری للبیهقي: ۱/۵۸۳، حدیث نمبر: ۱۸۵۸) محشی۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: "لا بأس أن یؤذن علی غیر وضوء، ثم ینزل فیتوضأ" (حدیث نمبر: ۲۱۸۸) محشی۔

" وينبغي أن يؤذن ويقيم على طهر ، فإن أذن على غير وضوء جاز " (۱)

وقت سے پہلے اذان

سوال:- {374} کیا اذان وقت شروع ہونے سے پہلے دی جاسکتی ہے؟ مثلا: فجر کی اذان کا وقت ۵/ ۳۷ منٹ پر شروع ہو تو کیا ۵/ ۳۰ پر اذان دی جاسکتی ہے؟

(محمد جاوید خان، وجے نگر کالونی)

جواب:- اذان کا مقصد نماز کا وقت شروع ہوجانے کی اطلاع دینا ہے، اگر وقت شروع ہوجانے سے پہلے ہی اذان دے دی جائے تو یہ مقصد فوت ہوجائے گا، اور لوگ بھی غلط فہمی میں پڑیں گے، اس لئے ظاہر ہے کہ وقت شروع ہونے کے بعد ہی اذان دینی چاہئے، قبل از وقت اذان دینی درست نہیں، اور اگر دے دی جائے تو اس کا اعتبار نہیں، خواہ فجر کا وقت ہو یا کسی اور نماز کا وقت، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال ؓ سے فرمایا کہ بلال! جب تک صبح طلوع نہ ہوجائے اذان نہ دو، "يا بلال ! لا تؤذن حتى يطلع الفجر " (۲) نیز حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ سے مروی ہے کہ حضرت بلال ؓ نے ایک بار صبح سے پہلے ہی اذان دے دی، تو آپ ﷺ نے ان کو اعلان کرنے کا حکم فرمایا کہ بندہ سو گیا تھا "إن العبد قد نام" (۳)

---

(۱) الهداية :۱/ ۲۸۲۔

(۲) السنن الكبرىٰ للبيهقي :۱/ ۵۶۵، حدیث نمبر: ۱۸۰۲، ابوداؤد میں بھی اس معنی کی حدیث: "حتى يستبين لك الفجر " کے الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے، (دیکھئے: أبوداؤد، حدیث نمبر: ۵۳۴، باب الأذان قبل دخول الوقت (محشی)

(۳) ابوداؤد، اسی طرح ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی، دار قطنی، دارمی، مصنف ابن ابی شیبہ، وغیرہ میں یہ حدیث "إن العبد قد نام " کے الفاظ کے ساتھ آئی ہے، اگرچہ مفہوم دونوں حدیث کا تقریبا برابر ہی ہے۔ (سنن أبوداؤد :۱/ ۷۹، حدیث نمبر: ۵۳۲، باب في الأذان قبل دخول الوقت)

تاکہ لوگوں کو غلط فہمی نہ ہو، معلوم ہوا کہ فجر میں بھی وقت شروع ہونے کے بعد اذان دینا ضروری ہے، قبل از وقت اذان دینی درست نہیں اور اگر دے دے تو اذان کا لوٹانا واجب ہے —— یہ حنفیہ کی رائے ہے، البتہ بعض فقہاء کے نزدیک صرف فجر کی نماز میں رات کے اخیر حصہ میں اذان دینے کی گنجائش ہے۔

اذان کہاں دی جائے؟

سوال:- {375} کیا حضور ﷺ کے زمانے میں اذان مسجد کے اندر ہوتی تھی جیسا کہ آج کل لوگوں نے رواج بنالیا ہے؟ ہم نے اپنی مسجد کے لوگوں سے کہا کہ باہر اذان دی جائے تو وہ ہم پر برس پڑے کہ ساری دنیا میں اندر ہی سے اذان دی جاتی ہے، اس سلسلہ میں وضاحت فرمائیں؟

(فرقان علی، مقام غیر مذکور)

جواب:- رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں اذان مسجد سے باہر ہوا کرتی تھی، (۱) بلکہ لاؤڈ اسپیکر کے رواج سے پہلے تک بھی مسجد کے ساتھ الگ اذان خانہ کا رواج تھا، جس سے اذان دی جاتی تھی، جب سے لاؤڈ اسپیکر کا سلسلہ شروع ہوا یہ سلسلہ متروک ہوگیا، فقہاء نے لکھا ہے کہ اذان مسجد کے باہر دی جانی چاہئے نہ کہ مسجد کے اندر، فتاوی خانیہ میں ہے:

---

(۱) چنانچہ بنی نجار کی ایک خاتون کی روایت ہے کہ میرا مکان مسجد نبوی کے اردگرد سب سے اونچا تھا، تو حضرت بلال ؓ فجر کی اذان اسی پر سے دیا کرتے تھے" (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۱۹، باب الأذان فوق المنارة) نیز حضرت بلال ؓ کے بارے میں حضرت موسیٰ کی روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ حضرت بلال ؓ اذان کے لیے مقام ابطح میں تشریف لے جاتے" "رأیت بلالا خرج إلی الأبطح فأذن" (أبوداؤد، حدیث نمبر: ۵۲۰) اس طرح کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں، جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صحابۂ کرام ؓ اذان مسجد کے باہر سے دیا کرتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک آواز پہونچ سکے۔ محشی

"ینبغی ان یؤذن في المئذنة أو خارج المسجد ولا یؤذن في المسجد" (۱)

''مناسب ہے کہ اذان خانہ پر یا مسجد سے باہر اذان دی جائے مسجد میں اذان نہ دی جائے''۔

مسجد سے باہر اذان دینے کا مقصود یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اذان کی آواز پہونچ جائے، اب لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے اس کے بغیر بھی دور تک آواز پہونچانے کا مقصد حاصل ہوجاتا ہے، اس لئے اس طرح بھی اذان دینے کی گنجائش ہے، مگر سنت سے قریب تر طریقہ یہ ہے کہ مسجد کے حدود سے باہر خواہ مسجد سے متصل ہی ہو، ایک کمرہ اذان کے لئے بنادیا جائے، جس میں لاؤڈ اسپیکر نصب ہو اور وہاں سے اذان دی جائے اس طرح ایک سنت پر بھی عمل ہوجائے گا، اور دور تک آواز پہونچانے کا مقصد بھی حاصل ہوگا، بہر حال ایسے مسائل پر باہمی الجھاؤ مناسب نہیں۔

کیا محلّہ کی اذان کافی ہے؟

سوال:- {376} ایک ایسا مقام جو بہ طور عبادت گاہ نماز کے لئے استعمال کیا جارہا ہے، یعنی جو مسجد کے مقصد سے تعمیر نہیں کیا گیا، جس میں محراب بھی نہیں ہے، لیکن جائے نماز بچھی رہتی ہے، جہاں مستقل طور پر کوئی پیش امام یا مؤذن بھی مقرر نہیں ہے، نماز سے پہلے کوئی صاحب اذان دیتے ہیں، تو کوئی صاحب امامت کرتے ہیں، فجر اور مغرب کی نماز ختم ہونے کے بعد ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ کیا آپ میں سے کسی نے اذان دی تھی، اگر جواب ملا کہ کسی نے بھی اذان نہیں

(۱) الفتاوی الخانیة علی هامش الفتاوی الهندیة :۱/۷۸، ط: مکتبہ زکریا دیوبند۔ محشی

دی تو کہا جاتا ہے کہ بغیر اذان کے نماز نہیں ہوتی، پھر اذان دی جاتی ہے، اور یہ صاحب امامت کرتے ہیں، ان مراحل کے طے ہونے تک نماز کا وقت ختم ہو چکا ہوتا ہے، اس بلڈنگ کے اطراف بہت سی مساجد ہیں، جہاں سے مسلسل ایک کے بعد ایک اذان کی آواز آتی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اطراف کی مساجد میں دی جانے والی اذانوں سے یہاں ادا کی گئی نماز ہو جائے گی، یا اس کے لئے علاحدہ اذان دینا چاہئے، جبکہ نماز کا وقت نکل چکا ہوتا ہے؟

(محمد وہاج الدین نظیر، راجولر، کرناٹک)

جواب:- جس جگہ نماز ادا کی جاتی ہو لیکن باضابطہ مسجد شرعی نہ ہو، اذان دی جانی ضروری نہیں، ایسی جگہ یا باغ یا گھر وغیرہ میں جماعت سے نماز پڑھی جائے تو اذان دینا بہتر تو ہے، لیکن اگر مسجد محلہ کی اذان کی آواز وہاں تک پہونچتی ہو تو بغیر اذان کے نماز پڑھ لینے میں کوئی کراہت نہیں، عالمگیری میں ہے:

"وإن كان في كرم أو ضيعة يكتفي بأذان القرية ... و إن أذنوا كان أولى " (۱)

اور علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ محلّہ کی اذان اس محلّہ کے مکانات وغیرہ کے لئے بھی کافی ہے: "إذ أذان الحي يكفيه " (۲) لہذا یہ کہنا کہ اذان نہ دینے کی وجہ سے نماز نہیں ہوئی درست نہیں، بلکہ نماز تو مسجد میں بھی خدانخواستہ اگر کبھی اذان نہ ہو پائی تو ہو جاتی ہے، البتہ مسجد میں اذان نہ دینا سخت گناہ ہے۔

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۱/۵۴۔
(۲) رد المحتار: ۲/۶۲۔

اذان کا جواب

سوال:- {377} اذان کے جواب دینے کا کیا حکم ہے؟ اور کیا خواتین پر بھی اذان کا جواب دینا فرض ہے؟

(مہر سلطانہ، باغ جہاں آرا)

جواب:- حضرت ابوسعید خدری ﷜ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اذان سنو تو جو مؤذن کہے وہی تم بھی کہو'' (۱) البتہ بخاری میں حضرت معاویہ ﷜ اور مسلم میں حضرت عمر ﷜ سے مروی ہے کہ ''حی علی الصلاۃ'' اور ''حي علی الفلاح'' کے جواب میں ''لاحول ولا قوۃ إلا باللّٰہ'' کہا جائے'' (۲) بعض اہل علم کے نزدیک اذان کا جواب دینا اس حدیث کی وجہ سے واجب ہے، لیکن اکثر فقہاء کے نزدیک زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے نہ کہ واجب، جواب دے تو ثواب ہوگا اور جواب نہ دے تو گناہ بھی نہ ہوگا، البتہ جن لوگوں پر نماز واجب ہے ان کے لئے اپنے عمل سے اذان کا جواب دینا یعنی چل کر مسجد جانا واجب ہے۔ (۳) اور حدیث میں زبان سے جواب دینے کا جو حکم دیا گیا ہے، وہ استحباب کے درجہ کا حکم ہے۔

اس لئے زبان سے جواب دینا نہ مردوں پر فرض ہے اور نہ عورتوں پر، اور مستحب مردوں کے لئے بھی ہے اور عورتوں کے لئے بھی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کے ساتھ مخصوص کرکے یہ حکم نہیں دیا ہے، دوسرے اذان کے جواب کا مقصد اللہ تعالی سے اطاعت اور احکام

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۲۰۸، باب مایقول إذا اذن المؤذن، نیز دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر:۶۱۱، صحیح مسلم، حدیث نمبر:۸۴۸، سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۵۲۲۔ محشی

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۶۱۳، باب ما یقول إذا سمع المنادی، صحیح مسلم، حدیث نمبر:۸۵۰، باب استجاب القول مثل قول المؤذن الخ ۔ محشی

(۳) دیکھئے: کبیری: ص:۳۶۳۔

خداوندی سے وفاشعاری کا اظہار ہے، جیسا کہ حج میں تلبیہ کا مقصد ہے، اور ظاہر ہے مسلمان مرد ہو یا عورت، ہر ایک کو حکم خداوندی کے سامنے سر جھکانے کا اظہار کرنا چاہئے۔

بیت الخلاء میں اذان کا جواب اور درود

سوال:- {378} اگر کوئی شخص بیت الخلاء میں ہو اور اسی حالت میں اذان کی آواز آنے لگے، یا مسجد گھر کے قریب ہو اور خطبہ یا بیان کے درمیان رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک آجائے تو کیا اس حالت میں اذان کا جواب دیا جائے گا اور رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا جائے گا؟ (ایک بہن، جگتیال)

جواب:- قضاء حاجت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا مکروہ ہے، اس لئے بیت الخلاء میں زبان سے نہ اذان کا جواب دیا جاسکتا ہے اور نہ درود کے الفاظ پڑھے جاسکتے ہیں، دل ہی دل میں جواب دینے اور درود پڑھ لینے کی گنجائش ہے۔

اذان کے الفاظ نامکمل سنائی دیں

سوال:- {379} بعض مرتبہ اذان کے الفاظ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ مکانوں کے اندر نامکمل سنائی دیتے ہیں، یعنی مؤذن صاحب کامل اذان دیتے ہیں، مگر لاؤڈ اسپیکر کے کچھ فنی نقص کے باعث اذان کے کچھ حروف نشر نہیں ہوتے، سننے والوں کو اذان ادھوری اور بے ربط سنائی دیتی ہے، جب آواز ہی نہ آئے یا ادھورے الفاظ سنائی دیں، تو ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ نئے آلہ کی خریداری عدم گنجائش کی مرہونِ منت ہے۔ (محمد ادریس، اے، سی، گارڈر)

جواب:- اگر اذان کے الفاظ نامکمل سنائی دیں جب بھی چوں کہ سننے والوں کو اس بات کی اطلاع ہوجاتی ہے کہ اذان دی جارہی ہے، اس لئے جو کلمات سنے اس کا جواب دینا چاہئے، اذان کا جواب دینے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اذان کے کلمات صحیح صحیح اور مکمل طور پر سننے میں آئیں، البتہ چونکہ اذان کا مقصد نماز کے بارے میں اطلاع وخبر دینا ہے، اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ یہ مقصد بہتر طور پر پورا ہوتا ہے، اس لئے مسجد کے منتظمین کو چاہئے کہ وہ ترجیحی بنیاد پر لاؤڈ اسپیکر ٹھیک کرائیں اور مسجد میں نماز پڑھنے والوں اور دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس کار خیر میں انتظامیہ کی مدد کریں، انشاء اللہ اس میں بڑے اجر وثواب کی توقع ہے۔

اذان کے بعد دعاء میں ہاتھ اٹھانا

سوال:- {380} اذان کے بعد کی دعاء دونوں ہاتھ اٹھا کر پڑھنی چاہئے، یا بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے؟

(سید صفی اللہ غوری، کلثوم پورہ)

جواب:- مخصوص مواقع پر جو دعائیں منقول ہیں، جیسے کھانے سے پہلے، کھانے کے بعد، استنجاء جانے سے پہلے، فارغ ہونے کے بعد، سونے سے پہلے، اور بیدار ہونے کے بعد، اسی طرح اذان کے بعد، ان مواقع پر دعاء میں ہاتھ اٹھانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لئے بغیر ہاتھ اٹھائے دعاء کرنی چاہئے۔

نابالغ کی اذان

سوال:- {381} ہماری مسجد میں اکثر مغرب کی اذان ایک لڑکا دیتا ہے، جس کی ڈاڑھی غور سے دیکھنے کے بعد محسوس ہوتی ہے کہ کچھ بال نکل آئے ہیں، کیا ایسا شخص اذان دے سکتا ہے؟

(سید شاہ نواز، فرسٹ لانسر)

جواب:- اتنے کم عمر بچہ کی اذان مکروہ ہے، جس میں ابھی شعور پیدا نہ ہوا ہو اور وہ اذان کا مقصد بھی نہ سمجھتا ہو، اور ایسی صورت میں اذان کا لوٹانا واجب ہے، جو لڑکے ابھی نابالغ ہیں، لیکن باشعور ہیں، ان کی اذان بلا کراہت درست ہے، اور بالغ شخص کا اذان دینا بہتر ہے۔

" أذان الصبي العاقل صحيح من غير كراهة في ظاهر الرواية " (۱)

اس لئے جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اس میں کچھ مضائقہ نہیں، اس لڑکے کا اذان دینا درست ہے۔ (۲)

تلاوت کے درمیان اذان

سوال:- {382} اگر کوئی مکان میں قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہو اور اس درمیان کسی مسجد سے اذان کی آواز آنے لگے تو کیا اس دوران تلاوت روک دی جائے؟ چونکہ یہاں کئی مساجد ہیں، اور وقفہ وقفہ سے اذان کی آواز آتی رہتی ہے، تو کیا ہر دفعہ تلاوت قرآن روک دی جائے؟ اور اگر قرآن کی تلاوت کرنے والا مسجد میں ہو تو کیا اس کے لئے بھی تلاوت روک دینے کا حکم ہے؟ بعض حضرات اذان کے دوران وضو کرنا بھی روک دیتے ہیں، شرعی حکم کیا ہے؟

(محمد عبدالرشید، اعظم پورہ)

جواب:- جب آپ گھر میں قرآن کی تلاوت کر رہے ہوں، اور اذان کی آواز آئے تو

---

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار :۲/۵۹، الفتاوی الهندية:۱/۵۴۔

(۲) "عن الشعبي ، قال : لا بأس أن يؤذن الغلام إذا أحسن الأذان قبل أن يحتلم" (باب في أذان الغلام قبل أن يحتلم، حدیث نمبر:۲۳۵۵) محشی۔

تلاوت روک کر اذان کا جواب دینا چاہئے، اگر کئی مسجدوں سے آواز آئے تو اپنے محلہ کی مسجد کی اذان کا جواب دیں، اس کے بعد تلاوت جاری رکھیں۔

" ... وعليه فيقطع تلاوة القرآن لوكان بمنزله ويجيب أذان مسجده كما يأتي " (۱)

اگر مسجد میں تلاوت کر رہے ہوں تو کیا تلاوت روک کر جواب دیں؟ اس میں اختلاف ہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ تلاوت روک کر جواب دینا چاہئے، کیونکہ تلاوت بعد میں بھی کی جاسکتی ہے، اذان کا جواب بعد میں نہیں دیا جاسکتا۔

وضوء کرتے ہوئے بھی اذان کا جواب دینا بہتر ہے، کیونکہ جب اذان ہو تو جواب دینے کا عمومی حکم دیا گیا ہے، اور وضوء کرتے ہوئے جواب دینے میں بہ ظاہر کوئی قباحت سمجھ میں نہیں آتی۔

اذان اور خطبہ کے وقت تلاوتِ قرآن مجید

سوال:- {383} جمعہ کا احترام کر کے لوگ قبل از وقت مسجد میں آکر قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں، اذان کی آواز سن کر بھی تلاوت کرنے سے رکتے نہیں، حتیٰ کہ خطبہ اولیٰ کے ختم تک تلاوت کرتے رہتے ہیں، کیا اس طرح اذان اور خطبۂ اولیٰ کے شروع ہونے پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا شرعاً درست ہے؟　　　(عبدالمنعم، نرمل)

جواب:- اگر تلاوتِ قرآن مجید کے درمیان اذان ہو جائے تو گو تلاوت جاری رکھنے کی اجازت ہے، لیکن بہتر ہے کہ تلاوت سے رک کر اذان کا جواب دے، گو مسجد پہنچ چکا ہو پھر بھی

(۱)　رد المحتار :۲/۶۸۔

مستحب طریقہ یہی ہے، چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''مراقی الفلاح'' میں ہے:

"وإذا سمع المسنون منه أي الأذان ... امسك حتىٰ من التلاوة،ولوفي المسجد وهو الافضل"(۱)

البتہ خطیب کے ممبر پر آنے کے بعد تلاوتِ قرآن مکروہ ہے اور اس سے اجتناب ضروری ہے،(۲) کہ حدیث شریف میں خطبہ کے دوران کسی بھی ایسے عمل کی ممانعت آئی ہے،جس سے خطبہ سننے میں حرج ہو۔(۳)

اگر تقریر کے درمیان اذان ہوجائے

سوال:- {384} ہمارے محلہ کی جامع مسجد میں دینی اجتماع تھا،ایک مشہور عالم دین کی تقریر تھی،تقریر کے دوران اذان کا وقت ہو چکا تھا، مؤذن صاحب نے اذان شروع کی،لیکن ان صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھی،کیاان کا یہ عمل درست ہے؟ (عبدالباسط،باکارم)

جواب:- حضرت ابوسعید خدری ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

---

(۱) مراقي الفلاح :ص:۱۰۹۔

(۲) حوالہ سابق:ص:۲۸۳۔

(۳) اس بارے میں حدیث میں اتنی سخت ممانعت وارد ہوئی ہے کہ نبی ﷺ نے امام کے خطبہ دیتے وقت دوسرے گفتگو میں مشغول شخص کو خاموش کرنے کو بھی ناپسند فرمایا ہے:"أن رسول الله ﷺ قال : "إذا قلت لصاحبك يوم الجمعة انصت و الإمام يخطب فقد لغوت "(صحيح البخاري، حدیث نمبر:۹۳۴،باب الانصات يوم الجمعة و الإمام يخطب ،نیز دیکھئے:صحيح المسلم، حدیث نمبر:۸۵۱،أبو داؤد،حدیث نمبر:۱۱۱۲)محشی۔

جو مؤذن کہے وہی تم کہو، (۱) اسی لئے فقہاء کی رائے ہے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے، (۲) لیکن سوال یہ ہے کہ کوئی شخص ذکر، یا تذکیر میں مشغول ہو تو اسے اذان کا جواب دینا چاہئے یا اپنے عمل کو جاری رکھنا اس کے حق میں بہتر ہے؟ اس سلسلہ میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ذکر، تلاوت اور تسبیح وغیرہ میں مشغول ہو، تو اسے رک کر اذان کا جواب دینا چاہئے، یہ زیادہ بہتر ہے؛ کیونکہ ذکر کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں، بعد میں بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن اذان کا جواب دینے کے لئے بھی وقت مقرر ہے، ورنہ اس ثواب اور فضیلت سے محروم رہے گا؛ البتہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہو، تو سلسلہ منقطع کرنے کی ضرورت نہیں۔

" لا حائضا ... و تعليم علم و تعلمه (در) فعلى
هذا لو يقرأ تعليما أو تعلما لا يقطع "(۳)

بیان بھی چوں کہ ایک حد تک تعلیم و تعلم کا درجہ رکھتا ہے، اس لیے مقرر صاحب کا تقریر جاری رکھنا درست تھا ——— البتہ اگر اذان کا جواب کے لیے رکنے کے بعد بھی مقرر اپنا مضمون پورا کر سکتا ہو، تو بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اذان کا جواب دے کر پھر سلسلۂ کلام کو پورا کرے؛ کیوں کہ اس میں تذکیر و دعوت کے مقصد کی بھی تکمیل ہوتی ہے، اور ایک شعائر اسلامی کا پورا پورا احترام بھی برقرار رہتا ہے۔

متعدد اذانوں میں سے کس کا جواب دے؟

سوال:- {385} ہماری بستی میں کم وبیش پانچ مسجدیں ہیں، کیا ان تمام مسجدوں کی اذان پر جواب دینا چاہئے؟ یا جو مسجد گھر سے قریب ہے، صرف اسی مسجد کی اذان کا جواب دینا

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۵۲۲، باب ما يقول إذا سمع المؤذن۔
(۲) کبیری: ص:۳۷۸، رد المحتار: ۲/۶۵۔
(۳) رد المحتار: ۲/۶۶۔

چاہئے؟　　　　(عظیم صدیقی، سبحان پورہ)

جواب:- اگر بیک وقت کئی مسجدوں میں اذان ہورہی ہوتو قریبی مسجد کی نیت سے جواب دے اور اگر یکے بعد دیگرے اذان ہوتو پہلی اذان کا جواب دینا بہتر ہے، خواہ وہ قریب کی مسجد ہو یا نسبتاً دور کی، علامہ شامیؒ ابن ہمامؒ سے نقل کرتے ہیں:

" والذی نبغی إجابة الأوّل سواء کان مؤذن مسجده أو غيره ، فإن سمعهم معًا أجاب معتبرًا کون إجابته لمؤذن مسجده " (۱)

جمعہ کی اذان ثانی کا جواب

سوال:- {386} ہمارے ایک دوست کا کہنا ہے کہ جمعہ کے دن اذانِ ثانی جو امام کے سامنے کھڑے ہوکر کہی جاتی ہے اس کا جواب صرف امام ہی کو دینا چاہئے، سامعین کو جواب دینے کی ضرورت نہیں۔　　　　(احمد سعید احمد صابری، منجر یال)

جواب:- آپ کے دوست نے صحیح رہنمائی کی ہے، خطیب کے سوا کسی اور شخص کو زبان سے اذان کا جواب نہیں دینا چاہئے، فقہاء نے لکھا ہے کہ خواہ کوئی بھی خطبہ ہو، خطبہ کے درمیان سامعین اذان کا جواب نہ دیں۔

" لا حائضًا و نفساء وسامع خطبة ... أي خطبة كانت "(۲)

---

(۱)　رد المحتار:۲/۷۰۔

(۲)　الدر المختار مع رد:۲/۷۷۔

جمعہ میں اذان ثانی اور اس کی جگہ

سوال:- {387} (الف) جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے سامنے ممبر کے قریب مسجد کے اندر دی جانی چاہے، یا مسجد کے باہر کے حصہ میں؟ اکثر لوگ مسجد کے اندر خطیب کے سامنے دیتے ہیں، یہ کس حد تک درست ہے؟

(ب) جمعہ کی اذان ثانی دینے کا حکم کس کے زمانے سے ہے، حضور ﷺ کے زمانے سے ہے، یا بعد میں شروع ہوا؟ (قادر خان نصیر، دھرم آباد)

جواب:- (الف) خطبہ کے وقت جو اذان دی جاتی ہے، فقہاء نے اس کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ خطیب کے سامنے دی جائے۔ ''فإذا جلس علی المنبر أذن بین یدیه'' (۱) اس لئے اذانِ خطبہ کا جو مروّجہ طریقہ ہے وہ غلط نہیں۔

(ب) رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر ؓ و عمر ؓ کے زمانے میں یہ اذان نہیں تھی؛ سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان ؓ کی خلافت میں انہی کے حکم سے اس اذان کا سلسلہ شروع ہوا۔ (۲) اس زمانہ میں اکابر صحابہ ؓ حیات سے تھے، اور انہوں نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، بلکہ اس سلسلہ کو حضرت عثمان ؓ کے بعد بھی جاری وساری رکھا، اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے طریقہ کے ساتھ خلفاء راشدین کے طریقہ کو اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ (۳) اس

---

(۱) کنز الدقائق مع البحر: ۲/۱۵۷۔

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۹۱۵۔

(۳) دیکھئے: الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۷۶، باب ماجاء في الأخذ بالسنة و اجتناب البدع، سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: ۳۴-۳۵، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدین المهدیین۔ محشی۔

لئے یہ دوسری اذان بھی سنت ہی میں داخل ہے، اور امت کا اتفاقی عمل ہے۔(۱)

’’الصلاۃ خیر من النوم‘‘ کب کہا جائے؟

سوال:- {388} ایک مسجد کے مؤذن صاحب روزانہ فجر کی اذان میں ’’حی علی الفلاح‘‘ کے بعد ’’الصلاۃ خیر من النوم‘‘ چھوڑ کر اذان مکمل کر دیتے ہیں، پھر بعد میں ان کلمات کو بولتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، بی بی کا چشمہ)

جواب:- فجر کی اذان میں ’’حی علی الفلاح‘‘ کے بعد ’’الصلاۃ خیر من النوم‘‘ کہنا مستحب ہے: ’’ویقول ندبا بعد فلاح أذان الفجر، الصلاۃ خیر من النوم‘‘(۲) کیونکہ حدیث میں اسی موقع پر ’’الصلاۃ خیر من النوم‘‘ کہنا ثابت ہے،(۳) گو بعض لوگوں کی رائے ہے کہ اذان مکمل ہونے کے بعد ’’الصلاۃ خیر من النوم‘‘ کہا جائے، لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔(۴)

اذانِ فجر کے چند منٹ بعد
’’الصلاۃ خیر من النوم‘‘ کی صدا لگانا

سوال:- {389} بعض مساجد کے اندرونی حصہ میں

---

(۱) چنانچہ فقہاء اربعہ نے متفقہ طور پر اسے خطبہ کی سنت سمجھا ہے۔(دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیۃ: ۱۹/۱۸۱، مادہ: خطبۃ، ط: کویت) محشی۔

(۲) الدر المختار: ۲/۵۴۔

(۳) دیکھئے: أبوداؤد، حدیث نمبر: ۵۰۰، باب کیف الأذان۔

(۴) دیکھئے: رد المحتار: ۲/۵۴۔

اذان کے لئے نصب شدہ مائک پر اذان فجر کے چند ہی منٹ بعد "الصلاۃ خیر من النوم" کی صدا لگائی جاتی ہے، کیا اس طرح کہنا درست ہے؟ (محمد حبیب الدین، قاضی باغ)

جواب:- اذان فجر کے کچھ بعد اور اقامت سے پہلے دوبارہ "الصلاۃ خیر من النوم" کہنا درست نہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ ؓ کے عہد میں ایسا کرنا ثابت نہیں، امام مجاہد سے منقول ہے کہ عبداللہ بن عمر ؓ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا جس میں اذان ہو چکی تھی، ہم نماز پڑھنا ہی چاہتے تھے کہ مؤذن نے "الصلاۃ خیر من النوم" (تثویب) کہی، حضرت عبداللہ ؓ نے فرمایا کہ ہمیں اس بدعت کرنے والے شخص کے پاس سے لے چلو، اور اس مسجد میں نماز ادا نہیں فرمائی۔(۱)

نشہ باز مؤذن

سوال:- {390} زید ایک مسجد میں عرصۂ دراز سے مؤذن کی حیثیت سے کارگزار ہے، دو چار سال سے اس کی عادت خراب ہو چکی ہے، اب وہ شرابی بن گیا ہے، دن ہو یا رات، حالت نشہ میں مسجد میں آجاتا ہے، نماز بھی پڑھتا ہے اور کبھی کبھی امام صاحب کی غیر حاضری میں نماز بھی پڑھاتا ہے، دو مرتبہ اس کی سرزنش بھی کی گئی، تب وہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے اور شراب نہ پینے کا عہد بھی کر چکا تھا، اس کے باوجود تیسری مرتبہ بھی یہی حرکت کر بیٹھا، مصلیوں کے اعتراض کی وجہ سے زید کو مؤذن کی ملازمت سے ہٹا دیا گیا، لیکن کمیٹی کے کچھ اراکین اس کی ہمدردی میں کہتے ہیں کہ وہ

---

(۱) الجامع للترمذی :۱/۵۰، حدیث نمبر:۱۹۸، باب ماجاء في التثويب في الفجر۔

غریب ہے، نوکری سے علیحدہ کرنے پر پریشان ہوجائے گا، لہذا مؤذن کو برقرار رکھا جائے، تو کیا زید کو ان خبیث حرکات کے باوجود دوبارہ مؤذن کی خدمت پر مامور کیا جانا جائز ہے؟

(محمد عقیل، نواب صاحب کنٹہ)

جواب:- نشہ پینا فسق اور نشہ پینے والا فاسق ہے اور امام ومؤذن کو نیک، دین دار اور متقی ہونا چاہیے، مؤذن مقرر کرنے کا مقصد مسجد کی خدمت ہے نہ کہ غریب آدمی کی پرورش، اگر پرورش مقصود ہو تو ارکان کمیٹی اپنی طرف سے اس کا تعاون کریں، یہ ایک بہتر اقدام ہوگا، ورنہ ایسے شخص کو مؤذن رکھنا مسجد اور مصلیان مسجد کے ساتھ حق تلفی اور زیادتی ہے، نیز اگر ایسا شخص نشہ کی حالت میں اذان دے دے تو اذان کو دہرانا واجب ہے: ''ویعاد أذان المرأة والسکران ، الخ ''(۱)

کلمات اذان میں کمی بیشی

سوال:- {391} اذان میں کمی بیشی، مثلاً ایک لفظ کو ایک وقت ادا کرنے کے بجائے مستقلاً تین چار مرتبہ ادا کرنا کیسا ہے؟ (سید اشرف الدین، کنداکرتی)

جواب:- اذان کے جو کلمات جتنی بار رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں، اتنی ہی بار کہنا درست ہے، اس میں اپنی طرف سے ترمیم، کمی یا اضافہ مکروہ ہے، علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"وأما بیان کیفیة الأذان فهو علی الکیفیة المعهودة المتواترة من غیر زیادة ولا نقصان عند عامة العلماء"(۲)

---

(۱) البحر الرائق:۱/۲۵۹۔

(۲) بدائع الصنائع:۱/۳۶۵۔

''اذان کی کیفیت کا بیان یہ ہے کہ وہ اسی طریقہ پر دی جائے
جو تواتر کے ساتھ منقول ہے، جمہور علماء کے نزدیک نہ اس
میں زیادتی کی جاسکتی ہے اور نہ کمی۔''

نیز علامہ ابن نجیم مصریؒ ''شرح مہذب'' سے نقل کرتے ہیں کہ اذان میں ''حی علی خیر العمل'' کہنا مکروہ ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور اذان میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ مکروہ ہے، ''والزيادة في الأذان مكروهة''(۱)

ہاتھ اٹھا کر اذان کی دعاء اور اس سے پہلے بسم اللہ

سوال:- {392} اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے،
وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد ہاتھ اٹھا کر پڑھی جائے، یا بغیر
ہاتھ اٹھائے پڑھ سکتے ہیں؟ (احمد سعید صابری، منجریال)

جواب:- میرے علم میں کوئی ایسی حدیث نہیں، جس میں اذان کے بعد کی دعا سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہو، دوسرے مواقع پر یہ بات تو ثابت ہے کہ آپ ﷺ دعاء سے پہلے اللہ تعالی کی حمد وثناء بیان فرماتے، بلکہ آپ ﷺ نے اس کی تلقین بھی کی ہے، لیکن دعا سے پہلے خاص طور پر بسم اللہ پڑھنا غالباً منقول نہیں، اس لئے اس موقع سے صرف اذان کی دعاء پڑھنے پر اکتفا کریں، جہاں تک اس دعا میں ہاتھ اٹھانے کی بات ہے تو جو دعائیں خاص مواقع (احوال متواردہ) سے متعلق ہیں، جیسے کھانے سے پہلے اور بعد کی دعاء، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعاء، اسی طرح اذان کے بعد کی دعاء، ان دعاؤں میں میرے حقیر علم کے مطابق آپ ﷺ کا ہاتھ اٹھانا منقول نہیں، اس لئے اذان کے بعد کی دعاء صرف زبان سے پڑھنی چاہئے، کیونکہ اصل مقصود آپ ﷺ کی اتباع و پیروی ہے اور آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے میں ہی دنیا اور آخرت کی فلاح ہے۔

---

(۱) البحر الرائق ۱/۲۵۰۔

گھڑی میں اذان کا الارم

سوال:- {393} آج کل گھڑی کے الارم میں اذان بھری گئی ہے، بغیر وقت نماز کے الارم لگا کر اذان سننا جائز ہے؟ (سید حفیظ الرحمٰن، پھولا نگ)

جواب:- الارم کے طور پر اذان لگانے میں کچھ حرج نہیں، حضرت بلال ﷺ رسول اللہ ﷺ کو نماز کے لئے بلاتے ہوئے "الصلاة خير من النوم" کی صدا لگاتے تھے، (۱) جو اذان ہی کا ایک فقرہ ہے، البتہ دو باتوں کا اہتمام ضروری ہے، ایک تو لہو ولعب کے مقام پر ایسا الارم لگانا مناسب نہیں کہ خلاف ادب ہے، دوسرے وقت نماز شروع ہونے سے کچھ پہلے الارم لگایا اور اندیشہ ہے کہ اس کی وجہ سے نماز پڑھنے والے یا روزہ رکھنے والوں کو التباس ہو جائے گا، تو جائز نہیں، کیونکہ دھوکہ دینا سخت گناہ ہے۔

کلماتِ اذان کی بیل

سوال:- {394} آج کل گھروں میں ایسی بیل لگائی جاتی ہے جس میں اذان کے کلمات ریکارڈ ہوتے ہیں، اور بعض میں صرف "اللہ اکبر" کی آواز ہوتی ہے، ایسی بیل لگانے کا کیا حکم ہے؟ (محمد عبد المتین، یادگیر)

جواب:- اذان کے کلمات اور اللہ تعالیٰ کا نام نامی قابلِ احترام ہے اور کسی چیز کو بے محل استعمال کرنا بھی بے احترامی میں شامل ہے، چنانچہ فقہاء نے اس بات کو منع کیا ہے کہ چوکیدار لوگوں کو جگانے کے لئے "لا اله الا الله" پڑھے، (۲) اس لئے میرے خیال میں الارم

(۱) دیکھئے: مجمع الزوائد: ۱/۳۳۰، کنز العمال، حدیث نمبر: ۲۳۲۲۵، ۲۳۲۲۶۔ محشی۔
(۲) دیکھئے: الفتاوی الهندية: ۵/۳۱۵۔ کتاب الكراهية۔ محشی۔

اور بیل وغیرہ کے لئے اللہ تعالی کے پاک ناموں، قرآن مجید کی آیتوں اور اذان کے کلمات کا استعمال کرنا کراہت سے خالی نہیں۔ واللہ اعلم۔

تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے اقامت

سوال:- {395} کیا گھر میں یا کسی اور جگہ تنہا فرض نماز پڑھنے والے کو اقامت کہنا ضروری ہے؟

(ڈاکٹر سراج الدین، کریم نگر)

جواب:- اقامت کہنا سنتِ مؤکدہ ہے، بشرطیکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے، اگر تنہا نماز ادا کی جائے تب بھی اقامت کہہ دینا بہتر ہے، البتہ تنہا پڑھنے والے کے لئے سنتِ مؤکدہ نہیں، طحاوی میں ہے:

"إتيان المنفرد به على سبيل الأفضلية فلايسن في حقه مؤكدا" (۱)

اقامت سے پہلے درود شریف

سوال:- {396} ایک عالم صاحب کا کہنا ہے کہ اقامت سے پہلے درود شریف پڑھے، کیا حدیث میں ایسا کرنا ثابت ہے؟

(محمد عبدالواحد، پالونچہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ وسلام بھیجنا نہایت اجر وثواب کا کام ہے، لیکن امامت سے پہلے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ ؓ کے عہد میں درود شریف پڑھنا ثابت نہیں، حدیث کی کتابوں میں اذان واقامت کے ابواب موجود ہیں، اسی طرح فقہ حنفی کی کتب میں بھی اذان و

---

(۱) طحاوی : ص:۱۰۵۔

اقامت سے متعلق ایک ایک حکم کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اس میں اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنے کا ذکر نہیں، ہاں! عام حالات میں جتنا درود پڑھا جائے کم ہے۔

اقامت کا جواب

سوال:- {397} جس طرح اذان کا جواب دینا ہے، کیا اسی طرح اقامت کا بھی جواب دینا ہے؟

(عبدالبصیر، کوواڑ)

جواب:- جی ہاں! اذان کی طرح اقامت کا بھی جواب دینا چاہئے، فرق یہ ہے کہ اذان کا جواب دینا بعض حضرات کے نزدیک واجب ہے، اور اقامت کا جواب مستحب، اقامت میں "قدقامت الصلاۃ" کے جواب میں "اقامها الله و أدامها" (۱) کہنا چاہئے:

"ویجیب الإقامة ندبا إجماعا کا لأذان ویقول عند "قد قامت الصلاۃ" أقامها الله وأدامها" (۲)

اقامت میں دائیں بائیں چہرہ پھیرنا

سوال:- {398} اذان کہتے ہوئے "حی علی الصلاۃ" پر دائیں طرف اور "حی علی الفلاح" پر

---

(۱) خود نبی کریم ﷺ کا یہ عمل مبارک بھی کتب حدیث میں ملتا ہے، چنانچہ بعض صحابہ ؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت بلال ؓ اقامت میں "قد قامت الصلوۃ" پر پہونچتے، تو نبی کریم ﷺ اس وقت "أقامها الله و أدامها" فرماتے"

"عن بعض أصحاب النبي ا ، أن بلالا أخذ في الإقامة فلما أن قال : " قد قامت الصلاۃ ، قال النبي ﷺ : " أقامها الله و أدامها "(سنن أبي داؤد ،حدیث نمبر: ۵۲۸، باب ما یقول إذا سمع الإقامة)محشی۔

(۲) الدر المختار علی هامش رد:۲/۷۱۔

بائیں طرف رخ کیا جاتا ہے، کیا اقامت کہتے ہوئے بھی اسی
طرح دائیں اور بائیں رخ کرنا چاہئے؟

(محمد فیاض ، یاقوت پورہ)

جواب:- اذان میں "حي على الصلاة" اور "حي على الفلاح" پر دائیں اور بائیں گردن موڑنا حدیث سے ثابت ہے۔(۱) لیکن اقامت میں اس طرح کہنا ثابت نہیں، وجہ اس کی ظاہر ہے کہ اذان میں دور کے لوگوں کو باخبر کرنا مقصود ہے، اس لئے دائیں بائیں رخ کیا جاتا ہے، تاکہ ہر طرف مؤذن کی آواز پہنچ جائے، اقامت کا مقصد جو لوگ مسجد میں موجود ہیں، صرف ان کو متوجہ کرنا ہے اور اس میں دائیں بائیں رخ کرنے کی حاجت نہیں؛ گو بعض فقہاء نے اقامت میں بھی اذان کی مماثلت کی وجہ سے دائیں بائیں رخ کرنے کو کہا ہے، لیکن اکثر فقہاء کے نزدیک زیادہ صحیح اور درست یہی رائے ہے کہ اقامت میں "حي على الصلاة" اور "حي على الفلاح" پر دائیں بائیں رخ کرنا مستحب نہیں، علامہ ابن نجیم مصریؒ کہتے ہیں: "لا يحول فيها لأنها إعلام للحاضرين"(۲) اور جوہرہ میں ہے:

"هل يحول في الإقامة ؟ قيل : لا : لأنها إعلام للحاضرين" (۳)

کیا مؤذن ہی اقامت کہے؟

سوال:- {399} جس شخص نے اذان دی، کیا ضروری

---

(۱) چنانچہ حضرت بلالؓ کا یہ عمل احادیث میں موجود ہے: "رأيت بلالا خرج إلى الأبطح ، فأذن، فلما بلغ حي على الصلاة ، حي على الفلاح ، لوى عنقه يمينا و شمالا و لم يستدر" (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۲۰، باب في المؤذن يستدير في أذانه) محشی۔

(۲) البحر الرائق :۱/۲۵۸۔

(۳) الجوهرة النيرة :۱/۲۶، طبع: دیوبند۔

ہے کہ وہی شخص اقامت کہے؟ یا مجبوری کی حالت میں دوسرا شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے؟

(جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اصل میں اقامت کہنا مؤذن کا حق ہے، اس لئے اگر مؤذن اقامت کہنا چاہے تو اس کو اقامت کہنے کا موقع دینا چاہئے، چنانچہ ایک بار حضرت زیاد بن حارث صدائی ﷺ نے اذان دی، اور حضرت بلال ﷺ نے اقامت کہنا چاہا، تو آپ ﷺ نے ان کو منع فرمادیا، اور کہا کہ زیاد ہی اقامت بھی کہیں گے، (۱) ہاں اگر کسی مجبوری کی وجہ سے دوسرا شخص اقامت کہے، مثلاً: مؤذن اذان کہکر کہیں چلا جائے، تو ایسی صورت میں دوسرے شخص کا اقامت کہنا درست ہے، اسی طرح اگر مؤذن موجود ہو اور وہ خود دوسرے سے اقامت کہنے کی خواہش کرے، یا کوئی دوسرا شخص اس کی رضامندی سے کہے، تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں، فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

" وإن أذن رجل ، وأقام رجل آخر ، غاب الأول جاز من غير كراهة ، وإن كان حاضرا وتلحقه الوحشة بإقامة غيره يكره، وإن رضى به لا يكره عندنا " (۲)

حدیث سے بھی اس کا جائز اور درست ہونا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ جب اذان کا سلسلہ شروع ہوا، تو پہلی بار آپ ﷺ نے حضرت بلال ﷺ سے اذان دلوائی، اور حضرت عبداللہ بن زید ﷺ سے اقامت کہلائی۔ (۳)

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۱۹۹، باب ماجاء أن من أذن فهو يقيم ۔ سنن أبي داؤد ، حدیث نمبر:۵۱۴، باب في الرجل يؤذن و يقيم آخر ۔ محشی

(۲) الفتاوى التاتار خانية :۱/۵۲۰، نیز دیکھئے: الفتاوى الهنديه :۱/۵۴۔

(۳) سنن أبي داؤد :۱/۷۶، حدیث نمبر:۵۱۲، باب في الرجل يؤذن و يقيم آخر۔

امام کے سوا کوئی اقامت کہنے والا نہیں ہو

سوال:- {400} بسا اوقات مساجد میں ایسا ہوتا ہے کہ امام کے علاوہ کسی کو اقامت کہنا نہیں آتا، تو اس وقت امام صاحب کو کیا کرنا چاہئے؟ (محمد سیف اللہ، بابا نگر)

جواب:- اگر کسی مسجد میں یہ صورت حال ہو، تو امام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کی دینی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دے، اور ان کو اس لائق بنائے کہ وہ صحیح طور پر اذان و اقامت کہہ سکیں، خود اپنی نماز پڑھ سکیں، اور بوقتِ ضرورت نماز پڑھا بھی سکیں،، تاہم اگر کہیں امام صاحب کے سوا کوئی اور اقامت کہنے کے لائق نہ ہو، تو یہ درست ہے کہ خود امام ہی اقامت بھی کہہ دے، علامہ حصکفیؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے سفر میں اذان بھی کہی ہے، اقامت بھی، اور نماز ظہر بھی پڑھائی ہے۔

" وفي الضياء : أنه عليه السلام أذن في سفره بنفسه وأقام وصلى الظهر " (۱)

اقامت کے بعد فصل ہو جائے تو کیا اقامت دہرائی جائے؟

سوال:- {401} اگر اقامت کہی گئی اور اقامت کے فوراً بعد نماز شروع نہیں کی گئی، تو کیا دوبارہ اقامت کہنی چاہئے؟ (محمد ارشد، وجے واڑہ)

جواب:- فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر اقامت اور نماز کے درمیان طویل فصل ہو جائے تو اقامت باطل ہو جائے گی، اس لئے ایسی صورت میں دوبارہ اقامت کہنی چاہئے، اور اگر معمولی وقفہ ہو، تو دوبارہ اقامت کہنے کی ضرورت نہیں، لیکن طویل اور معمولی وقفہ سے کیا مراد

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۷۱، بحوالہ ترمذی۔

ہے؟ فقہاء کے یہاں اس سلسلہ میں بالکل واضح بات نہیں ملتی، علامہ ابن نجیمؒ نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ اگر فجر کی اقامت کے بعد امام سنتِ فجر پڑھ لے تو اقامت کو لوٹانا واجب نہیں۔ "صلی سنة الفجر بعدها لا یجب علیه اعادتها"(۱) اس سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ دو ہلکی رکعتوں سے زیادہ تاخیر ہو جائے تو اس کو طویل فصل سمجھا جائے گا۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ طویل گفتگو یا کوئی اور طویل عمل پایا جائے، جس کو سجدۂ تلاوت کے مسئلہ میں مجلس کی تبدیلی کا باعث قرار دیا جاتا ہے، تو اقامت دہرائی جائے گی، ورنہ نہیں:

"... إذا لم یقطعها قاطع من کلام کثیر أو عمل کثیر مما یقطع المجلس فی سجدة التلاوة "(۲)

دوبارہ جماعت میں اقامت

سوال:- {402} مسجد میں جماعت ہو چکی ہو اور دوبارہ جماعت کی جائے تو اقامت کہنی چاہئے یا نہیں؟

(صبغت اللہ، بنجارہ ہلز)

جواب:- اگر ایسی مسجد ہو کہ وہاں امام ومؤذن مقرر نہ ہو، مسجد شاہراہ، بازار، یا اسٹیشن وغیرہ پر واقع ہو، گزرنے والے نماز پڑھ لیا کرتے ہوں، تو ایسی صورت میں ہر گروہ کو اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا کرنا بہتر ہے:

"فی مسجد لیس له امام و لامؤذن ... فإن الأفضل أن یصلی کل فریق بأذان وإقامة علاحدة " (۳)

---

(۱) البحر الرائق:۱/۲۶۳۔

(۲) رد المحتار :۲/۷۰-۷۱۔

(۳) رد المحتار:۲/۲۸۸۔

لیکن محلہ کی مسجد میں جہاں باضابطہ نماز ہوا کرتی ہو، اگر دوسری جماعت کرنی پڑے تو دوسری جماعت میں نہ اذان دینی چاہئے اور نہ اقامت کہنی چاہئے:

"یکرہ تکرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة "(۱)

اقامت کے کلمات

سوال:- {403} برسوں اس مسجد اور شہر کی دیگر مساجد میں جو حنفی المسلک ہیں، اقامت میں اللہ اکبر چار بار، دیگر کلمات دو بار اور اخیر میں لا الہ الا اللہ ایک بار کہا جاتا رہا ہے، صدر انتظامی کمیٹی کا اصرار ہے کہ ''اللہ اکبر'' دو بار اور دیگر کلمات صرف ایک بار کہے جائیں، اس سلسلہ میں احناف کا مسلک کیا ہے؟ اور اس کی دلیل کیا ہے؟

(خواجہ حبیب الدین، سالار جنگ کالونی)

جواب:- احناف کا مسلک یہی ہے جو آپ نے ذکر کیا ہے کہ تکبیر چار دفعہ کہی جائے اور'' لا إله إلا الله ''ایک دفعہ اور باقی کلمات دو دو مرتبہ، چنانچہ حضرت ابومحذورہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اقامت کے سترہ کلمات سکھائے (۱) اور سترہ کلمات اسی تفصیل کے مطابق ہو سکتے ہیں، دوسرے حضرت عبد اللہ بن زید ﷺ جنہوں نے سب سے پہلے خواب میں اذان کے کلمات سنے اور اسی خواب کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ نے اذان کا فیصلہ فرمایا، ان سے بھی مروی ہے کہ اذان اور اقامت کے کلمات آپ ﷺ کے دور میں جوڑے جوڑے ہوا کرتے تھے:

(۱) رد المحتار:۲/۲۸۸۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۰۰، باب کیف الأذان۔

"كان أذان رسول الله ﷺ شفعا شفعا في الأذان و الإقامة" (۱)

اس لئے آپ کے صدر صاحب کو چاہئے کہ ایسا کام نہ کریں، جس سے لوگوں میں انتشار اور اختلاف پیدا ہو۔

نومولود کے کان میں اذان کس طرح دی جائے؟

سوال:- {404} اگر بچہ کے کان میں اذان دی جائے تو کیا "حی علی الصلاۃ" اور "حی علی الفلاح" پر دائیں اور بائیں رخ کرنا چاہئے، یا اس کی ضرورت نہیں؟

(محمد بلال، جدہ)

جواب:- چونکہ "حی علی الصلاۃ" اور "حی علی الفلاح" پر دائیں اور بائیں رخ کرنا اذان کی سنتوں میں سے ہے، (۲) اس لئے اس موقع پر بھی اس کی رعایت کرنا بہتر ہے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب "فتاوی تاتار خانیه" میں ہے:

"الصحيح أنه يؤذن للمولود ينبغي أن يحول على كل حال، لأنه صار سنة للأذان فيؤتى به على كل حال" (۳)

"صحیح قول یہ ہے کہ نومولود کے لئے اذان دے تو اس حال میں بھی دائیں اور بائیں "حی علی الصلاۃ" اور "حی

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۹۴، باب ما جاء في أن الإقامة مثنى مثنى۔

(۲) دیکھئے: صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۰۳، باب سترة المصلی، سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۲۰، نیز دیکھئے: الهداية مع شرح العلامة عبد الحي اللكنوي: ۱/۲۷۵) محشی۔

(۳) الفتاوی التاتار خانية: ۱/۵۱۵، الأذان نوع آخر في بيان ما يفعل فيه۔

علی الفلاح" پر رخ کرنا چاہئے، اس لئے کہ یہ اذان کی سنت ہے، لہذا اسے ہر حال میں کیا جائے گا"۔

فون کے ذریعہ نومولود کے کان میں اذان

سوال:- {405} دواخانہ میں تولد شدہ لڑکا یا لڑکی کے کان میں اذان کے الفاظ فون کے ذریعہ بولنے سے بچہ کے کان میں اذان کہنے کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

(ڈاکٹر سید غوث، جگتیال)

جواب:- بچے کو اذان کس وقت دی جائے؟ اس سلسلہ میں حدیث میں کسی خاص وقت کی صراحت منقول نہیں، البتہ کوشش کرنی چاہئے کہ حتی المقدور جلد اذان واقامت کے کلمات بچہ کے کان میں کہہ دے، کیونکہ حضرت ابو رافع ﷺ کی روایت ہے کہ جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ولادت ہوئی، آپ ﷺ نے حضرت حسن ﷺ کے کان میں اذان دی،" حین ولدته فاطمة "(۱) اس تعبیر سے خیال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ اذان دینا بلا تاخیر تھا، اس لئے ممکن حد تک عجلت کرنی چاہئے، تاکہ بچہ کے کان میں جو پہلی آواز جائے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاک ذکر سے متعلق ہو۔

چونکہ اصل مقصود بچہ کے کان میں اذان کی آواز کا پہنچنا ہے، اس لئے فون کے ذریعہ اذان واقامت کہنا بھی کافی ہو جائے گا۔ (واللہ اعلم) لیکن بہتر یہی ہے کہ بالمشافہ اذان دی جائے، کیونکہ کان میں اذان کہنے کے جو آداب فقہاء ومحدثین نے ذکر کئے ہیں، وہ اسی وقت ادا ہو سکتے ہیں، علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

"نومولود کو ولادت کے وقت قبلہ رخ کرکے ہاتھوں پر رکھا

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح :۱۵۹/۸۔

جائے، اس کے دائیں کان میں اذان کہی جائے اور بائیں
کان میں اقامت، نیز "حی علی الصلاۃ" میں دائیں
جانب اور "حی علی الفلاح" میں بائیں جانب رخ کیا
جائے"(۱)

ظاہر ہے یہ آداب فون پر ادا نہیں ہو سکتے۔

(۱) دیکھئے: تکملۂ رافعی علی رد المحتار: ۲/۱۴۵۔

نماز کی شرائط، ارکان، واجبات اور سنتوں کا بیان

ہریالی پر نماز

سوال:- {406} ہمارے مدرسہ میں دو نمازیں مدرسہ کے صحن میں پڑھی جاتی ہیں، ایک صاحب نے کہا کہ ہریالی پر نماز نہیں ہوتی، اس لیے کہ ناک اور پیشانی زمین کو نہیں لگتی، کیا یہ درست ہے؟ (عبد الاحد، بوتھ)

جواب:- صحن اگر پاک ہو تو وہاں نماز پڑھنا درست ہے،(۱) نماز کے درست ہونے کے لیے ایسا فرش کافی ہے، جس پر پیشانی اور ناک ٹک جائے، زمین کا لگنا ضروری نہیں۔(۲)

(۱) "تطهير النجاسة من بدن المصلى و ثوبه و المكان الذى يصلى عليه واجب" (الفتاوى الهندية :۱/۵۸) محشی۔

(۲) "لو وضع كفه بالأرض و سجد عليها يجوز على الصحيح و لو بلا عذر و الوجه في ذلك أن السجود لا يشترط أن يكون على الأرض بلا حائل" (كبيرى: ص:۲۸۵) محشی۔

شیر، چیتے کی کھال پر نماز

سوال:- {407} شیر اور چیتے کی کھال بہت قیمتی ہوا کرتی ہے، میں نے بعض ملکوں میں دیکھا ہے کہ لوگ جائے نماز کے طور پر بھی ان کا استعمال کرتے ہیں، جب کہ یہ جانور درندوں کے قبیل سے ہیں، کیا ان پر نماز پڑھنا صحیح ہے؟

(سید صادق حسین، ملک پیٹ)

جواب:- چیتا اور شیر ان جانوروں میں سے ہے کہ اگر ان کی کھال کو دباغت دے دی جائے تو وہ پاک ہوجاتی ہیں، اس لیے ان کا استعمال کرنا درست ہے اور نماز ادا ہوجائے گی، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

" و لا بأس بجلود النمر و السباع كلها إذا دبغت أن يجعل منها مصلى أو منبر السراج " (۱)

البتہ چوں کہ لوگ درندہ کے چمڑوں پر از راہ تکبر بیٹھا کرتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے اس کو سواری بنانے یعنی جانور پر زین بنانے سے منع کیا ہے۔(۲) اس سے خیال ہوتا ہے کہ ایسے چمڑوں پر بیٹھنا بھی کراہت سے خالی نہیں؛ لہٰذا درندہ کے چمڑوں کو جائے نماز بنانے سے اجتناب کرنا بہتر ہے۔

طہارت خانہ کی چھت پر نماز

سوال:- {408} ایک مسجد میں صحن بیت الخلاء کی چھت سے متصل ہے، جب جمعہ وغیرہ کے موقع پر لوگ زیادہ

---

(۱) حاشیه ابن عابدین مع الدر :۹/۵۰۶،كتاب الحظر والاباحة۔

(۲) مشكوة المصابيح ،حدیث نمبر:۴۳۵۵،۴۳۵۷۔

ہو جاتے ہیں تو طہارت خانہ کی چھت پر نماز ادا کرتے ہیں،
ہماری مسجد کے ایک مصلی صاحب کا خیال ہے کہ طہارت خانہ
کی چھت پر نماز درست نہیں ہوتی؟ (محمد اسحٰق، حیدر آباد)

جواب:- یہ بات درست نہیں کہ مسجد شرعی کے نیچے بیت الخلاء یا طہارت خانہ بنایا جائے، یہ احترام مسجد کے خلاف ہے، البتہ اگر مسجد تو نہ ہو، لیکن مسجد سے متصل ہو اور بوقت ضرورت لوگ اس پر نماز پڑھ لیتے ہوں تو یہ درست ہے، کیونکہ ناپاکی سطح زمین میں ہے اور نماز پڑھنے کی جگہ اور سطح زمین کے درمیان خلاء اور چھت کا فاصلہ موجود ہے، اور ایسے فاصلہ کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہے:

"وإذا صلى على حجر الرحى ... ظاهره طاهر
وباطنه نجس يجوز عند محمد" (۱)
"إذا صلى على ... بساط غليظ أوعلى مكعب
ظاهره طاهر و باطنه نجس يجوز..." (۲)

مذکورہ صورت میں بھی نجاست اور نماز پڑھنے والے کے درمیان چھت حائل ہے، اس لئے نماز درست ہو جائے گی۔

اگر قبلہ مشتبہ ہو جائے؟

سوال:- {409} ہم لوگ ٹرین میں سفر کر رہے تھے،
اندھیری رات تھی، قریب میں جو لوگ تھے، وہ غیر مسلم، جن کو
سمت معلوم نہیں تھی، ایسی صورت میں ہمیں کس طرح نماز ادا
کرنی چاہئے؟ (عبدالسمیع، ناندیڑ)

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۶۲۔
(۲) حوالہ سابق

جواب:- اگر قبلہ کی سمت مشتبہ ہو جائے، نہ آسمان میں کوئی ظاہری علامت ہو، نہ سمت بتانے والا آلہ موجود ہو، نہ قریب میں کوئی ایسا شخص ہو جو سمت کی رہنمائی کر سکے تو اپنے رجحانِ قلب پر عمل کرنا چاہئے، جس طرف قلب کا رجحان ہو کہ ادھر قبلہ ہوگا، اسی رخ پر نماز ادا کر لے، اگر مختلف لوگوں کا الگ الگ رجحان ہو اور کسی ایک جہت پر سبھوں کا اطمینان نہ ہو سکے تو ہر شخص اپنے رجحان کے مطابق نماز ادا کر لے:

"وإن اشتبهت عليه القبلة و ليس بحضرته من أهل ذلك المكان من يسئله عنها اجتهد" (۱)

بس میں استقبال قبلہ

سوال:- {410} اگر کوئی شخص بس میں سفر کر رہا ہو، اور بس کا رخ قبلہ کی طرف نہ ہو تو وہ کس طرح نماز ادا کرے؟

(محمد سلمان، نظام آباد)

جواب:- اگر اس بات کی توقع ہو کہ نماز کا وقت باقی رہتے ہوئے وہ کہیں رکے گی، اور اتنا وقت ملے گا کہ نیچے اتر کر نماز ادا کی جائے، یا امید ہو کہ ڈرائیور اس کی خواہش پر نماز کے لئے بس روک دے گا، تو بس سے نیچے اتر کر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرے، اور اگر نیچے اتر کر نماز ادا کرنا ممکن نہ ہو، تو جس طرف بھی سواری کا رخ ہو، اسی طرف رخ کر کے نماز ادا کر لینا کافی ہے، مجبوری کی وجہ سے استقبال قبلہ معاف ہے، فتاوی قاضی خان میں ہے:

"كما تسقط الأركان عن الراكب يسقط عنه الإنحراف عن القبلة" (۲)

---

(۱) کبیری: ص:۲۲۰۔

(۲) قاضي خان على هامش هندية :۱/۱۷۱۔

دل کی نیت معتبر ہے یا زبان کا تلفظ؟

سوال:- {411} نماز پڑھنے سے پہلے نیت کچھ اور تھی اور عین نماز سے پہلے زبان سے کچھ اور نکل جائے تو کس نیت کا اعتبار ہوگا؟ (محمد واصل، مرادنگر)

جواب:- نیت کا تعلق اصل میں دل سے ہے نہ کہ زبان سے، زبان سے محض اس لئے نیت کے الفاظ دہرانے کی اجازت دی گئی ہے کہ استحضار قلبی میں اضافہ ہو جائے، لہذا اگر دل میں کسی اور نماز کی نیت تھی اور زبان سے کچھ اور نکل گیا ہو تو دل کی نیت کا ہی اعتبار ہوگا، اور اس کے مطابق اس کی نماز ادا ہو جائے گی:

"والمعتبر فيها عمل القلب ... فلا عبرة للذكر باللسان إن خالف القلب" (١)

نیت عربی میں یا اردو میں؟

سوال:- {412} ایک عالم دین نے کہا کہ نماز کی نیت عربی میں باندھنا چاہئے، اردو میں نیت نماز باندھنا بدعت ہے؟ (محمد عبد الواحد، کھمم)

جواب:- نیت دل کے ارادہ کا نام ہے، نہ کہ زبان کے بول کا، زبان سے جو الفاظ کہے جاتے ہیں، وہ تو محض نیت کو نقل کرنا ہے، اور اس سے ذہنی استحضار مقصود ہے، اس لئے اول تو عربی یا اردو میں نیت کے الفاظ کہنا واجب یا مستحب نہیں، دوسرے چونکہ یہ کلمات نماز شروع کرنے سے پہلے کہے جاتے ہیں، اس لئے اس کو اردو میں بھی کہا جا سکتا ہے، اور عربی میں بھی۔

(١) ردالمحتار: ٢/٥١۔

اردو زبان میں نیت

سوال:- {413} یہاں پالونچہ جامع مسجد میں ایک عالم صاحب نے جمعہ کی تقریر کے دوران کہا کہ عربی زبان کی بجائے اردو زبان میں نماز کی نیت کرنا بدعت ہے، نیت تو عربی ہی میں ہونی چاہئے۔ (محمد بشیر، پالونچہ)

جواب:- نیت دل کے ارادے کا نام ہے، نہ کہ زبان کے بول کا، زبان سے جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ اصل میں نیت نہیں، بلکہ نیت کی نقل ہے، نیت نماز سے پہلے کا فعل ہے نہ کہ نماز کے اندر کا، نماز کے اندر جو اذکار ہیں انہیں عربی ہی میں کہنا چاہئے، نماز کے شروع ہونے سے پہلے جو اذکار کہے جاتے ہیں، ان کو عربی زبان میں کہنا ضروری نہیں، اردو میں بھی کہا جا سکتا ہے، اس لئے اردو اور عربی میں نیت کرنے کے درمیان کوئی فرق نہیں، نہ اردو میں نیت کرنا بدعت ہے، اور نہ عربی میں نیت کرنا سنت ہے۔

امام رکوع میں ہو تو نیت

سوال:- {414} کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا، اور امام صاحب با جماعت رکوع میں ہوں تو کیا ایسے شخص کو نیت کر کے جماعت میں شامل ہونا چاہئے، یا وقت کم ہونے کی وجہ سے نیت کرنا ضروری نہیں؟ (محمد عبد العظیم صدیقی، ظہیر آباد)

جواب:- نماز کے لئے نیت کا پایا جانا شرط ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إنما الأعمال بالنيات" (۱) البتہ نیت دل کا فعل ہے نہ کہ

---

(۱) دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱، باب كيف كان بدأ الوحي إلى رسول الله ﷺ۔ محشی

زبان کا ، جب ایک شخص وضوء کر کے مسجد میں آتا ہے،تو اسی ارادہ سے آتا ہے کہ اسے نماز ادا کرنی ہے، یہی نیت ہے، اس لئے اس صورت میں نیت پائی جاتی ہے،؛ بشرطیکہ درمیان میں کسی غیر متعلق کام میں مشغول نہ ہوا ہو، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں ، بلکہ اگر زبان سے نیت کرنے کی صورت میں اس رکعت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو چاہئے کہ زبان سے نیت کے کلمات کہے بغیر امام کے ساتھ شریک ہو جائے ،فتاوی عالمگیری میں ہے:

" النية إرادة الدخول في الصلاة والشرط أن يعلم بقلبه"(۱)

نماز کی نیت کا وقت

سوال:- {415} مقتدی کب نیت کرے ؟اقامت سے پہلے، یا اقامت کے درمیان ؟ یا اقامت کے بعد؟ جس جگہ پر نماز پڑھ رہا ہو کیا وہیں اقامت کہنا ضروری ہے، جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو کیا نماز کے لئے آتے ہوئے چلنے کی حالت میں بھی نیت کی جاسکتی ہے، اگر نیت کے بعد گفتگو کر لی ہو تو کیا دوبارہ نیت کرنی پڑے گی؟ (اختر پاشا،محبوب نگر)

جواب:- نیت کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ وہ عبادت سے پہلے بھی ہو اور اس سے متصل بھی،نماز سے متصل ہونے کی فقہاء نے دو صورتیں کی ہیں ، ایک یہ کہ حقیقی طور پر متصل ہو، اور اس کی صورت یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے نیت کرے ، یہ صورت بہتر ہے،دوسری صورت یہ ہے کہ حقیقتاً تو نیت عبادت سے متصل نہ ہو،لیکن حکماً متصل ہو، حکماً متصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نیت اور نماز کے درمیان کسی ایسے کام میں نہ لگا ہو جو نماز سے گریز کو بتاتا ہو، چنانچہ وضوء اور

---

(۱) الفتاوى الهندية :۱/۶۵۔

تیمم کے وقت ہی نماز کی نیت کی ہو، پھر نماز پڑھنے گیا اور درمیان میں کسی ایسے کام میں مشغول نہیں ہوا تو اس کی نیت ابھی باقی ہے، اگر ایک جگہ نیت کر کے نماز کی جگہ جانے کے بعد بھی وہ نیت باقی رہتی ہے، تو چلتے ہوئے جو نیت کی جائے ظاہر ہے وہ بدرجۂ اولی کافی ہوگی، البتہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ نیت کا تعلق قلب سے ہے، نیت کے لئے ایسا قلبی استحضار ضروری ہے کہ اگر نماز شروع کرتے وقت اس سے پوچھا جائے کہ تم کونسی نماز پڑھ رہے ہو، تو وہ ادنی غور و تامل کے بغیر بتا سکے کہ میں فلاں نماز پڑھ رہا ہوں، یہ تمام تفصیلات علامہ ابن نجیم مصریؒ نے اپنی مشہور کتاب ''الأشباه والنظائر'' میں نیت کی بحث میں لکھی ہے۔(۱)

جہاں تک نیت کے بعد گفتگو کی بات ہے، تو اگر نیت کے بعد نماز کی طرف جاتے ہوئے یا نماز کا انتظار کرتے ہوئے کچھ گفتگو کر لی جائے، تو دوبارہ نیت ضروری نہیں، اور اگر نیت کے بعد طویل گفتگو یا مباحثہ میں لگ گیا ہو جو بظاہر نماز سے اعراض اور گریز کو ظاہر کرتا ہو، تو دوبارہ نیت کرنی ہوگی۔

مقتدی کے لیے بہتر ہے کہ جس وقت امام نماز شروع کرے اس وقت اقتداء کی نیت کرے، تاہم امام کے نماز شروع کرنے سے پہلے اور نماز کے لئے کھڑے ہونے کے بعد بھی اقتداء کی نیت کرلے تو کافی ہے:

"والأفضل أن ينوى الإقتداء عند افتتاح الإمام فإن نوى حين وقف عالما بأنه لم يشرع جاز"(۲)

اگر نیت میں اطمینان نہ ہو؟

سوال:- {416} ایک صاحب نماز میں نیت کرتے ہیں، لیکن ان کو اپنی نیت کے بارے میں اطمینان ہی نہیں ہوتا،

(۱) دیکھئے: الأشباه والنظائر مع حاشية الرافعي: ص: ۲۱، ط: دہلی۔
(۲) حوالہ سابق

اور مستقل شک کی کیفیت رہتی ہے، ایسے شخص کے لئے نیت کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ (عبداللہ، سکندر آباد)

جواب:- ایسے شخص کو چاہئے کہ نیت کے الفاظ زبان سے ادا کرلے، خواہ عربی میں ہو یا اردو میں، مثلاً: یوں کہہ لے "میں دو رکعت فریضہ فجر کی نیت کرتا ہوں" یہ اس کے لئے کافی ہے۔"... من عجز عن احضار القلب في النية يكفيه..." (۱)

نماز شروع کرنے کے بعد نیت میں تبدیلی

سوال:- {417} اگر نفل نماز پڑھ رہے ہوں، لیکن رکوع میں جانے سے پہلے نفل کی نیت ختم کرکے فجر کی قضاء کی نیت کرلے، تو کیا نیت تبدیل کرسکتے ہیں؟ اور یہ فجر کی قضاء ہوگی، یا نفل؟ (س، ج، سنتوش نگر)

جواب:- روزہ کے سوا تمام افعال میں یہ بات ضروری ہے کہ اس فعل کے کرنے سے پہلے ہی نیت کرلی جائے، اس لئے کہ فعل کے آغاز کا وقت ہی اصل میں نیت کا محل ہے، اور اسی وقت کی نیت معتبر ہوگی، جب آپ نماز ایک نیت سے شروع کرچکے، تو اب نیت کرنے کا کوئی موقع ومحل باقی نہیں رہا، لہذا اب بعد میں قضاء فجر کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے یہ نفل نماز ہی شمار ہوگی، ہاں، اگر قضاء فجر کا خیال آنے کے بعد آپ نے دوبارہ تکبیر تحریمہ کہہ کر قضاء فجر شروع کی اور از سر نو نماز ادا کی تو اب یہ فجر کی قضاء ہوگی، لیکن چونکہ آپ نفل نماز شروع کرچکے تھے، اور نفل عبادت بھی شروع کرنے کے بعد واجب ہوجاتی ہے، لہذا آپ پر نفل کی ان دو رکعتوں کی بھی قضاء کرنی واجب ہوگی۔ (۲) نیز یہ بات بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ نفل شروع کرکے بلا عذر

---

(۱) البحر الرائق: ۱/۴۸۴، مکتبہ زکریا، دیوبند۔

(۲) "واتفق أصحابنا رحمهم الله أن الشروع فى التطوع بمطلق النية لا يلزمه أكثر من ركعتين" (الفتاوى الهندية: ۱/۱۱۳، باب فى النوافل) محشی۔

توڑنا جائز نہیں ہے:

"إن القطع يكون حراما و مباحا و مستحبا و واجبا ، فالحرام بغير عذر" (۱)

امام سے پہلے مقتدی نیت کرلے

سوال:- {418} باجماعت نماز میں کیا مقتدی امام سے پہلے نیت کرسکتا ہے یا امام کے تکبیر کہنے کے بعد ہی مقتدی کو نیت کرکے رکعت باندھنا چاہئے؟

(محمد خلیل الرحمان، مدینہ مسجد، محبوب نگر)

جواب:- نیت نماز شروع کرنے سے پہلے کا عمل ہے، اس لئے اگر مقتدی کی نیت امام سے پہلے ہوجائے تو کچھ حرج نہیں، جو افعال نماز میں کئے جاتے ہیں، ان میں مقتدی کا عمل امام سے پہلے نہ ہونا چاہئے، جیسے امام کے تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے ہی مقتدی نے تکبیر تحریمہ کہہ دیا تو یہ درست نہیں، نہ اقتداء صحیح ہوگی، اور نہ مقتدی کی نماز، نیت چونکہ نماز سے باہر اور نماز سے پہلے کا فعل ہے، اس لئے نیت میں اگر مقتدی امام پر سبقت کرجائے تو کوئی قباحت نہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے مقتدی امام سے پہلے وضو کرلے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر گھر سے چلتے ہوئے نماز میں شرکت کا ارادہ کرلیا تھا، تو یہی نیت ہوگی، اور یہ نماز کے لئے کافی ہوگی۔ (۲)

تکبیر تحریمہ کے چند مسائل

سوال:- {419} (الف) دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ رکعت باندھتے وقت کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے کے بجائے

---

(۱) شامی:۲/۴۴۱۔

(۲) دیکھئے: ردالمحتار :۲/۹۳۔

تھوڑا سا اوپر اٹھاتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

(ب) بعض لوگ تھوڑا سا جھک کر رکعت باندھتے ہیں، کیا یہ طریقہ درست ہے؟

(ج) کچھ لوگ ہاتھ کانوں سے لگاتے ہیں، لیکن ہاتھوں کا رخ کانوں کی طرف ہوتا ہے نہ کہ قبلہ کی طرف، کیا اس طرح تحریمہ باندھا جاسکتا ہے؟ (محمد نصیر عادل، دربھنگہ)

جواب:- (الف) تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھا کانوں کی لو کے مقابل ہو، اور انگلیاں کان کے اوپری حصہ کے مقابل، اور ہتھیلی کا نچلا حصہ مونڈھوں کے مقابل، اس طرح تکبیر تحریمہ کہتے وقت ہاتھ اٹھانے کی جو مختلف کیفیتیں حدیث میں مروی ہیں ان سب پر عمل ہوجاتا ہے، اس لئے فقہاء نے اسی طریقہ کو مسنون قرار دیا ہے۔(۱) چونکہ یہ سنت ہے، اس لئے اگر اس عمل کا استخفاف اور اس کو غیر اہم قرار دینا مقصود نہ ہو تو مکروہ نہیں، البتہ بہتر طریقہ کے خلاف ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ یہ "موجب اساءت" ہے اور "اساءت" کراہت سے کمتر درجہ ہے۔(۲)

"ترك السنة لا يوجب فسادا ولا سهوا بل اساءة ... و قالوا الإسائة أدون من الكراهة" (۳)

---

(۱) الفتاوی الهندية : ۷۳/۱۔

(۲) اس بارے میں علامہ شامیؒ اور علامہ ابن نجیم مصریؒ کی رائے اس کے برعکس ہے، یہ حضرات "إساءة" کو کراہت سے فزوں تر سمجھتے ہیں، علامہ ابن نجیمؒ نے شرح منار میں لکھا ہے: "أن الإساءة أفحش من الكراهة" نیز علامہ حصکفیؒ نے "الدر المختار" میں اس کی ترجمانی کی ہے۔(دیکھئے: الدر المختار مع رد المحتار :۱۷۰/۲، باب صفة الصلاة، ط: دیوبند) اسی لیے اس قول کے مطابق تحریمہ کے مسنون طریقہ کی خلاف ورزی گناہ کا باعث ہوگی۔ واللہ اعلم۔ محشی۔

(۳) الدر المختار :۷۳/۱۔

(ب) تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت سر کو جھکانا نہیں چاہئے، فقہاء نے اسے بدعت قرار دیا ہے۔ ''وأن لا يطأطأ رأسه عند التكبير ''(۱)

(ج) ہاتھ اٹھاتے ہوئے ہتھیلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہونا چاہئے، نہ کہ کان کی طرف، اس طرح ہاتھ اٹھانا خلاف سنت ہے۔ ''يستقبل ببطون كفيه إلى القبلة ''(۲)

تکبیر اولیٰ کے پانے سے مراد کیا ہے؟

سوال:- {420} حدیث پاک میں آتا ہے کہ چالیس دن تکبیر اولیٰ کی پابندی پر دو پروانے ملتے ہیں، بعض شراح نے یہ قید لگائی ہے کہ امام کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہی جائے تو تکبیر اولیٰ میں شریک ہونا شمار ہوگا، کذا فی فضائل اعمال۔ ''زید'' اس کے چھوٹنے کے اندیشہ پر سنن قبل الظہر کو نماز ظہر کے بعد ادا کرتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ نیز عند الجمہور تکبیر اولیٰ کب تک شمار ہوگی؟　　(محمد محسن علی مظاہری)

جواب:- تکبیر اولیٰ کے پانے سے کیا مراد ہے؟ اس میں شارحین حدیث کی رائیں مختلف ہیں، احناف کے یہاں ترجیح اس کو ہے کہ رکوع پانے والا بھی تکبیر اولیٰ کو پانے والا سمجھا جائے گا، (۳) مولانا بنوریؒ نے معارف السنن میں اس موضوع پر ایک گونہ تفصیل سے بحث کی ہے۔ (۴)

---

(۱) الدر المختار :۱/۴۷۳، نیز دیکھئے: الفتاوى الهندية:۱/۷۳۔

(۲) الدر المختار :۱/۴۷۲۔

(۳) عند أبي حنيفة واجدا الركعة الاولى واجدا فضل التحريمة ممتدا الى الركوع (العرف الشذي على الترمذي :۱/۶۲)

(۴) دیکھئے: معارف السنن :۲/۳۴۶۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ ظہر کی نماز کا وقت قریب آ گیا ہو اور سنت میں مشغول ہونے کی وجہ سے پہلی رکعت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو سنتِ ظہر کو مؤخر کر دینا چاہئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"إذا أقيمت الصلوٰة فلا صلوٰة إلّا مكتوبة" (۱)

ہاتھ کہاں باندھا جائے؟

سوال:- {421} نماز میں ہاتھ کس جگہ باندھنا چاہئے؟　　(محمد عمر فاروق، سدی پیٹھ)

جواب:- حضرت علی ﷺ سے روایت ہے کہ نماز میں سنت طریقہ یہ ہے کہ ناف کے نیچے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ رکھا جائے، (۲) اس لئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مردوں کو ناف کے نیچے اور عورتوں کو سینے پر ہاتھ رکھنا افضل ہے، (۳) عورتوں کے لئے یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اس میں ستر زیادہ ہے اور عورتوں کے حق میں زیادہ سے زیادہ ستر مطلوب ہے، چونکہ بعض روایتوں میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا بھی ذکر ہے، (۴) اس لئے بعض فقہاء سینہ پر ہاتھ

---

(۱) صحيح المسلم، حدیث نمبر: ۷۱۰، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المؤذن، الجامع الترمذي، حدیث نمبر: ۴۲۱۔ محشی۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبه: ۱/۳۹۱، حدیث نمبر: ۳۹۴۵، باب وضع اليمين على الشمال، نیز دیکھئے: السنن الكبرى للبيهقي: ۲/۴۸، حدیث نمبر: ۲۳۴۲، باب وضع اليمين على الصدر في الصلاة من السنة، نیز دیکھئے: أبو داؤد، حدیث نمبر: ۷۵۶۔ از محشی۔

(۳) بدائع الصنائع: ۱/۴۷۰۔

(۴) چنانچہ حضرت وائل بن حجر ﷺ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ نماز کا وقت آ گیا، تو آپ ﷺ مسجد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، اور محراب میں داخل ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے تکبیر کے لیے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا، اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینہ مبارک پر رکھا: "عن وائل بن حجر قال: "حضرت رسول الله ﷺ إذا أو حين نهض إلى المسجد فدخل المحراب ثم رفع يديه بالتكبير ثم وضع يمينه على يساره على صدره" (السنن الكبرى للبيهقي: ۲/۴۶، حدیث نمبر: ۲۳۳۵، باب وضع اليدين على الصدر في الصلاة من السنة)

باندھنے کو افضل قرار دیتے ہیں، اس مسئلہ میں زیادہ شدت نہ برتنی چاہئے اور نہ ان کو باہمی اختلاف کا ذریعہ بننے دینا چاہئے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کے طریقہ کی دلیل

سوال:- {422} احناف کے یہاں نماز میں ہاتھ باندھنے کا جو طریقہ ہے، کیا حدیث سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ (عبدالبصیر، مہدی پٹنم)

جواب:- فقہاءِ حنفیہ نے لکھا ہے کہ ہاتھ اس طرح باندھا جائے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے اوپری حصہ پر ہو، انگشت شہادت اور اس سے متعلق متصل دو انگلیاں یعنی کل تین انگلیاں بائیں ہاتھ کے گٹوں پر ہوں اور انگوٹھا نیز چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کے گٹہ پر حلقہ بنالیا جائے، حنفیہ کے یہاں چوں کہ تمام حدیثوں پر عمل کرنے کا خصوصی اہتمام ہے، اسی لئے وہ کسی مسئلہ سے متعلق مختلف روایات کو جمع کرتے ہیں، اور ایسی صورت اختیار کرتے ہیں جس میں سبھوں پر عمل ہو جائے، چنانچہ حضرت سہل بن سعد ﷺ کی ایک روایت میں ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ " دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھیں" (۱) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ دایاں ہاتھ کو بائیں ہتھیلی کی پشت، گٹے اور کلائی پر رکھتے تھے: "علی ظهر كفيه اليسرى و الرسغ والساعد " (۲) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑتے تھے: "يأخذ شماله بيمينه " (۳) تو پہلی روایت سے ہتھیلی کی پشت پر ہاتھ کا رکھنا معلوم ہوا، دوسری روایت سے کلائی اور گٹے پر ہاتھ رکھنا، اور تیسری

(۱) صحيح البخاری، حدیث نمبر: ۷۴۰، باب وضع اليمنى على اليسرى ۔
(۲) سنن أبي داؤد ، حدیث نمبر: ۷۲۸، باب رفع اليدين في الصلاة ۔
(۳) الجامع للترمذی ، حدیث نمبر: ۲۵۲، باب ماجاء في وضع اليمين على الشمال فی الصلاة ۔

روایت سے ہاتھ کا پکڑنا، احناف نے ان تینوں روایتوں پر عمل کرنے اور جمع کرنے کے لئے یہ کیفیت متعین فرمائی کہ ہتھیلی ہتھیلی کی پشت پر، تین انگلیاں گٹے اور کلائی پر ہوں اور دو انگلیوں سے حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کو پکڑا جائے، تا کہ کوئی روایت عمل سے محروم نہ رہ جائے، احادیث کی توضیح و تشریح اور اس پر عمل کرنے میں یہی احناف کا خاص منہج ہے، جس کے پیچھے تمام سنتوں کی اتباع کا جذبہ کارفرما ہے، مگر افسوس کہ جن حضرات کی نظر سطحی ہوتی ہے، وہ ایک حدیث پر عمل کر کے باقی ساری حدیثوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں، اور اپنی لاعلمی کی وجہ سے اپنے آپ کو متبع سنت خیال کرتے ہیں، اور جو لوگ تمام سنتوں کا احاطہ کرتے ہیں، ان کو تارک سنت کہنے سے بھی نہیں چوکتے۔ وإلى الله المشتكىٰ۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث اور صحیح بخاری

سوال:- {423} احناف ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر کوئی حدیث نہیں ہے، کیا اس سلسلہ میں کوئی حدیث ہے؟ اگر بخاری کی حدیث ہو تو خاص طور پر اس کا ذکر کریں؟

(عبد المعبود، ملک پیٹ)

جواب:- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"من السنة وضع الكف على الكف في الصلاة تحت السرة" (۱)

"نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے"۔

ظاہر ہے کہ جب صحابی ﷛ کسی چیز کو سنت قرار دے تو اس سے رسول اللہ ﷺ کی سنت

(۱) سنن أبي داؤد مع المنهل :۳/۱۲۳، حدیث نمبر:۷۵۶، باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلاة۔

ہی مراد ہو سکتی ہے، نیز ہاتھ باندھنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع کا اظہار ہے، اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں تواضع کی کیفیت زیادہ نمایاں ہے، اس لئے احناف نے اس طریقہ کو زیادہ بہتر قرار دیا ہے۔

جہاں تک بخاری کی حدیث کی بات ہے تو بخاری میں صرف اس بات کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے ہاتھ باندھے ہیں، لیکن ہاتھ کہاں باندھا؟ اس سلسلہ میں بخاری و مسلم میں کوئی روایت موجود نہیں، اور بطور خیر خواہی عرض کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر سنت سے محبت ہونی چاہئے، خواہ اسے بخاری نے نقل کیا ہو یا کسی اور محدث نے، بخاری کے علاوہ دوسری کتابوں کی احادیث کو رد کر دینا اتباع سنت کے جذبہ کے مغائر ہے، اس لئے ہر حدیث پر عمل کی کوشش کرنی چاہئے جو معتبر طریقہ پر ثابت ہو، خواہ وہ کسی کتاب کی ہو۔

ثناء کب پڑھا جائے؟

سوال:- {424} قراءت شروع ہونے کے بعد ثناء پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ سری نماز میں اتنی دیر میں شریک ہوا کہ امام سورۂ فاتحہ کا کچھ حصہ پڑھ چکا ہو، تو کیا ثناء پڑھ سکتا ہے؟ ثناء کن صورتوں میں پڑھنا چاہئے؟ واضح طور پر بتلائیے؟

(عبدالرحمٰن، بی، ایچ ای، ایل)

جواب:- اگر امام قراءت شروع کر چکا ہو تو مقتدی کو اس وقت ثناء نہیں پڑھنی چاہئے، نماز خواہ جہری ہو یا سری، اس صورت کے علاوہ ثناء پڑھنے کی صورت اس طرح ہے:

(الف) امام، تنہا نماز پڑھنے والا، اور امام کے پیچھے تکبیر تحریمہ سے شریک رہنے والا، قراءت سے پہلے ثناء پڑھے گا، اگر شروع میں غفلت ہوگئی اور قراءت شروع ہونے کے بعد یاد آیا تو اس وقت ثناء پڑھنا درست نہیں، اب ثناء چھوڑ دے، کیونکہ ثناء کا حکم استحبابی ہے، واجب نہیں۔

(ب) اگر نماز شروع ہونے کے بعد امام کے رکوع میں جانے کے بعد نماز میں شامل

ہوا تو اگر اس کو قوی امید ہو کہ وہ ثناء پڑھ کر رکوع کو پا سکتا ہے تب تو ثناء پڑھ لے اور پھر رکوع میں جائے، اور اگر ثناء پڑھنے میں رکوع کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو ثناء چھوڑ دے۔

(ج) جس شخص کی ایک یا اس سے زیادہ رکعتیں چھوٹ گئیں، جس کو فقہ کی اصطلاح میں "مسبوق" کہتے ہیں، وہ امام کی نماز پوری ہونے کے بعد جب چھوٹی ہوئی رکعتوں کو ادا کرنے کے لئے اٹھے، اس وقت شروع میں ثناء پڑھ سکتا ہے۔

(د) اگر قیام کی حالت میں ثناء نہیں پڑھ سکا تو رکوع کی حالت میں ثناء پڑھنا درست نہیں، بہ خلاف عیدین کی تکبیراتِ زوائد کے، اگر قیام کی حالت میں امام کی تکبیراتِ زوائد کو نہیں پا سکا تو رکوع میں یہ تکبیرات کہی جائیں گی، کیونکہ عیدین کی تکبیرات واجب ہیں، اور ثناء مستحب۔

یہ تمام احکام علامہ شرنبلالیؒ، اور طحطاوی نے ذکر کیے ہیں۔ (۱)

نماز میں تعوذ اور بسم اللہ

سوال:- {425} فرض وسنت نمازوں کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے تسمیہ ضروری ہے یا نہیں؟ اگر کوئی صرف پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ، تعوذ وتسمیہ پڑھے اور بقیہ رکعتوں میں تسمیہ نہ پڑھے تو کیسا ہے؟ اور جماعت سے نماز پڑھنے کی صورت میں مقتدی کو تعوذ وتسمیہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

(م، ع، فاروقی، محبوب نگر)

جواب:- تعوذ تو صرف پہلی رکعت میں پڑھنا ہے، لیکن بسم اللہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے پڑھنا مسنون ہے، خواہ وہ فرض ہو یا سنت، امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے: " أنه يأتي بها في كل ركعة " (۲) البتہ سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد والی سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا

---

(۱) مراقي الفلاح مع طحطاوی: ص:۱۵۲-۱۵۳، ط: دمشق۔
(۲) بدائع الصنائع: ۱/۴۷۷، ط: دیوبند۔ محشی۔

جائز ہے نہ کہ مسنون، البتہ تعوذ وتسمیہ کا تعلق قرآن مجید کی قراءت سے ہے، اس لئے جس کے ذمہ قرآن کی تلاوت ہو وہ تسمیہ وتعوذ پڑھے گا، یعنی امام اور منفرد، مقتدی کے ذمہ چونکہ قراءت نہیں؛ اس لئے وہ تعوذ اور تسمیہ بھی نہیں پڑھے گا:

" إن التعوذ سنة القراءة فيأتي به كل قارئ للقرآن ... لا يأتي به المقتدي " (۱)

تکبیراتِ انتقال کہنے کا طریقہ

سوال:- {426} بہت سے ائمہ حضرات جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو ہاتھ باندھنے کے بعد " الله اکبر " کہتے ہیں، اور سجدہ وقعدہ سے آدمی دور تک اٹھنے کے بعد " الله اکبر " کہتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

(عبدالغفور، فیل خانہ)

جواب:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے پھر '' الله اکبر '' کہتے، (۲) اس لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے، '' الله اکبر '' کہتے ہوئے ہاتھ نیچے لائے، اور باندھ لے۔ (۳)

اسی طرح ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے لئے جو تکبیرات اور اذکار ہیں، ان کے سلسلہ میں بھی اصول یہی ہے کہ جونہی اگلے رکن کی طرف منتقل ہونا شروع ہو،

---

(۱) البحر الرائق :۱/۳۱۲-۳۱۱۔

(۲) دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر:۷۳۸، باب : إلى أين يرفع يديه ، صحيح مسلم، حدیث نمبر:۳۹۰، باب استحباب رفع اليدين الخ ۔ محشی ۔

(۳) البحر الرائق :۱/۳۰۵۔

''اللّٰہ اکبر'' کہنا شروع کرے، اور دوسرے رکن میں پہنچنے تک تکبیر ختم کرلے، جب قیام سے رکوع میں جائے تو جونہی جھکے تکبیر شروع کرلے اور رکوع کی کیفیت میں پہنچنے سے پہلے تکبیر ختم کردے۔

" فیبدأ بالتکبیر مع ابداء الانحناء ویختمه بختمه" (۱)

اسی طرح دوسرے ارکان میں بھی تکبیرات کہنی ہیں۔

تکبیراتِ انتقال، رکوع وسجدہ میں

سوال:- {427} بعض ائمہ رکوع اور سجدہ میں آخر میں تکبیر کہتے ہیں، اور بعض رکوع اور سجدہ کی ابتداء ہی میں تکبیر مکمل کرلیتے ہیں، تکبیر کس طرح اور کب شروع کریں؟

(محمد عبدالحمید، بیدر)

جواب:- تکبیر کہنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جونہی رکوع اور سجدہ کے لئے جھکے تکبیر کہنا شروع کرے، اور رکوع اور سجدہ کی کیفیت میں پہنچنے تک تکبیر مکمل کرلے:

" ویکبر مع الانحطاط ، قالوا :و هو الأصح له) وابتداء ه عند أول الخرور وفراغه عند الاستواء" (۲)

البتہ اگر کوئی شخص تکبیر کو اتنا دراز کرنے میں مشکل محسوس کرتا ہو تو جیسے ہی جھکے تکبیر کہے؛ البتہ اگر امام ضعیف ہو اور اسے اندیشہ ہو کہ شروع میں تکبیر کہنے کی وجہ سے مقتدی اس سے پہلے ہی

---

(۱) مراقي الفلاح :ص:۱۵۴۔

(۲) البحر الرائق :۱/۳۱۵۔

رکوع یا سجدہ میں چلے جائیں گے، تو اس کے لئے مناسب ہے کہ رکوع اور سجدہ کے قریب پہنچ کر تکبیر کہے؛ تاکہ کسی رکن میں مقتدی امام سے پہلے نہ چلے جائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔(۱)

رکوع وسجدہ میں تسبیحات کی مقدار

سوال:- {428} ہمارے امام صاحب نماز میں بڑا لمبا سجدہ کرتے ہیں، " سبحان ربي الأعلى " تین بار پڑھنا ہے، یا سات بار یا اس سے بھی زیادہ؟ (ذاکر شریف، گلبرگہ)

جواب:- رکوع اور سجدہ کی تسبیحات کم سے کم تین بار کہنی چاہئے، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے:

"جب تم میں سے کوئی شخص رکوع کرے اور رکوع میں تین بار "سبحان ربي العظيم " اسی طرح سجدہ میں تین بار "سبحان ربي الأعلى " کہے تو اس نے رکوع وسجدہ مکمل کرلیا، لیکن فرمایا کہ یہ تسبیحات کی کم سے کم مقدار ہے" (۲)

اس لئے فقہاء نے لکھا ہے:

"کم سے کم رکوع اور سجدہ میں تسبیح کی مقدار تین دفعہ ہے،

(۱) دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۶۲۳۔

(۲) الجامع الترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۱، باب ماجاء في التسبيح في الركوع والسجود۔ یہ مرفوع حدیث ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نبی ﷺ سے نقل فرماتے ہیں، اور الفاظ حدیث یہ ہیں: " عند ابن مسعود : أن النبي ﷺ قال : " إذا ركع أحدكم فقال في ركوعه " سبحان ربي العظيم " ثلاث مرات ، فقد تم ركوعه ، و ذلك أدناه ، و إذا سجد فقال في سجوده " سبحان ربي الأعلى " ثلاث مرات ، فقد تم سجوده ، و ذلك أدناه " (الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۶۱، باب ماجاء في التسبيح في الركوع والسجود) محشی۔

اوسط درجہ پانچ ہے اور سب سے کامل درجہ سات دفعہ تسبیح
پڑھنے کا ہے، (۱)

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جب آپ ﷺ امام ہوتے تو عام معمول تین بار تسبیح پر اکتفا کرنے کا تھا، چنانچہ حضرت ابوبکر ؓ سے مروی ہے "رسول اللہ ﷺ رکوع میں تین بار اور سجدہ میں تین بار پڑھا کرتے تھے؛ (۲) البتہ تہجد کی نماز میں تسبیحات کی مقدار زیادہ ہوا کرتی تھیں، کیونکہ آپ ﷺ کا رکوع اور سجدہ بہت طویل ہوتا، اور رکوع اور سجدہ کی مقدار بھی قریب قریب قیام ہی کی ہوتی تھی۔ (۳)

امام کو چاہئے کہ اتنی تسبیحات پڑھے کہ مقتدیوں کو اکتاہٹ نہ ہو۔

"وإن كان إماما لايزيد على وجه يمل القوم"(۴)

اسلئے بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ امام کو پانچ دفعہ تسبیحات پڑھنی چاہئے، تاکہ تیز پڑھنے والوں کو زیادہ انتظار کرنا نہ پڑے، اور آہستہ پڑھنے والوں کی تین تسبیحات پوری ہو جائیں:

"ينبغي للإمام أن يقول خمسا ليتمكن القوم من الثلاث "(۵)

کب رکوع میں شمولیت سمجھی جائے گی؟

سوال:- {429} کسی بھی نماز کی جماعت میں اگر رکوع میں شامل ہو جائیں، تو اس رکعت کو شمار کیا جائے گا، لیکن

---

(۱) الفتاوى الهندية :۱/۷۵۔
(۲) مجمع الزوائد:۲/۱۲۸۔
(۳) صحيح المسلم ،حدیث نمبر:۱۷۹۹،باب صلاة النبي و دعاءه بالليل ۔محشی۔
(۴) الفتاوى الهندية :۱/۷۵۔
(۵) مجمع الأنهر :۱/۹۶۔

اگر رکوع میں ایسے وقت داخل ہوئے کہ ایک مرتبہ بھی پوری طرح سے" سبحان ربي العظيم " نہ پڑھ سکیں، تو کیا اس صورت میں بھی رکوع اور رکعت میں شمولیت سمجھی جائے گی ؟ یا ایک بار تسبیح پڑھنے پر ہی رکعت شمار کی جائے گی ؟ کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ" اللّٰــه اكبر " کہہ کر رکوع میں جاتے رہتے ہیں، اور امام صاحب تکبیر کہتے ہوئے اٹھتے ہیں، تو ایسی صورت میں کیا تصور کرنا چاہئے؟

(نادر المسدرسی، مغلپورہ)

جواب :- اگر امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے پہلے ایک لمحہ بھی مقتدی نے امام کو رکوع میں پالیا، گو ایک تسبیح سے کم ہو، تو وہ اس رکعت کو پانے والا سمجھا جائے گا، البتہ اگر امام رکوع سے اٹھنے کی حالت میں ہو اور مقتدی جانے کی حالت میں، تو اس رکعت کو دہرانا ہوگا:

" ولكنه لم يدرك الركعة حيث لم يدرك في جزء من الركوع قبل رفع رأسه منه ... " (۱)

رکوع میں امام کو پانے کی حد

سوال:- {430} جماعت کھڑی ہوجانے کے بعد لوگ جلدی سے جا کر جماعت میں شریک ہوجاتے ہیں، بعض لوگوں کو رکوع کی تسبیح ایک مرتبہ بھی پڑھنے کا موقع نہیں مل پاتا، تو کیا اس رکعت کو بھی شمار کیا جائے گا اور وہ اس کو پانے والا سمجھا جائے گا؟　　(مرزا الطاف بیگ، کنڈا کرتی)

---

(۱) مراقي الفلاح :ص:۲۴۷۔
نیز دیکھئے:الدر المختار مع رد المحتار :۲/۵۱۶۔محشی۔

جواب:- امام کے ساتھ شامل ہونے کے لئے دوڑتے ہوئے نہ جانا چاہئے کہ اس سے سانس اکھڑنے لگتی ہے اور خشوع وخضوع باقی نہیں رہتا، اسی لئے آپ ﷺ نے وقار کے ساتھ چل کر جانے کا حکم دیا ہے (۱) تاہم اگر کوئی شخص امام کو ایک لحہ بھی رکوع میں پالے، یہاں تک کہ قیام کی حالت سے پہلے اٹھتی ہوئی حالت میں، تب بھی اقتداء درست ہو جائے گی، اور وہ اس رکعت کو پانے والا سمجھا جائے گا:

"... الأصح أن يعتدبها إذا وجدت المشاركة قبل أن يستقيم قائما و إن قل" (۲)

رکوع پانے سے رکعت پانے کی دلیل

سوال:- {431} اگر کوئی شخص رکوع میں شامل نماز ہو تو عام طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ اس نے رکعت پالی، لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ رکوع پانا اس رکعت کا پانا نہیں ہے، کیا اس سلسلہ میں حدیث سے کوئی روشنی ملتی ہے؟

(عبدالماجد نظامی، ٹولی چوکی)

جواب:- امام مالکؒ نے حضرت ابوہریرہ ﷺ کا قول نقل کیا ہے: "من أدرك الركعة فقد أدرك السجدة "۔ اس میں اہل علم کے نزدیک رکعت سے رکوع مراد ہے، اور سجدہ سے رکعت نماز، کیونکہ دوسری احادیث میں بھی سجدہ بمعنی رکعت استعمال ہوا ہے، اب معنی یہ ہوئے کہ جس نے رکوع پایا اس نے رکعت پالی، اور آگے یہ فقرہ ہے کہ "جس سے سورۂ فاتحہ فوت ہوگئی وہ خیر کثیر سے محروم ہوا":

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۵۷۲، باب السعي إلى الصلاة، صحيح المسلم، حدیث نمبر:۱۳۵۹۔ محشی۔

(۲) الفتاوى الهندية:۱/۱۲۰۔

"ومن فاتته قراءة بأم القرآن فقد فاته خير كثير" (۱)

حضرت ابو ہریرہ ﷺ کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ اگر کوئی شخص حالت قیام میں شریک نماز نہ ہو سکے تو گویا بڑی محرومی کی بات ہے، لیکن بہر حال رکوع پالینے کی وجہ سے وہ اس رکعت کو پانے والا متصور ہوگا۔

مشہور فقیہ امام طحاویؒ نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ ہی سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " من أدرك الركوع فقد أدرك الركعة "(۲) "جب تم نماز میں آ ؤ اور ہم لوگ سجدہ کی حالت میں ہوں، تو تم بھی سجدہ میں شریک ہو جاؤ" اور اسے کچھ شمار نہ کرو، اور جس نے رکوع کو پالیا اس نے رکعت پالی" (۳) اس لئے صحیح یہی ہے کہ جو شخص رکوع کو پالے وہ اس رکعت کو پانے والا سمجھا جائے گا۔

رکوع سے اٹھنے کے بعد تکبیرات زوائد

سوال:- {432} ہمارے محلہ کی مسجد میں ایک حافظ قرآن نے نماز عید کی امامت کی، انہوں نے دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ پڑھنے کے بعد تکبیرات زوائد نہیں کہی اور رکوع میں چلے گئے، البتہ رکوع سے اٹھنے کے بعد ان زائد تکبیرات کو ادا کیا اور سجدہ میں چلے گئے، کیا امام صاحب کا یہ عمل درست ہے؟ (محمد اسحاق الدین، حافظ بابا نگر)

---

(۱) موطأ إمام مالك :۱/۴۔

(۲) طحطاوی :۱/۲۲۸۔

(۳) دیکھئے: الجامع الترمذي، حدیث نمبر:۵۹۱، باب ما ذكر في الرجل الذي يدرك الإمام و هو ساجد كيف يصنع ؟۔ محشی۔

جواب:- اگر تکبیرات زوائد کہنا بھول جائے تو صحیح طریقہ یہ ہے کہ ان تکبیرات کو رکوع میں کہے، قیام میں واپس آکر تکبیرات کہنے کی ضرورت نہیں، بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے:

"لو ركع الإمام قبل أن يكبر فإن الإمام يكبر في الركوع ولا يعود إلى القيام ليكبر في ظاهر الرواية ، فلو عاد ينبغي الفساد" (۱)

اگر رکوع میں تکبیر کہنا یاد نہیں رہا یا مسئلہ سے ناواقفیت کی وجہ سے نہیں کہہ پایا اور نماز پوری کرلی تو یہ بھی کافی تھا، بغیر سجدۂ سہو کے بھی نماز درست ہو جاتی ہے، کیونکہ عید اور ایسی نمازیں جن میں اژدحام زیادہ ہوتا ہو ان میں سجدۂ سہو ضروری نہیں، بغیر سجدۂ سہو کے بھی نماز ہو جاتی ہے:

" لا يسجد للسهو في العيدين و الجمعة لئلا يقع الناس في فتنة " (۲)

"ربنا لك الحمد " میں اضافہ

سوال:- {433} ایک صاحب نے جماعت کی نماز میں امام صاحب کے "سمع الله لمن حمده" کہنے کے بعد اس طرح کہا: "ربنا لك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه" کیا اس طرح تحمید کے کلمات کہے جاسکتے ہیں؟

(جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- حضرت رفاعہ بن رافع ﷺ سے مروی ہے:

"ہم لوگ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی عید گاہ میں نماز ادا

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۵۷۔
(۲) الفتاوى الهندية: ۱/۱۲۸۔

کررہے تھے، جب حضور ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا:''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' تو آپ ﷺ کے پیچھے ایک شخص نے کہا:''ربنا لك الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ''جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا یہ کہنے والا کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تیس سے زائد فرشتوں کو دیکھا کہ اس کو لکھنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے کوشاں ہیں''۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر نماز میں اس طرح تحمید کے کلمات کہے جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی، البتہ صحابہ ﷺ کا جو عام معمول تھا، وہ یہی کہ جماعت کی نماز میں صرف''ربنا لك الحمد'' کہنے پر اکتفاء کرتے، خود رسول اللہ ﷺ کی ہدایت بھی یہی منقول ہے کہ جب امام ''سمع اللّٰہ لمن حمدہ'' کہے تو تم''ربنا لك الحمد'' کہو۔(۲) اس لئے احناف اور اکثر فقہاء کی رائے یہی ہے کہ فرض نمازوں میں اتنے ہی پر اکتفاء کرنا بہتر ہے، البتہ نفل نماز میں تحمید کے وہ کلمات کہے جس کا آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے، کیونکہ نفل میں بمقابلہ فرض کے گنجائش زیادہ ہے۔ رہ گیا حضور ﷺ کا ارشاد تو اس کا مقصد ان کلمات کی تحسین ہے، نہ کہ عمل کی توثیق، یعنی حضور ﷺ کا یہ مقصود نہیں کہ لوگ اس طرح کلمہ تحمید کہا کریں، اگر یہ مقصد ہوتا تو آپ ﷺ نے دوسرے صحابہ ﷺ کو بھی اس طرح کہنے کی ترغیب دی ہوتی، بلکہ اس کا مقصد ان حمدیہ کلمات کی تحسین ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری :۱/۱۱۰،حدیث نمبر:۷۹۹،باب نمبر:۱۲۶۔ محشی۔

(۲) صحیح البخاری ،حدیث نمبر:۷۹۹،باب فضل اللّٰھم ربنا لك الحمد ۔محشی۔

سجدہ کا طریقہ

سوال:- {434} (الف) کیا سجدہ میں دونوں پیر زمین سے اٹھا کر رکھنے کی صورت میں نماز ہو جاتی ہے؟

(ب) سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو کھلا رکھنا چاہئے، یا پھیلا کر؟

(ج) سجدہ میں جاتے وقت پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھیں یا دونوں گھٹنے؟ (این، محمد شرف الدین ارشد، مشیر آباد)

جواب:- (الف) رسول اللہ ﷺ نے جن اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم فرمایا ہے، ان میں ایک دونوں پاؤں بھی ہے، (۱) لہذا اگر کسی شخص نے سجدہ کیا اور بلا عذر پاؤں زمین پر نہیں رکھا، تو اس کا سجدہ درست نہیں ہوگا، اگر ایک پاؤں زمین پر رکھا اور ایک اٹھائے رکھا، تو سجدہ ادا ہو جائے گا لیکن یہ صورت مکروہ ہے، پاؤں رکھنے سے مراد پاؤں کی انگلیوں کو زمین پر رکھنا ہے، اگر پاؤں کی انگلیوں کے بجائے تلوے کے مقابل پاؤں کے اوپری حصہ کو زمین پر رکھا تو یہ کافی نہیں، انگلی نہیں رکھی تو بھی سجدہ ادا نہیں ہوگا، کیوں کہ پاؤں کے رکھنے کا مقصود انگلیوں کو قبلہ کی سمت متوجہ رکھنا ہے:

"إنّ المراد بوضع الأصابع توجيهها نحو القبلة ليكون الإعتماد عليها وإلا فهو وضع ظهر القدم" (۲)

(ب) سجدہ میں ہاتھ اس طرح رکھنا چاہئے کہ انگلیاں ملی ہوئی ہوں "ضاما أصابع يديه" (۳) رکوع میں انگلیوں کو کھلا رکھنا اور سجدہ کی حالت میں ملا کر رکھنا مسنون ہے، دوسرے

---

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۲۷۲۔
(۲) الدر المختار: ۲/۲۰۔ (زکریا)
(۳) رد المحتار: ۲/۲۰۳۔

مواقع پر حالتِ اعتدال میں رکھنا چاہئے، یعنی اس کیفیت پر جس پر عام طور پر انگلیاں ہوا کرتی ہیں۔(۱)

(ج) سجدہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ زمین سے جو عضو جتنا قریب ہو، اسی ترتیب سے اعضاءِ سجدہ زمین پر رکھے جائیں، یعنی پہلے گھٹنہ، پھر ہاتھ، اس کے بعد ناک، پھر آخر میں پیشانی:

"إذا اراد السجود يضع أولاً ماكان أقرب إلى الأرض" (۲)

اس لیے پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ۔

سجدہ میں ہاتھ کس طرح رکھیں؟

سوال:- {435} سجدہ میں دونوں ہاتھوں کو کہنی تک زمین پر بچھائے رکھنے سے کیا نماز ادا ہو جائے گی؟ سجدہ میں ہاتھوں کو رکھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟　(محمد عبدالمنعم، نرل)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ سجدہ کی حالت میں دونوں ہاتھوں کو زمین پر بچھایا جائے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کتے کے بچھانے کی طرح اپنے ہاتھ نہ بچھایا کرے۔(۳) سجدہ میں ہاتھوں کو رکھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ گٹوں سے کہنیوں

---

(۱) کبیری: ص:۲۸۰۔

(۲) الفتاوی الهندية :۱/۷۵۔ " عن نافع عن ابن عمر ﷺ أنه كان يضع ركبتيه إذا سجد قبل يديه و يرفع إذا رفع قبل ركبتيه" (مصنف ابن أبي شيبة :۱/۲۳۶، حدیث نمبر:۲۷۰۶) محشی۔

(۳) سنن نسائی، عن انس، حدیث نمبر:۱۱۰۴، باب النهي عن بسط الذراعين في السجود، " عن عبد الله بن سعيد عن جده عن أبي هريرة ﷺ يرفعه أنه قال : إذا سجد أحدكم فليبدئ بركبتيه قبل يديه و لا يبرك بروك الفحل "(مصنف ابن أبي شيبة:۱/۲۳۶، حدیث نمبر:۲۷۰۲۔ محشی۔

تک کا حصہ زمین سے الگ رہے، آپ ﷺ سجدہ میں تشریف لے جاتے تو ہاتھ کا زمین اور بازو کا پہلو سے اتنا فاصلہ ہوتا کہ بغل مبارک کی سفیدی نظر آجاتی:

"کان إذاصلی خرج بین یدیه حتی یبدوبیاض إبطیه"(۱)

البتہ عورتیں بازو کو پہلو سے اور پیٹ کو رانوں سے ملا کر اور سمٹ کر نماز ادا کریں گی، رسول اللہ ﷺ نے اس کی ہدایت فرمائی ہے،(۲) اور خواتین کے لئے اس میں زیادہ ستر ہے۔

قالین پر سجدہ

سوال:- {436} مساجد میں نرم قالینیں بچھی ہوئی ہیں، حالانکہ حکم یہ ہے کہ سجدہ سخت جگہ پر کیا جائے، گھروں میں بھی خواتین نرم مصلی استعمال کرتی ہیں، ایسی نرم چیزوں پر سجدہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ (محمد جہانگیر الدین، باغ امجد الدولہ)

جواب:- سخت جگہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لوہے یا پتھر پر سجدہ کیا جائے، سخت جگہ کا مطلب یہ ہے کہ پیشانی ٹک جائے، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ گھاس، بھوسہ، اسپنج، یا برف پر سجدہ کیا جائے، اور پیشانی اور ناک ٹک جائے، اور کسی سخت جگہ جا کر رک جائے، تو یہ بھی کافی ہے:

"ولو سجد علی الحشیش أو علی التبن أو علی القطن أو الطنفسة أو الثلج إن استقرت جبهته وأنفه ویجد حجمه یجوز"(۳)

اس لئے مروجہ قالین اور مصلی پر نماز درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

---

(۱) صحیح البخاري، حدیث نمبر:۳۹۰۔ محشی۔
(۲) سنن بیهقی :۲۲/۲۲۳-۲۲۲۔
(۳) الفتاوی الهندیة :۱/۷۰، ط:مکہ مکرمہ۔ محشی۔

سجدہ میں دعا کی ہیئت

سوال:- {437} سجدہ میں دعا کرنے کی ہیئت کیا ہونی چاہئے؟ (حاجی سید صابر علی چشتی، ناندیر)

جواب:- نفل نمازوں کے سجدہ میں عربی زبان میں دعا کی جاسکتی ہے، (۱) اس کے لئے کوئی خاص ہیئت مقرر نہیں، بلکہ سجدہ کی جو معروف کیفیت ہے، اسی میں دعا کرنا چاہئے، جیسا کہ رسول ﷺ سے نماز تہجد میں دعا کرنا ثابت ہے۔ بعض لوگ سجدہ میں دعا کرنے کے لئے ہاتھوں کو اس طرح بچھا دیتے ہیں کہ پشت زمین پر ہوتی ہے اور ہتھیلی اوپر کی طرف، یعنی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی مشابہت اختیار کی جاتی ہے، یہ درست نہیں ہے کہ اس طرح کا عمل آپ ﷺ سے ثابت نہیں۔ (۲)

---

(۱) نبی ﷺ نے اس کی تلقین بھی فرمائی ہے، حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بندہ اپنے رب سے زیادہ قریب حالت سجدہ میں رہتا ہے، تو اس حالت میں زیادہ سے زیادہ دعاء کرنی چاہئے: ''أقرب ما یکون العبد من ربه و هو ساجد فأکثروا من الدعاء'' (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۸۷۳، باب الدعاء في الرکوع و السجود) خود نبی ﷺ کا بھی معمول مبارک یہی تھا، (دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۸۷۷، باب الدعاء في الرکوع و السجود) محشی۔

(۲) حالت سجدہ میں نبی ﷺ کے دعاء مانگنے کی ہیئت کیا ہوتی تھی؟ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے، جس میں فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ سجدہ میں ہوتے اور آپ ﷺ کے دونوں پاؤں کھڑے ہوتے اور آپ ﷺ دعاء میں مشغول ہوتے یعنی سجدہ کی حالت میں بغیر ہاتھ پھیلائے ہوئے ہی آپ ﷺ دعاء کے کلمات فرماتے: ''عن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت: "فقدت رسول الله ﷺ ذات لیلة فلمت المسجد فإذا هو ساجد و قدماه منصوبتان و هو یقول: " أعوذ برضاك من سخطك و أعوذ بمعافاك من عقوبتك و أعوذ بك منك، لا أحصی ثناء علیك، و أنت کما أثنیت علی نفسك'' (أبوداؤد، حدیث نمبر: ۸۷۹، باب في الدعاء في الرکوع و السجود) محشی۔

نماز میں جلسۂ استراحت

سوال:- {438} سجدہ سے کھڑے ہوتے ہوئے بعض لوگ پہلے بیٹھتے ہیں، اور بیٹھ کر پھر اٹھتے ہیں، تو اس طرح بیٹھنے کا کیا حکم ہے؟ کیا ایسا کرنا سنت ہے؟

(عبد السلام، ملے پلی)

جواب:- رسول اللہ ﷺ سے سجدہ سے اٹھنے کی دونوں کیفیتیں ثابت ہیں، بیٹھ کر پھر کھڑا ہونا، بغیر بیٹھے ہوئے کھڑا ہونا، (۱) اس لئے دونوں صورتیں جائز ہیں، اس بیٹھک کو جلسۂ استراحت کہا جاتا ہے، بعض فقہاء کے نزدیک جلسۂ استراحت مسنون اور بہتر ہے، اور حنفیہ کے نزدیک اصل مسنون طریقہ یہ ہے کہ بغیر بیٹھے ہوئے کھڑا ہو، بیٹھ کر اٹھنے والی روایت کے بارے میں احناف کا خیال ہے کہ غالباً آپ ﷺ بوڑھاپے اور جسم کے بھاری ہونے کے بعد اس طرح اٹھا کرتے تھے، (۲) گویا یہ عذر کی بناء پر تھا۔

حنفیہ کی یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے، بہتر جلسۂ استراحت نہیں کرنا ہے، لیکن کرلے تو جائز ہے، کراہت بھی نہیں، چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفیؒ جلسۂ استراحت کے بارے میں فرماتے ہیں: " ولو فعل لا بأس "۔ (۳)

قعدہ میں ہاتھ رکھنے کا طریقہ

سوال:- {439} جس قعدہ میں تشہد پڑھا جاتا ہے تو

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۸۲۳، باب من استوی قاعدا في وتر من صلاته ثم ینهض ، نیز دیکھئے: مصنف ابن أبي شیبة ، باب من کان یقول إذا رفعت رأسك الخ ۔ محشی۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۳) الدر المختار علی هامش رد: ۲/۲۱۳۔

گھٹنوں کے برابر ہاتھ کو موڑ کر رکھنا ہے یا اپنی ران پر سیدھا رکھنا ہے، شرعی اعتبار سے کیا صحیح ہے؟

(محمد شجاع الدین، کالے پتھر)

جواب:- قعدہ کی حالت میں ہاتھ ران پر اس طرح رکھنا چاہئے کہ ہاتھ کا آخری حصہ گھٹنوں پر رہے، ہاتھ موڑنا نہ چاہئے، کیونکہ مقصود انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا ہے،(۱) اور اگر گھٹنوں کی طرف موڑ لیا جائے تو انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف باقی نہیں رہے گا۔

سلام سے پہلے وضو ٹوٹ جائے؟

سوال:- {440} احناف کے بارے میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ اگر کسی شخص کا آخری قعدہ میں تشہد پڑھنے کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو اس کی نماز درست ہوجاتی ہے، یعنی اس کے لئے سلام کرنا ضروری نہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ (احسان اللہ، دربھنگہ)

جواب:- احناف کے یہاں بھی یہ بات واجب ہے کہ سلام پر نماز ختم کی جائے،(۲) یہاں تک کہ اگر کسی شخص کا سلام سے پہلے وضوء جاتا رہے تو اسے چاہئے کہ وضو کر کے آکر بیٹھے اور درود و دعاء پڑھ کے سلام پھیر کر اپنی نماز مکمل کرے؛ لیکن اگر کوئی شخص ایسا نہ کرے تو نقص اور کوتاہی کے ساتھ اس کی نماز ادا ہوجاتی ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی شخص اپنی نماز کے آخر میں بیٹھے اور سلام سے پہلے اس کا وضوء ٹوٹ جائے تو اس کی نماز درست ہوگئی:

---

(۱) دیکھئے: الهداية مع حاشية عبد الحي اللكنوي :۱/۳۳۶، نیز دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۹۷۵، باب كيف الجلوس في التشهد۔ محشی۔

(۲) "و يجب لفظ السلام " (دیکھئے: الفتاوى الهندية :۱/۷۲) محشی۔

" إذا أحدث وقد جلس في آخر صلاة قبل أن
يسلم فقد جازت صلاته " (۱)

نیز حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو تشہد کی تعلیم دی اور فرمایا کہ جب تم نے یہ کرلیا یا یہ کہہ لیا تو تمہاری نماز مکمل ہوگئی: "إذا قلت هذا أو فعلت هذا فقد تمت صلاتك " (۲) اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں نماز ادا ہوجاتی ہے۔

دونوں سلام واجب ہیں یا ایک؟

سوال :- {441} نماز میں دونوں سلام واجب ہیں یا ایک ہی سلام؟ (عبدالباری، کلکتہ)

جواب :- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: نماز سے حلال ہونے کا طریقہ سلام ہے: " و تحليلها التسليم " (۳) —— اور اپنے عمل سے سلام کا طریقہ متعین فرمادیا کہ دائیں، بائیں دو سلام کئے جائیں، اس لئے صحیح یہی ہے کہ پہلے سلام کی طرح دوسرا سلام بھی واجب ہے: "فالثاني واجب على الأصح " (۴) گو بعض اہل علم کی رائے ہے کہ پہلا سلام واجب اور دوسرا سنت ہے۔ (۵) لیکن صحیح تر رائے یہی ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۴۰۸، باب فی الرجل یحدث فی التشهد ۔
(۲) اس معنی کی بہت سی حدیثیں ذخیرۂ حدیث میں موجود ہیں، دیکھئے: أبوداؤد ، حدیث نمبر:۹۷۰، باب التشهد، مجمع الزوائد :۱۴۲/۲، باب التشهد ۔ محشی ۔
(۳) مشکوۃ المصابیح ، حدیث نمبر:۳۱۲، بحوالۂ ابوداؤد، ترمذی ودارمی، عن علیؓ ۔
(۴) الدر مختار مع الرد:۱۶۲/۲۔
(۵) رد المحتار معزیا إلی فتح القدیر :۱۶۲/۲۔

نماز میں قراءت

نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے "بسم اللہ" پڑھنے کی دلیل

سوال:- {442} نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے "بسم اللہ" پڑھا جائے یا نہیں؟ کیونکہ حضرت انس ؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر ؓ وعمر ؓ الحمد للہ سے قراءت کی ابتداء کرتے تھے؟ (محمد ارشد، وجے واڑہ)

جواب:- اس حدیث میں قراءت سے مراد زور سے قرآن مجید پڑھنا ہے، یعنی بآواز بلند قراءت کی ابتداء سورہ فاتحہ سے ہوگی، رہ گیا بسم اللہ کو آہستہ پڑھنا، تو یہ حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے "كان رسول الله ﷺ يخفى بسم الله الرحمن الرحيم" (۱)

---

(۱) جامع المسانيد : ۱/۳۴۷۔
نیز دیکھئے: صحيح ابن خزيمة ، ۱/۲۵۰، حدیث نمبر: ۴۹۶۔ محشی۔

سورہ فاتحہ کے ساتھ سورتیں ملانے کا حکم

سوال:- {443} چار رکعت والی نماز میں پہلی دو رکعت کے بعد سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ پڑھنا ہے، لیکن تیسری اور چوتھی رکعت میں کیا کرنا ہے؟ (محمد عبدالباسط، عیدی بازار)

جواب:- فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ پڑھنا واجب ہے، بعد کی دو رکعتوں میں فرائض میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنے پر اکتفا کیا جائے گا، چنانچہ حضرت ابوقتادہ ﷛ سے مروی ہے: ''رسول اللہ ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورہ پڑھا کرتے تھے اور بعد کی دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ''۔(۱) البتہ نفل نمازوں میں چاروں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ بھی ملائی جائے گی، (۲) کیونکہ اس کی ہر دو رکعت مستقل نماز ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ رات کی نفل نمازوں میں یہی معمول مبارک تھا۔(۳)

جہری اور سری قراءت کی حکمت

سوال:- {444} عیدین، جمعہ، مغرب، عشاء اور فجر میں امام صاحب زور سے قراءت کرتے ہیں اور ظہر و عصر میں ایسا نہیں ہوتا، کیا اس میں کوئی خاص بات مضمر ہے؟

(سید عبدالعزیز، محمد مقبول، محمد سلیم، گولکنڈہ)

---

(۱) دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر:۷۷۶، باب یقرأ فی الأخریین بفاتحة الکتاب۔ محشی۔

(۲) دیکھئے: الفتاوی الهندیة:۱/۷۱۔

(۳) دیکھئے: الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۴۳۹، باب ما جاء في وصف صلاة النبي ﷺ۔
"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: کان رسول الله ﷺ یصلی فیما بین صلاة العشاء الآخر إلی أن یصدع الفجر إحدی عشر رکعة، یسلم في کل رکعة" (السنن الکبریٰ:۳/۱۱، حدیث نمبر:۶۴۷۹) محشی۔

جواب:- اصل یہ ہے کہ شریعت میں جس بات کا حکم دیا گیا ہے، اس کو بے چون و چرا اور مصلحت و حکمت جانے بغیر ہی ہر مسلمان کو قبول کرنا چاہئے، خاص کر جو احکام عبادات سے متعلق ہیں، ان میں عقل و قیاس کو کوئی دخل نہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ کا کوئی حکم حکمت سے خالی ہو، شریعت کا ہر حکم عقل و دانش پر مبنی ہے، لیکن جیسے ہماری نگاہ اور ہماری سماعت کا دائرہ محدود ہے، ہم قریب ہی کی آواز سن سکتے ہیں، اور فرلانگ اور دو فرلانگ کی دوری ہی کو دیکھ سکتے ہیں، اسی طرح ہماری عقل بھی کوتاہ اور محدود ہے، اور وہ مصالح غیبی کو سمجھنے سے عاجز ہے، اس لئے شریعت کی کوئی بات خلاف عقل تو نہیں، لیکن بہت سی باتیں عقل سے ماوراء ضرور ہیں، پس ایسے مسائل میں بے فائدہ تجسس سے اجتناب ہی بہتر ہے۔

ویسے بہ ظاہر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دن کا وقت شور وشغب کا ہوتا ہے، اور اس میں ذہنی یکسوئی بھی نہیں ہوتی، اس لئے ظہر و عصر کی نماز میں تلاوت آہستہ رکھی گئی، رات کا وقت سکوت و سناٹے اور ذہنی و قلبی یکسوئی اور فراغ کا ہوتا ہے، اس لئے اس وقت بلند آواز میں تلاوت کا حکم دیا گیا، اور فجر کا وقت جو سب سے زیادہ قلبی نشاط کا ہے، اس میں تلاوت بھی طویل رکھی گئی، جن نمازوں میں بڑا اجتماع ہوتا ہے، یعنی عیدین، جمعہ وغیرہ، ان میں خصوصی طور پر دعوتی نقطۂ نظر سے قراءت کا حکم دیا گیا، اور شاید اس لئے بھی کہ بڑے مجمع کو پُرسکون رکھنے، اور لوگوں کے خاطر کو جمع رکھنے کی غرض سے بلند آواز ہی مناسب تھی۔

کیا منفرد جہری نماز میں جہر کرسکتا ہے؟

سوال:- {445} منفرد اپنی جہری نماز میں قراءت جہر سے کرے یا آہستہ؟　(محمد شمشاد عالم، جالے، دربھنگہ)

جواب:- جہری نماز میں جہری قراءت کا وجوب امام سے متعلق ہے، نہ کہ منفرد سے، منفرد کو اختیار ہے جہری قراءت کرے یا سری، تاہم جہرا افضل ہے، اور آواز امام کی آواز کی طرح

زیادہ بلند نہ ہو، فتاوی عالمگیری میں ہے:

"إن كان منفردا ... إن كانت صلاة يجهر فيها فهو بالخيار والجهر أفضل ولكن لا يبالغ مثل الإمام ؛ لأنه لا يسمع غيره " (۱)

تین چھوٹی آیتوں سے مراد

سوال:- {446} نماز میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورہ ملانے کے مسئلہ میں کہا جاتا ہے کہ اگر ایک آیت تین چھوٹی آیتوں کے برابر کی پڑھ لے تو نماز درست ہو جائے گی، تو تین چھوٹی آیتوں سے کون سی چھوٹی آیتیں مراد ہیں؟

(عبدالحفیظ، نا مپلی)

جواب:- فقہاء نے قرآن کی سب سے چھوٹی تین آیات کی حیثیت سے ان آیات کا ذکر کیا ہے: ﴿ ثُمَّ نَظَرَ ، ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ، ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴾ (۲) ـــــ یہی بات قاضی خان اور علامہ حلبیؒ وغیرہ نے لکھی ہے، (۳) ان آیات میں تلفظ کے اعتبار سے ۲۹ رحروف ہوتے ہیں، لہذا سورہ فاتحہ کے ساتھ کم سے کم ایک ایسی آیت کا پڑھنا واجب ہے، جو ۲۹ رحروف پر مشتمل ہو۔

کھڑے ہو کر مختصر قراءت یا بیٹھ کر طویل قراءت؟

سوال:- {447} میری عمر تقریباً چوراسی سال ہے،

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۱/۷۲۔

(۲) المدثر: ۲۱ تا ۲۳۔ از محشی۔

(۳) دیکھئے: فتاوى قاضي خان: ۱/۱۶۱، كبيرى : ص: ۲۷۴۔

مجھے بلڈ پریشر و دل کی خرابی کی بیماری بھی ہے، علاج جاری ہے، چلنے سے سانس پھولتی ہے، پنج وقتہ نماز کے لئے مسجد جایا کرتا ہوں، بعض اوقات اندھیرے کی وجہ سے یا بارش یا کمزوری کی وجہ سے مسجد نہیں جا پاتا ہوں، گھر پر ہی نماز پڑھ لیتا ہوں، مسجد میں نماز باجماعت پڑھنے سے ظاہر ہے بہت زیادہ ثواب ہے، اس لئے میں گھر میں زیادہ ثواب کے خیال سے بڑی بڑی سورتیں پڑھنا چاہتا ہوں، لیکن صحت اجازت نہیں دیتی، سانس پھولتی ہے، جس کی وجہ سے بجائے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کے اسٹول پر بیٹھ کر تخت پر سجدہ کرتے ہوئے بڑی بڑی سورت جو چالیس تا پچاس آیتوں پر مشتمل ہوتی ہے، پڑھتا ہوں، دریافت طلب امر یہ ہے کہ صحت یا موسم کی خرابی کی وجہ سے گھر پر زیادہ ثواب کے خیال سے بڑی بڑی سورت اسٹول پر بیٹھ کر ادا کرنا بہتر رہے گا یا گھر پر ہی کھڑے ہوکر تین چار آیتوں کی تلاوت سے نماز فرض وسنت، تہجد، صلاۃ التسبیح وغیرہ ادا کرنا بہتر رہے گا؟ (ایک قاری، قلعہ گولکنڈہ)

جواب:- اگر بیماری، بارش یا تاریکی کی وجہ سے مسجد جانے میں دشواری ہو تو ایسے شخص کے حق میں جماعت میں شرکت واجب نہیں، گھر پر بھی نماز ادا کرنا درست ہے۔

"فسقط الجماعة بعذر من ... المطر الشديد ... والمرض" (۱)

عذر کی بنا پر فرائض وواجبات بھی بیٹھ کر ادا کی جاسکتی ہیں، لیکن اگر کھڑے ہوکر مختصر قراءت پڑھنے پر قادر ہو اور بیٹھ کر طویل قراءت کرسکتا ہو تو فرائض وواجبات میں کھڑے ہوکر ہی نماز

(۱) الهداية: ۱/۱۶۱۔

ادا کرنی چاہئے، کیونکہ قیام فرض ہے، اور طویل قراءت جس کا احادیث میں ذکر آیا ہے۔(۱) مسنون یا مستحب، تو محض ایک مستحب کے لئے فرض کیونکر چھوڑا جا سکتا ہے؟ بلکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر تکبیر تحریمہ یا قراءت کے کچھ حصہ کے بقدر کھڑے ہونے پر قادر ہو تو واجب ہے کہ اتنا حصہ کھڑا ہو کر ادا کرے اور باقی بیٹھ کر۔

"حتی لو قدر أن یکبر قائما للتحریمة ... أو کان یقدر علی القیام لبعض القراءة دون تمامها، فإنه یؤمر أن یکبر قائما و یقرأ ما یقدر علیه قائما ثم یقعد إذا عجز"(۲)

نفل نمازیں بلا عذر بھی بیٹھ کر ادا کی جا سکتی ہیں، اس لئے نماز تہجد، صلاۃ التسبیح وغیرہ طویل قراءت کے ساتھ بیٹھ کر ادا کرلیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔

مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ کی تلاوت

سوال:- {448} کیا نماز میں امام کے ساتھ مقتدی بھی فاتحہ پڑھے، یا مقتدی خاموش کھڑا رہے؟

(محمد عبدالصمد، وجے واڑہ)

جواب:- حضرت ابوہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امام اس لئے ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، لہذا جب امام '' اللّٰہ اکبر " کہے تو تم بھی '' اللّٰہ اکبر '' کہو، اور جب قراءت کرنے لگے تو خاموش ہو جاؤ'' ''إذا کبر فکبروا وإذا قرأ فانصتوا ''(۱) ایک روایت میں مزید وضاحت ہے کہ ''جب امام '' اللّٰہ اکبر " کہے تو

(۱) دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۷۷۹، باب یطول فی الرکعة الأولی۔ محشی۔
(۲) الجوهرة النیرة: ۱/۹۵۔
(۳) سنن نسائی: ۱/۱۴۶، حدیث نمبر: ۹۲۳، ﴿باب تأویل قوله عزوجل إذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمون﴾ محشی۔

"اللّٰہ اکبر" کہو، جب قراءت کرے تو خاموش رہو، اور جب امام "غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین" کہے تو "آمین" کہو"(۱) نیز حضرت جابر ﷛ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو تو امام ہی کی قراءت اس کی قراءت ہے"۔ "من کان له إمام فقراء ة الإمام له قراء ة "(۲) اس لئے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے، اگر پڑھ لے تو گو کراہت سے خالی نہیں، لیکن نماز درست ہو جاتی ہے۔ "فإن قرأ کره تحریما وتصح في الأصح "(۳)

قراءت میں ترتیب

سوال:- {449} ہماری مسجد میں امام صاحب نے عشاء کی نماز کی پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کا آخری رکوع اور دوسری رکعت میں دوسرے پارہ کے دوسرے رکوع کی تلاوت فرمائی، نماز ختم ہونے کے بعد ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا تلاوت میں تسلسل کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے، نیز سجدہ سہو بھی نہیں کیا گیا اس لئے نماز کا اعادہ ضروری ہے، ان کے اصرار کے بعد نماز کو دوبارہ لوٹا لیا گیا، تو کیا اس صورت میں نماز کا لوٹانا ضروری ہے؟ (محمد افضل، عثمانیہ یونیورسیٹی کالونی، شیخ پیٹھ)

جواب:- جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اس میں نماز ادا ہوگئی، نماز کو دوہرانے کی ضرورت نہیں تھی، تاہم اس طرح قرآن پڑھنا بہتر نہیں ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

---

(۱) سنن ابن ماجة:۱/۶۱۔
حدیث نمبر:۸۴۶، باب إذا قرأ الإمام فانصتوا ۔ از محشی۔
(۲) سنن ابن ماجة :۱/۶۱، حدیث نمبر:۸۵، السنن الدار القطني:۱/۳۲۳۔
(۳) رد المحتار :۲/۲۶۶۔

"ولو قرأ في ركعة من وسط سورة أو من آخر سورة و قرأ فى الركعة الأخرى من وسط سورة أخرى أو من آخر سورة أخرى لا ينبغى له أن يفعل ذلك على ما هو ظاهر الرواية، ولكن لو فعل ذلك لا بأس به ، كذا فى الذخيرة "(۱)

''اگر ایک رکعت میں کسی سورہ کا وسطی یا آخری حصہ پڑھے، اور دوسری رکعت میں دوسری سورت کا وسطی یا آخری حصہ، تو یہ مناسب نہیں ، یہی ظاہر روایت ہے، لیکن اگر ایسا کر ہی گزرے تو جائز ہے''

اگر دوسرے پارہ سے مراد کوئی اور پارہ نہیں ، بلکہ پارہ سیقول ہے تو یہ صورت خلاف ترتیب قرآن پڑھنے کی ہے، قصداً ترتیب کی خلاف ورزی مکروہ ہے، لیکن نماز ہو جاتی ہے۔

گونگے اور قراءت

سوال:- {450} جو لوگ گونگے ہوتے ہیں وہ لوگ بہرے بھی ہوتے ہیں، ان کو نماز کے اذکار اور قرآن کی سورتیں کس طرح سکھائی جائیں، اور وہ کس طور پر نماز ادا کریں؟　　(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اگر تحریر کے ذریعہ ان کو سکھانا ممکن ہو تو اس ذریعہ کو استعمال کیا جا سکتا ہے، غالباً ایسے لوگوں کی تربیت کے لئے مستقل ادارے بھی ہیں، جہاں تک نماز کی بات ہے تو چونکہ یہ قراءت سے عاجز ہیں، اس لئے ان کی نماز بغیر قراءت قرآن کے ہی درست ہو جائے گی،

(۱) الفتاوى الهندية :۱/۷۸،الفصل الرابع فى القراءة ۔ محشی۔

کیونکہ اللہ تعالی نے انسان کو اس کی طاقت وصلاحیت کے مطابق ہی مکلّف بنایا ہے، (۱) "...
وإن عجز عن ذلك كله تركه "(۲)

"... فإن عجز عن القراءة يومى ايماء بغير قراءة " (۳)

تہجد کی ہر رکعت میں تین بار سورۂ اخلاص

سوال:- {451} بعض لوگ کہتے ہیں کہ تہجد کی نماز میں ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد تین دفعہ " قل هو الله " پڑھنا چاہئے، کیا شریعت میں اس کی کوئی اہمیت ہے؟

(یاسمین، بی بی کا چشمہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ پابندی کے ساتھ تہجد کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے، حدیث کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ (۴) لیکن اس طرح تین بار " قل هو الله " پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں، ہاں یہ بات حدیث میں آئی ہے کہ آپ ﷺ تہجد میں بہت طویل قراءت فرمایا کرتے تھے، اور اسی قدر طویل رکوع وسجدہ بھی کیا کرتے تھے، (۵) اس لئے آپ کو جو طویل سورتیں یاد ہوں، انہیں پڑھنے کا اہتمام کیجئے، اگر طویل سورتیں یاد نہ ہوں تو ایک رکعت میں کئی سورتیں بھی ملا کر پڑھ سکتے ہیں۔

---

(۱) ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ البقرة :۲۸۶۔ مرتب۔

(۲) الفتاوى الهندية:۱/۱۳۷۔

(۳) الفتاوى الهندية:۱/۱۳۸۔

(۴) دیکھئے:صحیح البخاری ،حدیث نمبر:۱۱۳۰،باب قيام النبي ﷺ الليل حتى ترم قدماه۔ محشی

(۵) دیکھئے:صحیح البخاری ،حدیث نمبر:۱۱۳۰-۱۱۲۳،باب طويل السجود فی قيام الليل۔ محشی۔

جمعہ کی نماز اور اس دن فجر میں کیا پڑھے؟

سوال:- (452) جمعہ کی نماز میں کس سورت کی تلاوت کرنا مسنون ہے، اور جمعہ کی فجر میں کونسی سورت تلاوت کرنی چاہئے؟　　　(حافظ محمد منھاج الدین، سکندر آباد)

جواب:- جمعہ کی پہلی رکعت میں ''سورۂ جمعہ'' اور دوسری رکعت میں ''سورۂ منافقون'' یا پہلی رکعت میں '' سبح اسم ربك الاعلی '' اور دوسری میں ''ھل اتاك حدیث الغاشیة '' پڑھنا بہتر ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا عام معمول جمعہ میں ان ہی سورتوں کے پڑھنے کا تھا، (۱) البتہ کبھی کبھی ان کے بجائے دوسری سورتیں بھی پڑھ لینی چاہئے، تاکہ عوام میں یہ گمان نہ پیدا ہو جائے کہ جمعہ میں انہی سورتوں کی تلاوت ضروری ہے۔ (۲)

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن نماز فجر میں ''سورۂ سجدہ'' اور ''سورۂ دہر'' پڑھا کرتے تھے۔ (۳) لہذا جمعہ کی فجر میں ان دو سورتوں کا پڑھنا افضل ہے، لیکن انہیں سورتوں کا التزام نہ کرنا چاہئے۔

قراءت میں غلطی

سوال:- (453) اگر امام صاحب نماز میں قراءت کرتے ہوئے حرکات کو نہ کھینچنے کی جگہ کھینچ کر اور اس کے برعکس پڑھیں جیسے سورۂ رحمٰن میں: ﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا ﴾

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۰۲۷، ۲۰۲۸، باب ما یقرأ في صلاة الجمعة۔ محشی۔
(۲) البحر الرائق: ۲/۱۵۷۔
(۳) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۸۹۱۔
نیز دیکھئے: صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۰۳۱۔ محشی۔

کو "وَضَعَاهَا" اور سورۂ تین میں ایک جگہ ﴿وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ کی جگہ "وَعَامِلُوا الصّٰلِحَاتِ" اور "السلام علیکم ورحمة الله" میں "رحماة الله" پڑھتے ہیں، اور بکثرت مجہول پڑھتے ہیں، تو کیا ایسی غلطی سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اور کیا ایسے امام کی اقتداء درست ہے؟

(انصار بیگ دانش، دھرم آباد)

جواب:- امام صاحب کو چاہئے کہ وہ ایسی غلطیوں پر قابو پائیں، تاہم مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح حرکت کو کھینچ کر پڑھے کہ کسی حرف کی زیادتی یا کمی پیدا ہوجائے، لیکن معنی میں غیر معمولی قسم کی تبدیلی نہ پیدا ہو تو نماز درست ہوجاتی ہے، "لوزاد حرفا لا یغیر المعنی لا تفسد عند هما الخ" (۱) اس لئے جو صورت آپ نے ذکر کی ہے اس میں نماز تو درست ہوجائے گی، البتہ امام صاحب کو حکمت کے ساتھ تنہائی میں سمجھانا چاہئے کہ وہ اپنے طریقۂ تلاوت کی اصلاح کرلیں۔

قراءت میں اعراب کی غلطی

سوال:- (454) نماز میں قراءت کے دوران زیر و زبر کی غلطی ہوجائے، مثلاً "أُنْزِلَ" کے بجائے "أَنْزَلَ"، "يَرَاؤُوْنَ" کے بجائے "يُرَاؤُوْنَ" تو کیا نماز درست ہوجائے گی؟

(احمد ندیم رضوی، محبوب نگر)

جواب:- عربی زبان میں اعراب یعنی زبر، زیر، پیش کی بڑی اہمیت ہے، اور اکثر اوقات اس سے معنی میں غیر معمولی تبدیلی پیدا ہوجاتی ہے، اس لئے نماز میں خصوصاً اور نماز کے باہر بھی قرآن مجید پڑھنے میں خوب احتیاط کرنی چاہئے، تھوڑی سی محنت اور کوشش کے ذریعہ ایسی

---

(۱) رد المحتار: ۲/۳۴۱۔

غلطیوں سے بچا جاسکتا ہے، تاہم چونکہ اللہ تعالی نے خطأ اور بھول چوک کو معاف فرمایا ہے، اور خاص کر اہل عجم سے ایسی غلطیاں پیش آتی رہتی ہیں، اس لئے فقہاء کی رائے ہے کہ اگر زیر و زبر کی غلطی ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی:

"ولو قرأ النصب مكان الرفع ، والرفع مكان النصب أو الخفض مكان الرفع أو النصب ، لا تفسد صلاته" (۱)

سورۂ "نصر" میں سہوا "فی دین الله" چھوٹ جائے؟

سوال:-{455}ایک شخص نے مغرب کی نماز میں "إذاجاء نصر الله" میں "فی دین الله" کو سہوا چھوڑ دیا باقی پوری سورہ پڑھ ڈالی، کیا اس کی نماز صحیح ہوگئی یا نہیں؟ امید ہے کہ جواب مرحمت فرمائیں گے۔ (محمد یوسف)

جواب:- چونکہ "فی دین الله" سے پہلے پہلے تک اتنے حروف آجاتے ہیں جو قرآن کی بعض آیات کے لحاظ سے تین آیات کے مساوی ہیں مثلا ﴿فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ، ثُمَّ نَظَرَ ، ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ، ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴾(۲) اس لئے بقدر واجب قرأت ہوگئی اور جب واجب ادا ہوگیا نیز اس لفظ کے ذکر نہ کرنے کی وجہ سے معنی میں کوئی تغیر فاحش (غیر معمولی تبدیلی) بھی پیدا نہ ہوئی تو نماز ہوگئی:

"وعند تفاوت الآيات المقبرة كثرة الكلمات وعدد الحروف ذكره فى الخانية والظهرية على هامش الهداية" (۳)

---

(۱) الفتاوى الهندية :۱/۸۲۔
(۲) المدثر:۲۱-۲۲۔
(۳) الهداية:۱/۷۸۸، ط: کراچی۔

نماز میں تین آیت سے کم پڑھ کر دوسری جگہ سے پڑھنے کا حکم

سوال:- {456} اگر کسی نے ضم سورت کے لئے تلاوت شروع کی لیکن ایک دو چھوٹی آیت کے بعد اگلی آیت یاد نہیں آئی، اوراس نے دوسری سورت پڑھ کر نماز کی تکمیل کر لی، تو کیا ایسی صورت میں اس کو سجدہ سہو کرنا ہوگا، یا بغیر سجدہ سہو کے نماز ہو جائے گی؟ (محمد عبدالقیوم، عیدی بازار)

جواب:- سورۂ فاتحہ کے بعد ایک ہی جگہ سے تین آیتیں، یا تین چھوٹی آیتوں کے برابر ایک بڑی آیت کا پڑھنا واجب ہے،(۱) یاد ہونے کے باوجود ایک ہی رکعت میں مختلف جگہوں سے قراءت کرنا مکروہ ہے:" لو إنتقل في الركعة الواحدة من آية إلى آية يكره "(۲) اگر اتنا نہ پڑھ سکا اور آگے کسی اور جگہ سے تلاوت شروع کر دی تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔(۳) اور اگر قراءت کے درمیان ہی پہلے پڑھی ہوئی آیات کا سلسلہ یاد آجائے، تو جو آیت پڑھ رہا ہے، اس کو پوری کر کے پچھلی آیات کی طرف لوٹ آئے اور اسے مکمل کرے، تاکہ ترتیب کی رعایت ہو سکے:" فإن سهى ثم تذكر مراعاةً لترتيب الآيات "(۴)۔

نماز میں سورۂ لہب کی تلاوت

سوال:- {457} میرے ایک عزیز کہتے ہیں کہ نماز

(۱) " تجب قراءة الفاتحة و ضم السورة أو ما يقوم مقامها من ثلاث آيات قصار أو آية طويلة فى الأوليين بعد الفاتحة ، كذا فى النهر الفائق "۔(الفتاوى الهندية :۱/۷۱) محشی۔

(۲) رد المحتار :۲/۲۱۹۔

(۳) الفتاوى التاتار خانية :۱/۵۸۰۔محشی۔

(۴) رد المحتار :۲/۲۶۹،قبيل باب الإمامة ۔

میں سورۂ لہب نہیں پڑھنی چاہئے،تو کیا نماز میں اس سورہ کے
پڑھنے کی ممانعت ہے؟(محمد جہانگیر الدین،باغ امجد الدولہ)

جواب:- قرآن مجید کی کوئی بھی سورت نماز میں پڑھی جاسکتی ہے:

"یقرأ فاتحة الکتاب وسورة أوثلث آیات ن
أي سورة شاء" (۱)

اگر اس سورہ کے پڑھنے میں کوئی قباحت ہوتی تو یہ سورت نازل ہی نہیں ہوتی یا نازل ہوتی تو تلاوت منسوخ کردی جاتی،حالانکہ ایسا نہیں ہے،اس لیے عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ سورۂ لہب نہیں پڑھنی چاہئے،یہ درست نہیں۔

نماز میں سورتوں کے درمیان ترتیب

سوال:-{458} قرآن میں جس ترتیب سے سورتیں
ہیں،اسی ترتیب سے نماز میں سورتیں پڑھنا ضروری ہے
یا نہیں؟ (عائشہ جبین،تالاب کٹہ)

جواب:- فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز میں سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے،لیکن اگر کسی وجہ سے ترتیب قائم نہ رہ سکی تو نہ سجدہ سہو واجب ہوگا اور نہ نماز کو لوٹانا،گویا اس کی نماز کچھ نقص کے ساتھ ہوگئی۔

"إذا قرأ فی الرکعة الأولی سورة وقرأ فی
الرکعة الثانیة سورة قبلها لاسهو علیه" (۲)

ترتیب سے مراد یہ ہے کہ پہلی رکعت میں جو سورت پڑھی گئی ہے،دوسری رکعت میں اس سے پہلے والی سورت پڑھی جائے۔

---

(۱) الهدایة:۱/۸۷۔
(۲) الفتاویٰ التاتارخانیة:۱/۱۷۷۔

نماز میں دل ہی دل میں قراءت

سوال:- {459} میں نے اپنے دوست کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ ان کے ہونٹ قراءت قرآن کے درمیان ہلتے نہیں ہیں، استفسار کرنے پر انہوں نے کہا کہ میں آہستہ آہستہ پڑھتا ہوں، تو کیا اس طرح ہونٹ ہلے بغیر نماز ادا ہوجائے گی؟ اور جو لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، کیا ان کی نماز درست ہوگی؟ (خان فیروز خان، پھولا نگ)

جواب:- نماز میں اس طرح قرآن کریم کو پڑھنا کافی نہیں کہ ہونٹ میں حرکت بھی نہ ہو، بعض فقہاء کے نزدیک کم سے کم ضروری یہ ہے کہ حروف بن جائیں، اور زبان و ہونٹ کی حرکت کے بغیر حروف نہیں بن سکتے، اور اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ ایسا قرآن پڑھے کہ وہ خود یا اس کے قریب کا ایک دو آدمی سن سکے م اور یہی صحیح و معتبر رائے ہے۔

" إن أدنى المخافتة اسماع نفسه أو من بقربه من رجل أو رجلين مثلا و اعلاها مجرد تصحيح الحروف " (۱)

اس لئے آپ اپنے دوست کو صحیح طریقہ پر قراءت قرآن کی تلقین کریں، ہونٹ کی حرکت کے بغیر تلاوت کافی نہیں۔

سورۂ فاتحہ کے ساتھ ایک رکعت میں دو سورتیں

سوال:- {460} اگر امام سورۂ فاتحہ کے بعد دو سورتوں کی تلاوت کرے تو کیا نماز میں کوئی فرق آئے گا؟ اور نماز ہو

(۱) ردالمحتار: ۲/۲۵۳، ط: بیروت۔

جائے گی یا دوبارہ نماز پڑھنی ہوگی؟

(حکیم محمد اکبر نقشبندی، درگاہ یوسفین نامپلی)

جواب:- ایک رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ مسلسل دو سورتیں ملانے میں کوئی حرج نہیں، اگر ایک سورت پڑھ کر درمیان میں ایک یا چند سورتیں چھوڑ کر آگے سے کوئی سورت ملائے تو نماز تو اس صورت میں بھی ہو جائے گی، لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔(۱)

سورتوں کی ترتیب سے قراءت

سوال:- {461} نماز میں سورتیں ترتیب وار پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ (علاء الدین، تنالی، گنٹور)

جواب:- نماز میں قرآن کی سورتوں کو اسی ترتیب سے پڑھنا چاہئے، جیسا کہ اس میں موجود ہیں، قصداً اخلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر کوئی غلطی یا قصداً اس ترتیب کے خلاف پڑھ لے تو اس کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

" و اذا قرأ في الركعة الأولىٰ سورة ، و قرأ في الركعة الثانية سورة قبلها فلا سهو عليه " (۲)

نماز میں ترجمہ پر توجہ

سوال:- {462} نماز ہی میں سورۂ فاتحہ اور سورتوں کا ترجمہ سوچنا اور اس پر غور وفکر کرنا کیسا ہے؟ اگر اس طرح کیا جائے تو دھیان ادھر ادھر نہیں جاتا؟

(محمد سیف اللہ، حافظ بابا نگر)

---

(۱) الفتاوی الهندية:۱/۷۸۔

(۲) الفتاوی الهندية:۱/۱۲۶۔

جواب:- اگر کوئی شخص ترجمہ سے واقف ہو، اور کلماتِ قرآنی کو پوری توجہ سے سنتے ہوئے اپنے ذہن کو اس کے معانی کی طرف توجہ رکھے تو کچھ حرج نہیں، کیونکہ قرآن کی بالخصوص جہری تلاوت کا مقصد ظاہر ہے کہ صرف الفاظِ قرآنی سے کان کو محظوظ کرنا نہیں، بلکہ اس کے معانی ومقاصد بھی مطلوب ہیں، اگر قرآن کے معانی پر بھی توجہ ہو، تو نماز میں خشوع اور انابت الی اللہ کی کیفیت بڑھ جاتی ہے، اس لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں، ہاں معانی قرآن کے سواء دوسری باتوں کی طرف قصداً ذہن کو متوجہ رکھنا مکروہ ہے، لیکن نماز اس سے بھی فاسد نہیں ہوتی، علامہ ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں کہ اگر نماز میں غور وفکر کرے اور شعر اور خطبہ یاد کرلے، اور ان دونوں کو دل ہی دل میں پڑھ لے، زبان سے اس کا تکلم نہ کرے، تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ "فقرأ هما بقلبه و لم يتكلم بلسانه ، لاتفسدصلاته" (۱)

دو رکعتوں میں ایک ہی سورت کی مکرر قراءت

سوال:- {463} نماز میں ایک ہی سورت کو پہلی اور دوسری رکعت میں پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ کیوں کہ مجھے صرف پانچ سورتیں یاد ہیں۔ (بشریٰ بانو، مہدی پٹنم)

جواب:- قرآن کا پڑھنا نماز میں فرض ہے، اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی اور کچھ متعینہ مقدار مسنون ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے فرمودات ومعمولات سے ثابت ہے، اس لیے کم از کم اتنا قرآن یاد رکھنا ضروری ہے کہ پنج وقتہ نمازیں ادا کی جاسکیں، ورنہ گناہ ہوگا اور کوشش کرنی چاہئے کہ مسنون قراءت کی مقدار یاد کرلیں، کیوں کہ مسلسل ترکِ سنت بھی باعث گناہ ہے، اس لیے آپ مزید قرآن مجید یاد کرنے پر توجہ دیں؛ فرائض وواجبات میں تکرار سورت مکروہ تنزیہی ہے، صاحب درمختار لکھتے ہیں: "لا بأس أن يقرأ سورة و يعيدها في الثانية" (۲)

(۱) البحر الرائق: ۲/۱۲، ط: پاکستان، کوئٹہ۔
(۲) الدرالمختار مع رد المحتار: ۲/۲۶۲۔

اس عبارت پر علامہ شامیؒ اپنا وضاحتی نوٹ یوں لکھتے ہیں: ''أفاد أنه يكره تنزيها ''(۱) البتہ نفل نمازوں میں تکرار سورت میں حرج نہیں۔(۲)

جب آپ کو پانچ سورتیں یاد ہیں تو آپ فرض کی دو یا واجب کی تین رکعتوں میں علاحدہ سورتیں بھی پڑھ سکتیں ہیں۔

(۱) رد المحتار مع الدر :۲/۲۶۲۔

(۲) الدرالمختار مع رد المحتار:۲/۲۶۳۔

نماز فاسد کردینے والے
اور مکروہ امور کا بیان

سورۂ فاتحہ میں لقمہ

سوال:- {464} فرض نماز میں سورۂ فاتحہ کی آخری آیتوں میں یعنی تین آیتیں پوری ہونے کے بعد اگر امام صاحب نے لقمہ لیا ہو، تو کیا ان پر سجدۂ سہو واجب ہوگا؟ اور جس مصلی نے لقمہ دیا ہے، کیا اس کی نماز ہوگی یا نماز دہرانی ہوگی؟ (محمد عبداللہ، پالونچہ)

جواب:- اس صورت میں امام کی نماز بھی درست ہوجائے گی، تمام مقتدیوں کی بھی اور خود لقمہ دینے والے کی بھی:

"وإن فتح علی إمامه ... والصحیح أن لاتفسد صلوة الفاتح ولاصلوة الإ مام إن أخذ بقوله "(۱)

(۱) کبیری: ص: ۴۴۰۔

قراءت میں ''ظالمین'' کی جگہ ''صابرین''

سوال:- {465} نماز میں دورانِ قراءت ''واللہ لا یحب الظالمین'' کو "لا یحبّ الصابرین" پڑھ دیا گیا، کیا اس صورت میں نماز ہو جائے گی؟

(حافظ محمد انور، کنڈیکل گیٹ)

جواب:- اگر الفاظ کی ایسی تبدیلی ہو کہ معنی بالکل بدل کر رہ جائے، تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جاتی ہے، جیسے کوئی شخص ''انّ الابرار لفی جحیم وانّ الفجار لفی نعیم'' پڑھے، تو چوں کہ معنی بالکل بدل گئے اور مفہوم یہ ہو گیا کہ نیک لوگ جہنم میں اور برے لوگ جنت میں ہوں گے، تو ایسی صورت میں اکثر مشائخ کا قول یہ ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اسی کو درست قول قرار دیا گیا ہے:

"وإن تغير" المعنى نحو أن يقرأ : اِنّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ وَاِنّ الْفُجّارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ، فأكثر المشائخ على أنها تفسد وهو الصحيح ، هكذا في الظهيرة" (۱)

اس اصول کی بنیاد پر جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس میں بھی نماز فاسد ہو جائے گی، کیوں کہ قرآن میں جو عبارت ہے اس کے معنی ہیں: ''اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے'' اور جو الفاظ پڑھے گئے، اس کے معنی ہوئے: ''اللہ صبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے''۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے برعکس معنی کے حامل ہیں۔

---

(۱) الفتاویٰ الهندیه :۱/۸۰۔

نماز میں کچھ آیات بھول کر چھوٹ جانے پر لقمہ

سوال:- {466} اگر امام صاحب نماز میں قراءت کے درمیان کچھ آیات بھول کر آگے بڑھ گئے، تو مقتدی نے جلدی لقمہ دیا اور امام صاحب نے لقمہ نہیں لیا، پھر پیچھے سے درست کرلیا تو کیا مقتدی کی ایسی حالت میں نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ مسائل کی روشنی میں ہی جواب دیجئے۔

(محمد شیخ عبدالرحمن، ظہیر آباد)

جواب:- اپنے امام کو لقمہ دینے کی وجہ سے مقتدی کی نماز تو ہوجائے گی، مگر مقتدی حضرات لقمہ دینے میں عجلت سے کام نہ لیں، نیز امام کو بھی چاہئے کہ وہ یا تو دوسری آیت کی طرف منتقل ہوجائے یا اگر بقدر فرض قراءت کرلی تو رکوع میں چلا جائے۔(۱)

نماز میں ''ح'' کی جگہ ''ع'' پڑھنا

سوال:- {467} ہمارے گاؤں میں ایک حافظ صاحب ہیں، جو امام کی غیر موجودگی میں نماز پڑھاتے ہیں لیکن بعض دفع ''ح'' کی جگہ ''ع'' پڑھتے ہیں، جیسے سورہ فاتحہ میں ''الحمد'' کی جگہ ''العمد''، ''الرحمان'' کی جگہ ''الرعمان''، کیا ایسی صورت میں نماز دہرانی ہوگی؟

(ابو قمر صدیقی سہرساوی)

جواب:- قراءتِ قرآن مجید میں حروف کی تبدیلی کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف آگیا اور اس کی وجہ سے معنی میں تبدیلی نہیں پیدا ہوئی، تو نماز فاسد نہیں

---

(۱) طحطاوی علی المراقی :ص:۱۸۳۔

ہوگی، جیسے مسلمین کی جگہ مسلمون، اگر تبدیلی حرف کی وجہ سے معنی میں تبدیلی ہو جاتی ہو اور دونوں حرف ایسے نہ ہوں کہ ان میں فرق کرنے میں دشواری پیدا ہوتی ہو، جیسے ''ص'' اور ''س''، ''ض'' اور ''ظ''، ''ط'' اور ''ت''، ''ص'' اور ''ث'' کو ایک دوسرے کی جگہ پڑھ دے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔(۱) جو صورت آپ نے لکھی ہے، اگر حافظ صاحب کو کوئی ایسی خلقی معذوری ہو کہ ''ح'' ان کی زبان پر جاری نہ ہوتا ہو، تب تو نماز فاسد نہیں ہوگی، البتہ ایسے شخص کو امامت کی خدمت نہیں کرنی چاہئے، اور اگر ''ح'' اور ''ع'' دونوں کا علیحدہ تلفظ کرنے پر قادر ہوں، تو گو دونوں حلق سے نکلنے والے حروف میں سے ہیں، لیکن ان کے درمیان امتیاز کرنا آسان ہے، اس لئے خیال ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جو بعض حروف صحیح طور پر نہیں ادا کر سکتا ہو، اس کو اس کے لئے محنت کرنی چاہئے، وہ اس سلسلہ میں معذور نہیں سمجھا جائے گا:

"من لایحسن بعض الحروف ینبغی أن یجھد
ولا یعذر فی ذالك"(۲)

خاص کر حافظِ قرآن کا اس طرح کی غلطی کرنا بہت ہی قابل افسوس ہے، اس لئے اس کی اصلاح پر توجہ دینی چاہئے۔

''اللہ اکبر'' کی جگہ ''اللہ اکبن'' کہنا

سوال:- {468} ہمارے محلہ کی مسجد کے امام صاحب نماز کی ہر تکبیر کو ''اللہ اکبر'' کے بجائے ''اللہ اکبن'' کہتے ہیں، میرے پوچھنے پر انہوں نے اقرار کیا کہ میری زبان نہیں پلٹتی

---

(۱) الفتاوی الهندیة:۱/۷۹۔
(۲) الفتاوی الهندیة:۱/۷۹۔

ہے، تو کیا ان کے پیچھے ہماری نماز درست ہو جائے گی ؟ یا انہیں امامت سے دستبردار ہو جانا چاہئے ؟ (شکیل احمد، گلبرگہ)

جواب:- امام صاحب کو تلفظ درست کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، تاہم اگر اس پر قادر نہ ہوں، تو ان کی نماز تو درست ہو جائے گی، لیکن انہیں دوسروں کی امامت نہیں کرنی چاہئے، خاص تکبیر تحریمہ وانتقال کے بارے میں تو صراحت نہیں مل پائی، لیکن تلاوتِ قرآن کے بارے میں فقہاء کے یہاں اس کی صراحت ملتی ہے:

"فإن كان لا ينطق لسانه في بعض الحروف إن لم يجد آية ليس فيها تلك الحروف تجوز صلاته ولا يؤم غيره"(۱)

ناپاک جگہ پر نماز

سوال:- {469} اگر پلاسٹک کی جائے نماز ایسی جگہ بچھادی گئی جہاں نیچے خشک یا تر نجاست ہو، تو کیا اس پر نماز کی ادائیگی درست ہوگی ؟ (عبدالشکور، عادل آباد)

جواب:- اگر خشک نجاست ہو تب تو اس پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، تر نجاست کا اثر چوں کہ پلاسٹک میں بالائی سطح پر نہیں آتا، اس لیے اگر کوئی دوسری صورت نہ ہو تو اس پر بھی نماز ادا کرنے کی گنجائش ہے، لیکن اس میں کراہت ہے:

"وإن كان غليظا بحيث لايكون كذلك جازت إن كان النجاسة رطبة فالقى عليها لبدا، وفى القهستانى ينبغى أن يكون الصلوة أى على

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۱/ ۷۹۔

الملقی علی النجاسة الرطبة تکره "(۱)

نماز میں اوڑھنی کتنی لمبی ہو؟

سوال:- {470} عورتوں کی نماز کے لئے لمبی اوڑھنی استعمال کرنی چاہئے؟ اگر نماز کی حالت میں عورتوں کے ہاتھ اوڑھنی کے باہر ہوں تو کیا نماز درست ہوجائے گی؟ بعض عورتیں اتنی باریک اوڑھنی اوڑھتی ہیں کہ ان کا بدن نظر آنے لگتا ہے، کیا ایسی صورت میں ان کی نماز ہوجائے گی؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- چہرہ، گٹوں تک دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کو چھوڑ کر بال کے بہ شمول عورت کا پورا بدن ستر میں داخل ہے، لہذا اوڑھنی اتنی بڑی ہونی چاہئے کہ سر، بال، گردن اور سینہ کا حصہ اچھی طرح ڈھک جائے۔ (۲) جن اعضاء کا ستر واجب ہے، اگر ان میں سے کسی کا چوتھائی حصہ کھلا رہ گیا تو نماز درست نہیں ہوگی۔ (۳) لہذا اگر بال کا بھی چوتھائی حصہ کھلا رہ گیا تو نماز درست نہیں ہوگی، اس سلسلہ میں خواتین کو خصوصی طور پر احتیاط کرنی چاہئے، یہ بھی ضروری ہے کہ اوڑھنی ایسی ہو کہ جسم نظر نہ آئے، اگر اتنا باریک کپڑا استعمال کیا جائے کہ جسم نظر آتا ہو، تو یہ جائز نہیں اور ایسے کپڑے میں نماز درست نہ ہوگی۔

" ... حتی لو سترها بثوب رقیق یصف ما تحته لا یجوز " (۴)

---

(۱) حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح :ص:۱۱۲۔
(۲) الفتاوی الهندية:۱/۵۸۔
(۳) رد المحتار:۲/۸۱۔
(۴) البحر الرائق :۱/۲۶۷۔

ٹائی لگا کر نماز

سوال:- {471} میرے ایک دوست ہوٹل میں منیجر ہیں، بارہ گھنٹے کی ڈیوٹی ہے، ان کو ہمیشہ ٹائی لگا کر رہنا پڑتا ہے، اور ڈیوٹی کی وجہ سے مسجد بھی نہیں جاسکتے، اس لئے وقت کی کمی کی وجہ سے ایک کمرہ میں نماز پڑھتے ہیں، تو کیا ٹائی لگا کر نماز ادا کرنا درست ہے؟ (سید افسر، مشیر آباد)

جواب:- اگر ڈیوٹی کی وجہ سے مسجد نہیں جاسکتے، تو کم سے کم اس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ کسی مسلمان ساتھی کو ساتھ لے کر وہیں ہوٹل کے کمرہ میں جماعت کرلی جائے، تاکہ جماعت ترک کرنے کی عادت بنانے کی صورت پیدا نہ ہو، ایسا کرنا گناہ ہے۔

ٹائی کا مقصد کیا ہے؟ یہ یقینی طور پر معلوم نہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ ٹائی صلیب کی جگہ ہے، اگر ایسا ہو تو یقیناً اس کا استعمال درست نہیں ہوگا، بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ بٹن چھپانے کی ایک صورت ہے، اور اس کی ابتداء ہٹلر نے کی ہے، جو کہ کوئی مذہبی آدمی نہیں تھا، موجودہ زمانہ میں جو لوگ ٹائی استعمال کرتے ہیں، بہ ظاہر وہ اسے صلیب کی نیت سے نہیں پہنتے ہیں، ایسی صورت میں اسے بالکل ناجائز اور حرام کہنا درست نظر نہیں آتا، ہاں! احتیاط بہتر ہے، نماز میں بھی اور نماز سے باہر بھی۔

ٹخنہ سے نیچے کپڑے پہن کر نماز

سوال:- {472} امام ہو کہ مقتدی، پائجامہ ٹخنے سے نیچے لٹکتا ہو، تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟ حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔ (عبدالرشید، سکندر آباد)

جواب:- ٹخنے سے نیچے لٹکتا ہوا کپڑا پہننا عام حالات میں بھی مکروہ ہے، آپ ﷺ نے

فرمایا:

''تین شخص وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں نہ ان سے بات کریں گے، نہ ان کی طرف نگاہِ لطف فرمائیں گے، اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کریں گے، اور ان کے لئے سخت عذاب ہوگا، پھر آپ ﷺ نے ان تینوں شخص کا تذکرہ کرتے ہوئے پہلا ذکر اس شخص کا کیا جو اپنے کپڑے ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر رکھے'' (۱)

ہاں! اگر کپڑے کی ساخت اور لمبائی تو اتنی نہ ہو کہ ٹخنوں سے نیچے چلا جائے، لیکن تہبند کا بندھن ڈھیلا پڑ جانے کی وجہ سے، یا پیٹ کے نکلے ہوئے ہونے کی وجہ سے کپڑا نیچے چلا جائے تو اس میں قباحت نہیں، چنانچہ حضرت ابوبکر ؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

''باوجودے کہ میں کوشش کرتا ہوں کہ کپڑا ٹخنوں سے نیچے نہ ہو، پھر بھی بعض اوقات کپڑے کا کوئی کونہ نیچے چلا جاتا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو از راہِ تکبر ایسا کرتے ہوں'' (۲)

اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ نصف پنڈلی تک تہبند یا پائجامہ رکھا جائے، یہ مستحب ہے، اس سے نیچے اور ٹخنوں سے اوپر رکھنا جائز ہے، ٹخنوں سے نیچے رکھنا ممنوع ہے، اگر از راہِ تکبر ایسا کرے تو مکروہ تحریمی ہے، اور تکبر مقصود نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ (۳)

نماز چونکہ موقعہ ہی اللہ کے سامنے فروتنی اور بندگی کے اظہار کا ہے، اس لئے نماز کی

---

(۱) دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۴۰۸۸، باب ماجاء فی اسبال الازار۔
(۲) حوالۂ سابق، حدیث نمبر: ۴۰۸۵۔
(۳) بذل المجهود: ۵/۵۴۔

حالت میں ٹخنوں سے کپڑوں کا لٹکانا نسبتاً زیادہ مکروہ اور نامناسب عمل ہے، حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے:

''ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی تہبند ٹخنوں سے نیچے تھی، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جاؤ اور وضو کرو، وہ وضو کر کے آئے، آپ ﷺ نے دوبارہ وضو کرنے کا حکم فرمایا، ایک صاحب نے پوچھا: اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے ان کو وضو کرنے کا حکم فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا، اور اللہ تعالیٰ اس طرح نماز پڑھنے والے کی نماز قبول نہیں فرماتے'' (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز کی حالت میں اس کا ارتکاب نسبتاً زیادہ ناپسندیدہ عمل ہے، اس لئے امام ہو یا مقتدی، اس سے بچنا چاہئے، البتہ اس کے باوجود نماز درست ہو جاتی ہے، چنانچہ مذکورہ حدیث میں آپ ﷺ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا؛ البتہ دوبارہ وضو کرنے کا حکم اس لیے دیا کہ وضو گناہ کا کفارہ ہے۔

جوتے پہن کر نماز

سوال:- {473} یکم مارچ کے سیاست میں ایک تصویر چھپی ہے، جس میں عازمین حج جوتے چپل پہن کر بارگاہ خداوندی میں نماز ادا کر رہے ہیں، تصویر کے نیچے یہ وضاحت بھی ہے ''امریکی عازمین حج روانگی سے قبل نیویارک

(۱) سنن أبي داؤد: حدیث نمبر: ۴۰۸۶۔

ایرپورٹ پر نماز ادا کرتے ہوئے" سوال یہ ہے کہ کیا جوتے چپل پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کریں۔ (محمد خواجہ گیسودراز، گلبرگہ)

جواب:- اگر جوتے چپل میں کوئی نجاست نہ ہو، اور اس علاقہ کے سماج میں جوتے چپل پہن کر عبادت کرنے کو خلاف احترام نہ سمجھا جاتا ہو، تو وہاں جوتے پہن کر بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے، یہی حکم اس صورت میں بھی ہے، جب شدید ٹھنڈک ہو، یا کسی عذر کی بناء پر جوتے پہننے پر مجبور ہو، حضرت انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے بھی نعلین مبارکین میں نماز ادا فرمائی ہے" (۱) جن علاقوں میں جوتے پہن کر عبادت کرنے کو خلاف احترام سمجھا جاتا ہو، جیسے: ہندوستان اور مشرقی ممالک، وہاں اس طرح نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہئے، کیونکہ نماز میں کوئی ایسا عمل جائز نہیں، جس سے بے احترامی ظاہر ہوتی ہو۔

نماز میں کہنیوں سے اونچا کپڑا

سوال:- {474} نماز میں آستین کہنیوں سے نیچے ہونا درست ہے؟ آج کل اکثر نمازی ہاف شرٹ پر نماز ادا کرتے ہیں۔ (محمد غوث الدین قدیر، سلاخ پوری، کریم نگر)

جواب:- آستین کو کہنیوں تک اٹھا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے: "ولو صلى رافعا كميه إلى المرفقين كره" (۲) اس لئے کہ یہ نماز کے احترام اور تقاضۂ ادب کے خلاف ہے۔

(۱) الجامع للترمذی: حدیث نمبر: ۴۰۰، باب ما جاء في الصلاة في النعال، نیز دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۶۵۲، باب الصلاة في النعل۔ محشی۔

(۲) الفتاوی الهندیة: ۱/۱۰۶۔

جوڑا باندھ کر نماز

سوال:- {475} کیا جوڑا باندھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟
(فیض النساء بیگم، مصری گنج)

جواب:- حضرت ابورافع ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جوڑا شیطان کی پناہ گاہ ہے''(۱) نیز حضرت ابن عباس ﷺ سے منقول ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں اور نہ بال سمیٹوں اور نہ کپڑے'' (۲)

اسی لئے فقہاء نے جوڑا باندھ کر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔(۳)

نماز کی حالت میں مفلر یا رومال نیچے لٹکانا

سوال:- {476} بعض حضرات سر پر مفلر یا کوئی کپڑا ڈال کر اس کے دونوں سرے لٹکاتے ہوئے نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ (شیخ حسینی، قاضی پورہ کھمم)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے نماز کی حالت میں سدل سے منع فرمایا ہے۔(۴) —

---

(۱) الجامع للترمذی ، حدیث نمبر:۳۸۴، باب ما جاء في كراهية كف الشعر فی الصلاة ۔

(۲) دیکھئے: عارضة الأحوذی لابن العربی :۲/۱۷۵۔
نیز دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۸۸۹، باب أعضاء السجود ۔ محشی۔

(۳) دیکھئے: الجامع للترمذی ، حدیث نمبر:۳۸۴، باب ماجاء في كراهية كف الشعر في الصلاة ، نیز دیکھئے: الفتاوی الهندیة :۱/۱۰۶، قاضی خاں علی هامش فتاوی هندية : ۱/۱۱۷۔ محشی ۔

(۴) الجامع للترمذی ، عن ابی هریره ﷺ ، حدیث نمبر:۳۷۸، باب ما جاء في كراهية السدل في الصلاة ۔

''سدل'' سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں فقہاء نے لکھا ہے کہ کوئی کپڑا اپنے سر یا مونڈھوں پر رکھے اور اس کے کناروں کو نیچے کی طرف چھوڑ دے، یہاں تک کہ اگر قبا اپنے دونوں مونڈھوں پر رکھ کر اس طرح چھوڑ دے کہ اس کی آستینوں میں اپنے ہاتھ نہ ڈالے تو اس کو بھی فقہاء نے ''سدل'' میں شمار کیا ہے: ''ومن السدل أن یجعل القباء علی کتفیه ولم یدخل یدیه ''(۱) اور اس حدیث کی وجہ سے سدل مکروہ ہے (۲)

لہذا اگر مفلر یا رومال گردن میں لپیٹ لیا جائے تب تو کوئی قباحت نہیں، لیکن نماز کی حالت میں سر یا مونڈھے پر رکھ کر دونوں طرف یوں ہی چھوڑ دینا مکروہ ہے اور ''سدل'' میں داخل ہے۔

آستین اور پینٹ چڑھا کر نماز ادا کرنا

سوال:- {477} ایک عالم دین نے مسجد کے بورڈ پر کسی ایک حدیث کی تشریح میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ پینٹ اور آستین کے کنارے کو موڑ کر اوپر چڑھا لینا مکروہِ تحریمی ہے، جو حرام کے قریب ہے، اور اس طریقہ کو رائج رکھنے والا فاسق و گنہگار ہے —— اس تحریر سے عام مسلمانوں میں بے چینی پیدا ہوگئی ہے، کیونکہ بہت سے لوگوں نے اب تک پینٹ کا کنارہ اور آستین موڑ کر نماز ادا کی ہے، تو ان کی نمازوں کا کیا حکم ہے؟ (صدر جمعیۃ علماء ہند، پالونچہ، کھمم)

جواب:- آستین کو نماز کی حالت میں کہنیوں سے اوپر تک موڑ کر رکھنا مکروہ ہے: '' لو

(۱) الفتاوی الهندیة: ۱/۱۰۶۔

(۲) حوالہ سابق۔ نیز دیکھئے: الفتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی الهندیة :۱/۱۱۸۔ محشی۔

صلی رافعا کمیه الی المرفقین کره "(۱) رسول اللہ ﷺ نے ٹخنے سے نیچے تک کپڑا رکھنے سے مردوں کو منع فرمایا ہے، اور اس پر دوزخ کی وعید ہے۔ (۲) اس لئے یوں تو عام اوقات میں بھی ٹخنے سے نیچے کپڑوں کا لٹکانا مکروہ ہے، لیکن خاص کر نماز کی حالت میں اس کی کراہت اور زیادہ ہے، اس لئے کہ اس طرح کپڑے لٹکانے کو حدیث میں ''کبر'' کی علامت قرار دیا گیا ہے، (۳) بلکہ بعض روایات میں تو اس کو منافق کی علامت بتایا گیا ہے: " علامة المنافق تطویل سراویله " (۴) اور نماز تو کمالِ تواضع وفروتنی کا مقام ہے، اس لئے یہاں بدرجۂ اولیٰ ٹخنوں سے نیچے کپڑے رکھنا مکروہ ہوگا، لہذا یہ کہنا کہ نماز کی حالت میں پینٹ کو اوپر کی طرف موڑ لینا مکروہِ تحریمی ہے، درست نہیں، ہاں! یہ ضرور ہے کہ عام حالات میں بھی ٹخنے سے نیچے کپڑا رکھنا نہیں چاہئے، کیونکہ یہ عمل ہر حال میں مکروہ ہے، بہرحال جو غلطی نادانستہ ہو چکی ہو، اس کے لئے استغفار کرنا چاہئے، انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے، آئندہ اپنے عمل کو درست کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

پینٹ چڑھانے سے متعلق ایک اعتراض کا جواب

سوال :- {478} ۲۶/اپریل جمعہ کی اشاعت میں آپ نے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ ''یہ کہنا کہ

---

(۱) الفتاوی الهندیة :۱/۱۰۶، باب فی ما یکره فی الصلاة و ما لا یکره۔ محشی۔

(۲) دیکھئے: صحیح البخاری ،حدیث نمبر:۵۷۸۷، باب ما اسفل من الکعبین فهو فی النار ، کتاب اللباس ۔ محشی۔

(۳) " ... و ارفع إزارك إلى نصف الساق ، فإن أبيت فإلى الكعبين ، و إياك و إسبال الإزار فإنها من المخيلة ، و إن الله لا يحب المخيلة ... " (سنن أبي داؤد ، حدیث نمبر:۴۰۸۴، باب ما جاء في إسبال الإزار) مرتب۔

(۴) کنز العمال بہ حوالۂ دیلمی، حدیث نمبر:۳۱۱۹۸۔

نماز کی حالت میں پینٹ کو اوپر کی طرف موڑ لینا مکروہ تحریمی
ہے، درست نہیں، آپ کے اس خیال سے ناچیز کو تشویش ہے،
کیونکہ ہم کسی اہم تقریب میں پینٹ کے پائچے موڑ کر جانا
پسند نہیں کرتے، تو کیا اس طرح نماز پڑھنا نماز کی ہتک نہیں؟

(واجد خان، فتح دروازہ)

جواب:- پائچہ کا اونچا رکھنا لوگوں کے عرف ورواج میں برا سمجھا جاتا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے پائچہ نیچا رکھنے اور ٹخنوں سے نیچے تک کپڑے لٹکنے کی بہت ہی سخت مذمت فرمائی ہے، اور مختلف حدیثوں میں اس کا ذکر موجود ہے، (۱) اور نص یعنی کتاب وسنت کے مقابلہ میں لوگوں کے عرف ورواج کا کوئی اعتبار نہیں۔

نماز کی حالت میں آستین موڑنا

سوال:- {479} میں بعض لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ
جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو قمیص کی آستین موڑ
لیتے ہیں، تو کیا اس طرح موڑ کر نماز پڑھنا درست ہے؟

(محمد فیروز، شاہ گنج)

جواب:- نمازی کے لئے یہ بات مکروہ ہے کہ اس کی آستین یا دامن مڑا ہوا ہو، (۲) بلکہ فقہاء نے اس سے بھی منع کیا ہے کہ وضوء کے لئے کپڑا اچڑھایا جائے، اور امام کے ساتھ رکوع پانے کی غرض سے کپڑے کو ایسی حالت میں چھوڑ دیا جائے، اگر کپڑا اچڑھا ہوا ہو، اور اسی حال

---

(۱) دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۷۸۷، باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار، كتاب اللباس۔ محشی۔

(۲) "ولو صلى رافعا كميه إلى المرفقين كره، كذا في قاضي خان" (دیکھئے: الفتاوى الهندية: ۱/۲۰۶، باب فيما يكره في الصلاة و ما لا يكره) محشی۔

میں نماز مین شامل ہوگیا، تو اسی حالت میں چھوڑ دے، یا معمولی عمل (عمل قلیل) کے ذریعہ کپڑا ہموار کرلے؟ اس سلسلہ میں بھی مشہور فقیہ علامہ شامیؒ کا خیال ہے کہ اگر معمولی عمل سے کپڑے کو درست کرنا ممکن ہو تو بہتر ہے کہ کپڑا درست کرلیا جائے، بلکہ علامہ حصکفیؒ نے لکھا ہے کہ گرد و غبار سے بچنے کے لئے بھی آستین یا دامن کو سمیٹنا کراہت سے خالی نہیں: ''وکرہ کفہ أی رفعہ ولو لتراب کمشمر کمّ أو ذیل ''(۱) یہ تمام احکام اس وقت ہیں، جب کہ نماز سے پہلے کپڑے موڑ چکا ہو، اگر نماز کی حالت میں کپڑے موڑے تو عمل کثیر کی ارتکاب کی وجہ سے نماز ہی فاسد ہو جائے گی:

"وھذا لو شمرھما خارج الصلاۃ ثم شرع فیھا کذلك أما لو شمّر وھو فیھا تفسد : لأنہ عمل کثیر" (۲)

سینٹ لگے ہوئے کپڑے میں نماز

سوال:- {480} اکثر کہا جاتا ہے کہ سینٹ کپڑوں پر لگا لیا جائے تو نماز نہیں ہوتی، کیا یہ بات شرعی اعتبار سے درست ہے؟　(محمد لیاقت علی سیفی، بسوا کلیان)

جواب:- سینٹ کے بارے میں متعدد ماہرین کیمیا سے معلوم ہوا کہ اس میں الکحل تو ہوتا ہے، لیکن الکحل کی بہت سی قسمیں ہیں، سینٹ میں جو الکحل استعمال ہوتا ہے، وہ نشہ آور نہیں ہوتا اور وہ اس سے مختلف ہوتا ہے جو شراب اور ادویہ میں استعمال کیا جاتا ہے، اس لیے یہ ناپاک یا حرام نہیں ہے، اس کا استعمال درست ہے، اور اس کی وجہ سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا ـــــــ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار :۲/۴۰۶، باب ما یفسد الصلاۃ و ما یکرہ فیھا ـ محشی ـ

(۲) الدر المختار و رد المحتار :۲/۴۰۶ـ

اس حقیر کی یہ رائے موجودہ تحقیق کی بنیاد پر ہے، پہلے وہ اس کے ناپاک ہونے کا فتوی دیا کرتا تھا، اور لوگوں کو اس کے استعمال سے روکتا تھا۔

بغیر ٹوپی کے نماز

سوال:- {481} کیا بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا جائز ہے؟ (محمد افتخار علی، میدک)

آج کل سعودی عرب سے آنے والے بعض نوجوان جو اپنے آپ کو سلفی کہتے ہیں، بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنے کا معمول رکھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ بخاری کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھلے سر نماز پڑھی ہے؟ (عبدالمقتدر، ٹولی چوکی)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کا عام معمول مبارک سر ڈھک کر نماز پڑھنے کا تھا، (۱) اس لئے ٹوپی موجود ہو، اور محض ازراہ کسل مندی بغیر ٹوپی کے نماز پڑھی جائے تو ایسا کرنا مکروہ ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے:

"تکره الصلاة حاسرا رأسه إذا كان يجد العمامة وقد فعل ذلك تكاسلا أو تهاونا بالصلاة" (۲)

ہاں! اگر ٹوپی کی تلاش میں نماز کی جماعت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بغیر ٹوپی کے بھی نماز ادا کر لینے کی گنجائش ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے بھی صرف ایک

---

(۱) چنانچہ علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا "مواب" نامی عمامہ تھا، آپ ﷺ کبھی ٹوپی کے اوپر اسے پہنتے اور کبھی صرف ٹوپی پہنتے، عمامہ نہیں" (دیکھئے: زاد المعاد :۱/۱۳۵، فصل في ملابسه) محشی۔

(۲) الفتاوی الهندية :۱/۱۰۶۔

کپڑے میں نماز پڑھنا ثابت ہے۔(۱) لیکن ظاہر ہے کہ یہ آپ ﷺ کا اتفاقی عمل تھا، آپ ﷺ کا عمومی عمل سر ڈھک کر نماز پڑھنے کا تھا، اس لئے کھلے سر نماز پڑھنے کی عادت نہ بنالی جائے۔

یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بار صرف ایک چادر میں نماز ادا فرمائی، ظاہر ہے کہ یہ چادر بہ طور تہبند آپ ﷺ نے استعمال فرمائی ہوگی، لیکن ایسا صرف ایک واقعہ ثابت ہے اور ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے یہ بات بھی ارشاد فرمائی کہ کیا میری امت میں سبھوں کو دو کپڑے میسر ہوں گے؟(۲) پس آپ ﷺ کا یہ عمل محض اس بات کو بتانے کے لئے تھا کہ بغیر ٹوپی کے بھی نماز ادا ہو جاتی ہے، اگر کسی شخص کے پاس سر ڈھکنے کے لئے کوئی چیز نہ ہو، تو اسے اس کی وجہ سے نماز نہ چھوڑنی چاہئے، نہ یہ کہ کھلے سر نماز پڑھنا بہتر بات ہے، حضور ﷺ کا عام معمول عمامہ یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے کا تھا، اگر کوئی شخص بخاری کی مذکورہ روایت پر عمل کرنا چاہتا ہو تو پھر تو کرتا اور بنیائن پہننے کی بھی حاجت نہیں، صرف پائجامہ یا لنگی پر ہی اکتفا کرنا چاہئے۔

یہ محض ناسمجھی اور ناواقفیت کی باتیں ہیں، خود غیر مقلد علماء بھی اس سے منع کرتے رہے ہیں، "فتاوی علماء اہل حدیث" میں مولانا غزنویؒ کی رائے اس طرح منقول ہے:

> "اگر ننگے سر نماز فیشن کی وجہ سے ہے تو نماز مکروہ ہے، اگر خشوع کے لئے ہے تو تشبہ بالنصاری ہے، اسلام میں سوائے احرام کے ننگے سر رہنا خشوع کے لئے نہیں ہے، اگر سستی کی وجہ سے ہے تو منافقین کی عادت ہے، غرض ہر لحاظ سے

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۳۵۴، باب الصلاۃ في الثوب الواحد ملتحفا بہ۔

(۲) حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:" عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رجلا قال : يا رسول الله ﷺ! يصلي الرجل في الثوب الواحد ؟ فقال النبي ﷺ : " أو لكلكم ثوبان ؟" (کنز العمال، حدیث نمبر:۲۱۷۰۹، کتاب الصلاۃ، باب ستر العورۃ) محشی۔

ناپسندیدہ ہے"۔(۱)

اور معروف عالم مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

"صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضور ﷺ سے بالدوام ثابت ہوا ہے، یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا ہو، پگڑی سے یا ٹوپی سے"(۲)

ساڑی پہن کر نماز

سوال:- {482} کیا ساڑی پہننا اسلام میں جائز ہے؟ اور کیا ساڑی پہن کر نماز پڑھیں تو نماز درست ہو جاتی ہے؟

(یعقوب بیگم، ادکیٹ)

جواب:- نماز کے لئے ایسا لباس ہونا چاہئے جس سے حصۂ ستر ڈھک جائے، عورتوں کے لئے چہرہ، گٹوں تک دونوں ہاتھوں اور دونوں قدموں کے علاوہ پورا جسم حصۂ ستر ہے، اگر ساڑی کے ساتھ ایسے کپڑے ہوں جس سے جسم کا یہ پورا حصہ ڈھک جاتا ہو تو ساڑی میں بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے، یہ جو بات مشہور ہے کہ ساڑی میں نماز نہیں ہوتی، کیونکہ زمین سے پردہ نہیں ہوتا، یہ بے اصل بات ہے، پردہ انسانوں سے مقصود ہے نہ کہ زمین سے۔

ساڑی پہن کر بیٹھ کر نماز

سوال:- {483} میں اپنے بڑوں کو دیکھتی آرہی ہوں کہ ساڑی پہنی ہوئی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھتی ہیں اور شرٹ وشلوار پہننے کی صورت میں کھڑے ہوکر، دو ماہ پہلے

(۱) فتاوی علماء اہل حدیث:۴/۲۹۱۔
(۲) فتاوی ثنائیہ :۱/۵۲۵۔

میری شادی ہوئی ہے، میں جب ساڑی پہن کر بیٹھ کر نماز پڑھتی ہوں تو میرے سسرال کے لوگ مجھے ٹوکتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ خواہ کوئی بھی کپڑا پہنا جائے نماز کھڑے ہوکر ادا کی جائے۔ (نور جہان بیگم، رحمت نگر)

جواب:- آپ کے سسرال والوں نے صحیح کہا ہے، یہ درست نہیں کہ اگر کوئی خاتون ساڑی پہنی ہوئی ہو، تو کھڑے ہونے پر قدرت ہونے کے باوجود بیٹھ کر نماز ادا کرے، اگر فرض نماز بلا عذر بیٹھ کر ادا کی جائے تو نماز ہی درست نہیں ہوگی، اور نفل نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھی جائے تو اجر کم ہوگا:

"ولو صلى الفريضة قاعدا مع القدرة على القيام لا تجوز صلاته بخلاف النافلة "(۱)

بعض خواتین میں یہ بات مشہور ہے کہ ساڑی پہننے کی صورت میں زمین سے پردہ نہیں ہوتا، اس لئے کھڑے ہوکر نماز درست نہیں، یہ محض جہالت کی بات ہے، پردہ انسانوں سے مقصود ہے نہ کہ زمین سے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" صل قائما فإن لم تستطع فقاعدا "(۲)

"کھڑے ہوکر نماز پڑھو، اگر کھڑے ہونے پر قادر نہ ہوتو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہو"

ساڑی پہن کر چڈی کے بغیر نماز

سوال:- {484} کیا عورتیں ساڑی پہن کر چڈی پہنے بغیر نماز پڑھ سکتی ہیں؟ میں حج کو جارہی ہوں، کیا حج میں بغیر

(۱) کبیری: ص:۲۵۸۔
(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۹۵۲۔

چڈی کے ساڑی پہنی جاسکتی ہے؟ (بی، ایچ، ای، ایل)

جواب:- شریعت میں ستر کا جو حکم دیا گیا ہے وہ ساڑی پہننے سے حاصل ہوجاتا ہے، بشرطیکہ کرتا بھی ساتھ ہو، اس لئے بغیر چڈی کے نماز پڑھنے اور حج کے کسی عمل کو انجام دینے میں کوئی حرج نہیں، خواتین میں جو یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ بغیر چڈی کے ساڑی پہن کر نماز نہیں ہو سکتی، غلط اور بے اصل ہے۔

نائٹی پہننا اور اس میں نماز ادا کرنا

سوال:- {485} بہت سی خواتین گھروں میں دن کے اوقات میں بھی نائٹی پہنتی ہیں، اور اسی میں نماز بھی پڑھ لیتی ہیں، نائٹی کی آستین ہاف یعنی کہنیوں سے اوپر ہوتی ہے، تو کیا ایسی صورت میں نماز ہوجائے گی؟

(محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب:- اولاً تو خواتین کا دن کے وقت ایسا لباس پہنے رہنا مناسب نہیں، کیونکہ ہندوستان کے ملے جلے معاشرہ میں گھروں میں غیر محرم کی آمدورفت بھی ہوتی رہتی ہے، اور غیر محرم کے سامنے ایسا لباس پہننا قطعاً درست نہیں، جہاں تک نماز کی بات ہے، تو چہرہ، گٹوں تک ہاتھ اور پاؤں تو کھلا رکھ سکتے ہیں، یہ اپنی اصل کے اعتبار سے ستر میں داخل نہیں، بلکہ فتنہ کے اندیشہ سے ان کے ستر کا حکم دیا گیا ہے، لیکن بازو کا حصہ ستر میں داخل ہے، اور ان کا نماز میں چھپائے رکھنا واجب ہے(۱) اس لئے اگر نائٹی کے ساتھ کوئی ایسی چادر استعمال کرتی ہوں، جن سے گٹوں سے اوپر ہاتھ اور بازوؤں کا حصہ چھپ جائے تب تو نماز درست ہوجائے گی، ورنہ درست نہیں ہوگی۔

---

(۱) الفتاوی الهندية :۱/۵۸،باب في شروط الصلاة ۔محشی۔

ہاف آستین کپڑے میں نماز

سوال:- {486} ہاف آستین شرٹ میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟ (سید نوید عزیز کنگی)

جواب:- فقہاء نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے کہ آستین چڑھا کر نماز پڑھی جائے، اس لئے کہ یہ ہیئت ایک گونہ تکبر اور عجب آمیز رویہ کا مظہر ہوتی ہے، حالانکہ نماز میں زیادہ سے زیادہ خشوع اور تواضع مطلوب ہے، چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''مراقي الفلاح'' میں مذکور ہے:

"وتشمير كميه عنهما للنهي عنه لما فيه من الجفاء المنافي للخشوع"(۱)

اس میں شبہ نہیں کہ آستین چڑھانے اور پہلے ہی سے ہاف آستین ہو، ان دونوں میں فرق ہے، لیکن دونوں صورتوں مماثلت اور مشابہت پائی جاتی ہے اس لئے مناسب ہے کہ بلا عذر آدھی آستین والے کپڑے میں نماز نہ پڑھی جائے، لیکن پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی، محض اس وجہ سے نماز قضاء کر دینا بھی مناسب نہیں کہ وہ اس وقت ہاف آستین کا کپڑا پہنے ہوئے ہے۔

اِن شرٹ کر کے نماز

سوال:- {487} اکثر مساجد میں دیکھا جارہا ہے کہ کچھ لوگ ان شرٹ کر کے بھی نماز پڑھتے ہیں، کیا اس طرح نماز ادا کرنا درست ہے؟ (عبید اللہ، یاقوت پورہ)

جواب:- ان شرٹ کرنے کی وجہ سے کمر کے نیچے کے حصہ میں اعضاء کی ساخت نمایاں ہو جاتی ہے اور ایک گونہ بے پردگی ہوتی ہے؛ اس لئے عام حالات میں بھی اس طرح کا

(۱) مراقي الفلاح مع الطحطاوي :ص:۲۳۶۔

لباس پہننے سے گریز کرنا چاہئے، اگر پینٹ ہی پہنے تو ڈھیلا ہو اور قمیص یا شرٹ کا حصہ نیچے گرتا ہو، نماز کی حالت میں چونکہ ستر کے خصوصی اہتمام کا حکم ہے، (۱) اس لئے اس موقع پر اس طرح کی بے ستری اور بھی زیادہ نامناسب ہے۔

الٹے کپڑوں میں نماز

سوال:- {488} نماز کے وقت پینٹ کو ٹخنوں سے اوپر موڑتے ہیں، تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ الٹے کپڑے سے نماز نہیں ہوگی، کیا یہ صحیح ہے، نیز یہ بتائیں کہ کیا پینٹ کو ٹخنوں سے نیچے رکھ کر نماز پڑھنا چاہئے یا پینٹ کو موڑ کر؟

(معین الدین، لچھا پیٹ میدک)

جواب:- کپڑا سیدھا ہو یا الٹا، دونوں صورت میں نماز ہو جاتی ہے، البتہ اتنا ضروری ہے کہ وہ کپڑا پاک ہو اور ستر کو چھپانے والا ہو، اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہیں پائی گئی تو نماز نہیں ہوگی اور جہاں تک پینٹ یا کپڑے کا ٹخنہ سے نیچے رکھنے کا مسئلہ ہے تو یہ نماز کی حالت اور نماز کے علاوہ اوقات میں بھی جائز نہیں، حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹخنوں سے نیچے کا جو بھی حصہ کپڑے سے ڈھکا رہے وہ جہنم کا حصہ بنے گا ''ما اسفل من الکعبین من الازار ففی النار '' (۲) اس لئے ہر صورت میں کپڑے کو ٹخنوں سے اوپر رکھنا چاہئے اور خاص کر نماز کی حالت میں کیونکہ یہ کبر کی علامت ہے اور نماز تواضع وفروتنی کی جگہ ہے۔

کھلے سر نماز

سوال:- {489} درمختار جلد نمبر :۱، ص : ۲۹۹، کے

---

(۱) الدر المختار :۱/۹۱۔

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۵۷۸۷۔

مطابق انکساری کے لئے کھلے سر نماز پڑھنا جائز ہے، اسی کے
مطابق آج تک کھلے سر نماز پڑھتا ہوں، کہاں تک میری نماز
درست ہوگی؟ کیا کبھی نبی کریم ﷺ نے بھی کھلے سر نماز ادا کی
ہے یا بالکل ممانعت فرمائی؟ (عبدالرشید، سکندر آباد)

جو لرب:- قرآن مجید نے ہدایت کی ہے کہ نماز کے وقت لباسِ زینت اختیار کرنا چاہئے چنانچہ ارشاد ہے: ﴿ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾(۱) ٹوپی بھی لباسِ زینت ہے، اس لئے عمامہ باندھ کر یا ٹوپی پہن کر ہی نماز ادا کرنی چاہئے، بلا عذر بغیر ٹوپی نماز پڑھنا مکروہ ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے: جس شخص کے پاس عمامہ موجود ہو، اس کے لئے کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ "تكره الصلاة حاسرا رأسه إذا كان يجد العمامة" (۲) رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک بھی یہی تھا، البتہ ایک موقع پر آپ ﷺ کا صرف تہبند میں بھی نماز پڑھنا ثابت ہے، اصل میں آپ ﷺ بعض اوقات جائز لیکن خلاف اولی کام اس لئے کر جاتے تھے کہ امت کے لئے آسانی وسہولت پیدا ہو، اس حدیث کا مقصد بھی یہی ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اگر ناف سے گھٹنے تک کا ساتر لباس موجود ہو، تو یہ لباس بھی نماز کی ادائیگی کے لیے کافی ہے، نہ یہ کہ ایسے ہی لباس میں نماز پڑھنا بہتر ہے، اگر اسی حدیث کی پیروی مقصود ہو، پھر تو ٹوپی کے علاوہ کرتا اور قمیص اتار کر بھی نماز پڑھنی پڑے گی، فقہا کی تحریروں کا ماحصل بھی یہی ہے کہ اگر ٹوپی یا عمامہ یا سر کو ڈھکنے کی چیز میسر ہو، تو کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر اللہ کے سامنے انکساری اور غلامی کا اظہار مقصود ہو تو گناہ نہ ہوگا، یہ مقصد نہیں ہے کہ اس طرح نماز پڑھنی چاہئے، نماز میں تو ظاہر ہے کہ وہ طریقہ اختیار کرنا چاہے جو آپ ﷺ کا معمول رہا ہو، نہ یہ کہ جو عمل آپ ﷺ نے اتفاقاً کسی خاص مصلحت کے لئے کیا ہو؛ اس لئے آپ ٹوپی پہن کر نماز ادا کیا کریں۔

---

(۱) الأعراف :۳۱۔ محشی۔
(۲) فتاوی عالمگیری:۱/۱۰۶، ط: مکتبہ زکریا دیوبند۔ محشی۔

نماز میں نوٹ یا بس پاس وغیرہ جیب میں رکھنا

سوال:- {490} اگر کسی کی جیب میں Identy کارڈ یا بس پاس یا نوٹ ہوں جن پر تصویریں ہوتی ہیں، تو کیا اس کی نماز میں کوئی کراہت پیدا ہوگی، یا نماز کی حالت میں ان کا نکال کر رکھ دینا ضروری ہے؟ (محمد محسن، معین باغ)

جواب:- جن چیزوں کا آپ نے ذکر کیا ہے، ان کی حفاظت کے لئے بسا اوقات انہیں جیب میں رکھنا ضروری ہوتا ہے، دوسرے بعض فقہاء نے ایسی تصویر کو نماز میں کراہت کا باعث قرار نہیں دیا ہے جو نمازی کے پیچھے یا اس کے پاؤں کے نیچے ہو، یا جیب اور غلاف کے اندر ہو:

"فلو كانت الصورة خلفه أو تحت رجليه ففي شرح عتاب لا تكره الصلاة " (۱)

نیز علامہ شامیؒ نے "البحر الرائق" نامی کتاب کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

" و مفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس أو صرةٍ أو ثوب آخر " (۲)

اس لئے نمازی کا یہ چیزیں جیب میں رکھنا درست ہے۔

نمازی اور تصویریں

سوال:- {491} تصویر اگر سامنے ہو تو نماز نہیں ہوتی، لیکن اگر حالت نماز میں جیب سے شناختی کارڈ وغیرہ جس میں

(۱) فتح القدیر :۱/۴۱۵۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار:۲/۴۱۸۔

تصویر لگی ہو، وہ سامنے گر جائے تو کیا کرنا چاہئے؟ کیا مکہ ومدینہ منورہ کی تصویر اور خوبصورتی کے لئے لگائی جانے والی (Scenaries) کے چارٹ اگر نمازی کے سامنے ہوں تو کیا نماز درست ہوگی؟ جائے نماز پر اگر مکہ ومدینہ نقش ہوں تو کیا نماز درست ہوگی؟ اور اگر غلطی سے کوئی جائے نماز پر کھڑا ہو جائے جس میں مکہ ومدینہ کی تصویر ہو تو کیا سزا کا مستحق ہوگا؟ تفصیل سے بتائیں۔ (محمد عرفان، شکر گنج)

جواب:- اگر تصویر سامنے ہو تو نماز تو ہو جائے گی، لیکن یہ فعل سخت مکروہ ہے،(۱) مکہ ومدینہ کی تصویر یا ایسی تصویریں جن میں ذی روح کی قابل شناخت صورت نظر نہ آتی ہو، کی ممانعت نہیں ہے،(۲) البتہ چونکہ اس سے نمازی کی توجہ ہٹ جاتی ہے، اس لئے ایسی تصویریں بھی نمازی کے سامنے نہ رہیں تو بہتر ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے کپڑے میں نماز ادا فرمائی جو منقش تھا، اس کے نقوش پر آپ ﷺ کی نظر پڑی، نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے یہ کپڑا ابوجہم صحابی رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا، جنہوں نے یہ کپڑا آپ ﷺ کو تحفہ پیش کیا تھا، اور ارشاد فرمایا کہ اس کی وجہ سے نماز میں میری توجہ ہٹ گئی:

"فإنها ألهتني عن صلاتي"(۳)

---

(۱) دیکھئے: الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۴۱۶۔ محشی۔

(۲) "أو لغير ذي روح لا (يكره)" (دیکھئے: الدر المختار مع رد المحتار: ۲/۴۱۸) محشی۔

(۳) صحیح البخاری: ۱/۵۴، حدیث نمبر: ۳۷۳، باب إذا صلی في ثوب له أعلام و نظر إلی أعلامها۔

لہٰذا نمازیوں کے سامنے بے روح چیزوں کی تصویریں بھی نہ ہونی چاہئیں جو توجہ کو بانٹنے والی ہوں۔

جائے نماز پر آج کل حرمین شریفین کے نقش کا رواج سا ہو گیا ہے، ایسی جانمازوں پر کھڑا ہونا ان مقامات مقدسہ کی توہین نہیں، کیونکہ تصویریں اصل کا درجہ نہیں رکھتیں، اور عام حالات میں کھڑے ہونے والے کی نیت توہین کی نہیں ہوتی، ہاں! اگر کوئی بدبخت توہین کی نیت سے کھڑا ہو تو یقیناً گناہ ہے، بلکہ کفر کا اندیشہ ہے، لیکن حرمین کی تصویروں کو جائے نماز پر منقش کرنا بجائے خود کوئی مناسب بات نہیں، بلکہ خیال ہوتا ہے کہ یہ بھی اہل مغرب کی سازش ہے، اور اس کا مقصود فی الجملہ شعائر اسلامی کی اہانت ہے، اس لئے سادہ اور غیر منقش جائے نماز کا استعمال بہتر ہے، جیسا کہ سلف صالحین کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا۔

اگر شناختی کارڈ نیچے گر جائے اور وہ سجدہ کے مقام پر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں، اگر معمولی عمل کے ذریعہ اٹھا سکتے ہوں تو اٹھالیں، ورنہ اسی حال میں چھوڑ دیں، لیکن اگر سجدہ گاہ میں ہو تو سجدہ کے وقت ضرور ہٹالینا چاہئے، کیونکہ اس میں تصویر کو سجدہ کرنے کا ایہام ہوتا ہے، اسی لئے فقہاء نے مقام سجدہ میں بچھی ہوئی تصویر کو بھی منع فرمایا ہے:

"والصحيح أنه لايكره على البساط إذا لم يسجد على التصاوير و هذا إذا كانت الصورة كبيرة تبدو للناظر بغير تكلف" (۱)

دوکان میں نمازی کے سامنے باتصویر ڈبے

سوال:- {492} دوکان میں بعض اوقات نماز پڑھنی پڑتی ہے اور سامان کے ڈبوں پر مختلف قسم کی تصاویر ہوتی ہیں،

(۱) الفتاوى الهندية: ۱/۱۰۷۔

ایسی حالت میں کیا نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

(عبدالحق، مہدی پٹنم)

جواب:- نماز کی حالت میں سامنے تصویریں ہوں، اس میں شدید کراہت ہے، دائیں، بائیں تصویروں کا ہونا بھی کراہت سے خالی نہیں، لیکن بمقابلہ سامنے ہونے کے اس میں کراہت کم ہے،(۱) اس لیے نماز پڑھتے وقت ان تصویروں پر کوئی کپڑا ڈال دینا چاہئے، تا کہ وہ حجاب بن جائے اور تصویروں کا سامنا نہ ہو۔

اگر چار کی نیت کر کے دو رکعت نفل ادا کرے؟

سوال:- {493} کسی شخص نے چار رکعت نفل کی نیت کی، لیکن دو ہی رکعت پر سلام پھیر دیا، ایسی صورت میں کیا اسے چار رکعت کی قضاء کرنی ہوگی، یا دو رکعت کی؟

(محمد شمیم، ممبئی)

جواب:- نفل کی ہر دو رکعت کی حیثیت مستقل نماز کی ہے، اس لئے ایسی صورت میں امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ دو رکعت ہی کافی ہو جائے گی، دو رکعت یا چار رکعت کی قضاء واجب نہیں ہوگی:

"و إن شرع في التطوع بنية الأربع ... ثم قطع ... فان كان قبل القيام الى الثالثة يلزمه شفع واحد عنده و عندهما لا يلزم شيئ" (۲)

---

(۱) "و يكره أن يصلى و بين يديه أو فوق رأسه أو على يمينه أو على يساره أو في ثوبه تصاوير ... و أشدها كراهة أن تكون أمام المصلى ثم فوق رأسه ثم يمينه ثم يساره ثم خلفه" (الفتاوى الهندية:۱/۱۰۷) محشی۔

(۲) كبيرى :ص:۳۷۶۔

نماز میں گھڑی دیکھنا

سوال:- {494} مسجد میں ایک صاحب نماز پڑھنے کے لیے آتے ہیں، اور سنت ادا کرتے ہیں، لیکن نماز کے دوران رکوع سے اٹھتے وقت، دیوار میں لگی ہوئی گھڑی کو بار بار دیکھتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ اور وہ صاحب سترہ سال امامت کر چکے ہیں؟ (محمد الیاس راہی، سدا سیو پیٹ)

جواب:- اولاً تو دوسروں کے بارے میں اس قدر تجسس سے بچنا چاہئے کہ کون کس وقت کہاں دیکھ رہا ہے، اور اپنی اصلاح پر توجہ دینی چاہئے، جہاں تک گھڑی دیکھنے کی بات ہے، تو نماز میں کوئی بھی ایسا عمل جو نماز کی طرف سے توجہ کو ہٹا دے، کراہت سے خالی نہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ بھی ان افعال میں سے ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہئے، تاہم اگر گھڑی دیکھ کر ٹائم کو سمجھ لیں، لیکن زبان سے کوئی لفظ نہ بولے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ محراب پر قرآن کے علاوہ کچھ لکھا ہوا ہے، نمازی اسے دیکھے اور سمجھ لے تو نماز فاسد نہیں ہوگی:

"إذا كان المكتوب على المحراب غير القرآن فنظر المصلي الى ذلك و تأمل و فهم فعلى قول أبي يوسف لا تفسد و به أخذ عامة مشايخنا" (۱)

نماز میں ادھر ادھر کے خیالات آئیں؟

سوال:- {495} نماز میں ادھر ادھر کے خیالات آتے

---

(۱) الفتاوی الهندية:۱/۱۰۱۔

رہتے ہیں، ایسی صورت میں اسے کیا کرنا چاہئے؟

(سید زاہد فروین، یاقوت پورہ)

جواب:- نماز چونکہ نیکی اور بھلائی کا عمل ہے، بلکہ سب سے افضل ترین عبادت ہے، اس لئے شیاطین خاص طور سے نمازی کی توجہ کو ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے بر خلاف اگر آدمی کسی برے کام میں مشغول ہو، تو شیطان کوئی خلل پیدا نہیں کرتا، کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ شخص تو ہماری ہی ڈیوٹی انجام دے رہا ہے، اس سے گھبرانا نہ چاہئے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے بھی کبھی کبھی نماز میں سہو ہوجایا کرتا تھا۔ (۱) ایسے موقع پر حتی المقدور خیالات کو یکسوئی کرنا چاہئے، اور اس کے باوجود بھی جو بے التفاتی ہو، اس کے لئے نماز کے بعد استغفار کرلینا چاہئے، لیکن بہرحال اس کیفیت سے عاجز آکر نماز کی ادائیگی سے غافل نہ ہوں۔

دیوار قبلہ میں کھڑکی کی وجہ سے بدنگاہی

سوال:- {496} ایک مسجد گھریلو آبادی کے بیچوں بیچ واقع ہے، جس کی جدید تعمیر ہوئی ہے اور نماز مسجد کی پہلی منزل پر ہوتی ہے، ہوا اور روشنی کے لئے کھڑکیاں اور روشن دان لگائے گئے ہیں، لیکن مسجد کی مغربی دیوار پر دو بڑی کشادہ کھڑکیاں لگائی گئی ہیں، اور باضابطہ اسے کھول کر نماز پڑھنے کا اہتمام ہورہا ہے، محلہ کی خواتین کپڑے سکھانے کے لئے اکثر گھروں کے اوپری حصے پر چڑھتی ہیں، ایسے میں اگر نمازی کی نگاہ غیر محرم عورت پر پڑجائے تو کیا اس شخص کی نماز درست ہوگی؟

(محمد عبدالمجیب، مرادنگر)

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۹۰۷۔

جواب:- نمازیوں کو اپنی نگاہ سجدہ کے مقام پر رکھنی چاہئے، تاہم اگر نماز میں کسی غیر محرم عورت پر نگاہ پڑ جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، مسجد کے ذمہ داروں کو کوشش کرنی چاہئے کہ یا تو کھڑکی پر پردہ لگادیں کہ بدنگاہی نہ ہو، یا اہل محلہ سے خواہش کریں کہ نماز کے اوقات میں خواتین سامنے آنے سے گریز کریں، ویسے اہل محلہ کو اس کا پابند کرنا مشکل نظر آتا ہے، مسجد میں ہی پردہ کا انتظام کر لینا چاہئے۔

آئینہ کے سامنے نماز

سوال:- {497} کیا آئینہ کے سامنے ٹھہر کر نماز ادا کرنا چاہئے؟ (ایکس، وائی، زیڈ، چھتہ بازار)

جواب:- آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ آئینہ میں انسان کی صورت نظر آتی ہے، اور نماز پڑھتے وقت سامنے کسی انسان یا خود اس کی تصویر کا ہونا سخت مکروہ ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے صراحتاً اس سے منع فرمایا ہے،(۱) اس لئے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

نمازی کے دائیں بائیں آئینہ ہو

سوال:- {498} نمازی کے سامنے یا دائیں بائیں جانب آئینہ ہو، وہاں پر نماز ادا کرنا کیسا ہوگا؟

(محمد عبدالمجید پٹیل، بیدر)

جواب:- آئینہ میں تصویر کی طرح آدمی کی صورت نظر آتی ہے، اور نمازی کے سامنے یا دائیں، بائیں تصویر رکھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں غیر اللہ کی بندگی کا وہم بھی پایا جاتا ہے، اور نمازی کی توجہ بھی بٹتی ہے، درمختار میں مکروہات نماز کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۷۴، باب إن صلى في ثوب مصلب أو تصاوير۔

"وأن يكون فوق رأسه أو بين يديه أو بحذائه
يمنة أو يسرة أو محل سجوده تمثال" (۱)

آئینہ میں بھی چونکہ صورت نظر آتی ہے، اس لئے اس کا بھی سامنے یا دائیں بائیں رکھنا مکروہ ہے۔

امام سے پہلے رکوع وسجدہ میں جانا

سوال:- {499} بہت سے مقتدی حضرات امام صاحب کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں، لیکن امام سے پہلے رکوع وسجدہ میں چلے جاتے ہیں، کیا ان کی نماز درست ہو جائے گی؟ (محمد فہیم الدین عظمی، نظام آباد)

جواب:- امام سے پہلے مقتدیوں کا رکوع اور سجدہ میں چلا جانا، مکروہ اور نہایت ہی ناپسندیدہ عمل ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص امام سے پہلے سر اٹھالیتا ہے، کیا اسے ڈر نہیں لگتا کہ
اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے" (۲)

اس لئے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (۳) اگر اس کے رکوع میں رہتے ہوئے ہی امام بھی رکوع میں پہنچ گیا، تب تو اس کی نماز درست ہو جائے گی، اور اگر امام کے رکوع اور سجدہ میں پہنچنے سے پہلے اس نے سر اٹھالیا، تو نماز ہی درست نہیں ہوگی۔

---

(۱) رد المحتار :۲/۳۶۰۔ (بیروت)

(۲) صحيح البخاری، حدیث نمبر:۶۹۱، باب إثم من رفع رأسه قبل الإمام، چنانچہ صحابۂ کرام ﷺ کا معمول تھا کہ جب نبی ﷺ پوری طرح سجدہ کی حالت میں پہونچ جاتے، پھر صحابہ ﷺ سجدہ میں جاتے۔ (دیکھئے : صحيح البخاری، حدیث نمبر:۶۹۰، باب متى يسجد من خلف الإمام) محشی۔

(۳) فتح القدير :۱/۴۸۳۔

"ولو ركع المقتدى قبل إمامه فأدرك الإمام فيه
جاز" (۱)

نماز میں پاؤں کی انگلیاں کس طرح رکھیں؟

سوال:- {500} بعض حضرات کے پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف نہیں ہوتیں، یہاں تک کہ انگوٹھا بھی قبلہ کی طرف نہیں ہوتا، کیا ایسے شخص کی نماز ہو جائے گی؟

(محمد فہیم الدین عظمی، نظام آباد)

سجدہ کی حالت میں پاؤں کا زمین پر رکھنا ضروری ہے، اگر ایک پاؤں بھی زمین پر نہ رکھے تو نماز درست نہ ہوگی، اگر صرف ایک رکھے تو کراہت کے ساتھ نماز ادا ہو جائے گی، پاؤں کے رکھنے سے انگلیوں کا رکھنا مراد ہے، اگر کم سے کم ایک انگلی زمین پر رکھے تو وہ پاؤں رکھنے والا شمار کیا جائے گا:

"ووضع القدم بوضع أصابع وإن وضع أصبعا
واحدة" (۲)

اس لئے اگر انگلیاں زمین پر بالکل نہیں رکھیں تب تو نماز ہی درست نہیں ہوگی، انگلیوں کو اس طرح دبا کر رکھنا مسنون ہے کہ وہ قبلہ کی جانب متوجہ ہو جائیں۔ نمازیوں کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

نماز میں جمائی لینا

سوال:- {501} نماز میں کتنی دیر تک جمائی لینا جائز

(۱) الهداية مع الفتح القدير: ۱/۳۸۳۔
(۲) الفتاوى الهندية: ۱/۷۰۔

ہے؟ (محمد جسیم، سلطان شاہی)

جواب:- جمائی لینا اصل میں غفلت، تھکان اور بے توجہی کی علامت ہے، اس لئے ممکن حد تک جمائی لینے سے بچنا چاہئے، (۱) مجبور ہو جائیں تو جمائی لیں اور جمائی لیتے وقت منھ پر ہاتھ رکھ لیں، قیام کی حالت میں دایاں ہاتھ رکھیں اور نماز کی دوسری حالتوں میں بایاں ہاتھ، ہاتھ رکھنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اس کے پشت کا حصہ منہ پر رکھا جائے، جمائی کی حالت میں گو نماز ہو منہ کھلا رکھنا مکروہ ہے، فتاوی عالمگیری میں یہ تمام تفصیلات موجود ہیں، (۲) جمائی عام طور پر چند سکنڈ کے لئے ہی آتی ہے، چونکہ یہ اضطراری اور غیر اختیاری عمل ہے، اس لئے اس میں وقت کی کوئی تحدید نہیں۔

حالت نماز میں سامنے سے گزرنے والے کو روکنا

سوال:- {502} میں ایک روز مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، ایک آدمی میرے سامنے سے گزر رہا تھا، تو میں نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھا کر اس کو روک دیا، کیونکہ میں نے سن رکھا تھا کہ اگر کوئی شخص بے خیالی میں یا روکے جانے کے باوجود نمازی کے آگے سے نکل رہا ہو، تو ہاتھ بڑھا کر اس کو روک دینا چاہئے، تا کہ وہ گنہگار نہ ہو، کیا یہ صحیح ہے؟

(سید حفیظ الرحمان، نظام آباد)

جواب:- نمازی کے سامنے سے کسی عذر شدید کے بغیر گزرنا گناہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) نبی ﷺ نے درمیان نماز اپنی طاقت کے بقدر جمائی کو روکے رکھنے کا حکم دیا ہے: ''فإذا تثاءب أحدكم فليكظم ما استطاع '' (دیکھئے: الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۳۷۰، باب ما جاء في كراهية التثاءب في الصلاة) محشی۔

(۲) الفتاوى الهندية: ۱/۱۵۷۔

''اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو اس کا گناہ معلوم ہو جائے تو بمقابلہ گزرنے کے وہ چالیس سال تک رکے رہنے کو بھی بہتر سمجھے''(۱)

چنانچہ حضرت ابو سعید خدری ﷺ سے مروی ہے:

''کوشش کرنی چاہئے کہ تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی نہ گزرے''(۲)

روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی جگہ کھڑا ہاتھ سے روک دے اور اگر گزرنے والا دور ہو تو اشارہ کرے، یا زور سے تسبیح پڑھ دے تا کہ وہ متنبہ ہو جائے۔(۳)

نماز میں وساوس

سوال:- {503} نماز میں بہت وسوسے آتے رہتے ہیں، اس کے لئے کیا کیا جائے؟ (حبیب علی الحامد، مولاعلی)

جواب:- چوں کہ نماز پڑھتے ہوئے انسان ایک نیکی کے کام میں مشغول رہتا ہے، اسلئے شیطان اسے زیادہ وسوسہ میں مبتلا کرتا ہے، ایسے شخص کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ تعوذ پڑھنے کا اہتمام کرے،(۴) اپنی طبیعت کو ممکن حد تک جمائے اور وساوس کے باوجود نماز میں کوتاہی نہ کرے۔

---

(۱) سنن أبي داود، حدیث نمبر:۷۰۱ ، باب النهي عنه من المرور بين يدى المصلی۔

(۲) سنن أبي داؤد :۱/۱۰۱، حدیث نمبر:۶۹۷، باب ما يؤمر المصلی أن يدرأ عن الممر بين يديه ۔

(۳) حاشيه سنن أبي دائود:۱/۱۰۱ طبع ہند۔

(۴) حدیث پاک میں اس مرض کا یہی علاج بتایا گیا ہے:''فليعوذ بالله و لينته ''(دیکھئے: صحيح المسلم ، حدیث نمبر:۱۳۴، باب بيان الوسوسة فی الإيمان و ما يقوله من وجدها، نیز دیکھئے: صحيح البخاری ، حدیث نمبر:۳۲۷۶) محشی ۔

نماز کے درمیان مائک بند کر دینا

سوال:- {504} جمعہ کی نماز کے درمیان اگر مائک خراب ہوجائے، جس کی وجہ سے امام صاحب کی آواز مقتدیوں تک صحیح نہ پہنچ رہی ہو، تو کیا ایسی صورت میں امام صاحب اپنے سینہ پر لگے ہوئے مائکروفون کو بند کر سکتے ہیں؟ کیوں کہ بند کرنے کی صورت میں نماز میں کوئی خلل نہیں پڑے گا اور امام کی اپنی آواز ایسی صورت میں مقتدیوں تک پہنچے گی اور دور کے مقتدیوں کے لئے کوئی مقتدی مکبر بن جائے گا۔ (سید ظفر، بیدر)

جواب:- مائک کا بند کرنا، یا گریبان سے لگے ہوئے مائک کو نکال دینا اس حقیر کے خیال میں عمل کثیر کے دائرہ میں نہیں آتا، رسول اللہ ﷺ سے نماز میں پیشانی سے پسینہ پونچھنا(۱) اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے اپنے کپڑے کو جھاڑنا ثابت ہے،(۲) مائک بند کرنے میں بھی غالباً اس سے زیادہ عمل نہیں ہوتا اور مائک خراب ہوجانے کے وقت اس کا بند کر دینا نمازیوں کے لئے مفید اور بہتر ہے، ورنہ توجہ بٹ جاتی ہے اور نماز میں خلل واقع ہوتا ہے:

"کل عمل هو مفيد لا بأس للمصلي و قد صح عن النبي ﷺ إنه سلت العرق عن جبهته وكان إذا قام من سجوده نفض ثوبه يمنة أو يسرة"(۳)

---

(۱) حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز میں اپنے چہرے سے پسینہ کو پوچھ لیتے تھے: "کان النبي ﷺ يمسح العرق عن وجهه في الصلاة" (رواه طبرانی :۱۲/۲۲، یضعف، بحوالۂ جمع الفوائد:۱/۲۷۰، حدیث نمبر:۱۶۴۲) نیز دیکھئے: مجمع الزوائد:۲/۸۴۔ محشی۔

(۲) "جاء نا رسول الله ﷺ فصلى بنا في مسجد بني عبد الأشهد فرأيته واضعا يديه في ثوبه إذا سجد" (مصنف ابن أبي شيبة، بحوالۂ کنز العمال، حدیث نمبر :۲۲۶۱۹، باب مباحات الصلاة) محشی۔

(۳) الفتاوى الهندية:۱/۱۰۵۔

نمازی پکارنے والے کو کس طرح متنبہ کرے؟

سوال:- {505} اگر کوئی شخص بند کمرہ میں نماز پڑھ رہا ہو، یا باہر سے کسی کے پکارنے پر نمازی نے کھانس دیا، تو اس کی نماز فاسد تو نہیں ہوگی؟ (محمد عبدالقیوم، عیدی بازار)

جواب:- اگر نماز کی حالت میں اس طرح کھانسی کی کہ اس سے دو حروف بننے نہ پائیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی، (۱) ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی، ویسے اگر آپ نماز کی حالت میں ہوں، اور کوئی ناواقف شخص آواز دے تو اس کو متنبہ کرنے کے لئے ''سبحان اللہ'' کہنا چاہئے، (۲) یہ حکم مردوں کے لئے ہے، خواتین کو چاہئے کہ ایک ہاتھ کی پشت کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے تھپکیں۔ (۳)

نماز کے دوران سانپ وغیرہ نظر آئے

سوال:- {506} نماز پڑھتے وقت کاٹنے کی کوئی چیز

---

(۱) کیوں کہ اگر کم از کم دو حرف بھی بلا عذر شدید کھانسنے کی وجہ سے بن گئے تو نماز فاسد ہو جائے گی: ''و إن تنحنح بغير عذر بأن لم يكن مدفوعا إليه و حصل به الحروف ينبغي أن يفسد عند هما'' (الهداية مع شرح عبد الحي اللكنوى :۲/۶، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها) محشی۔

(۲) نبی ﷺ نے اسی کا حکم دیا ہے: ''من نابه شيئ في صلاته فليسبح'' (دیکھئے: صحيح البخاري، حدیث نمبر:۶۸۴، باب من دخل ليؤم الناس ، فجاء الإمام الأول) صاحب ہدایہ نے اس حدیث کی بنیاد پر یہی بات لکھی ہے۔ (دیکھئے: الهداية :۲/۱۰، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها) محشی۔

(۳) عربی زبان میں اس عمل کو تصفیق کہا جاتا ہے، احادیث میں اس کا ثبوت بھی ملتا ہے، (دیکھئے: صحيح البخاري، حدیث نمبر:۶۸۴، باب من دخل ليؤم الناس فجاء الإمام الأول، نیز دیکھئے: الفتاوى الهندية :۱/۱۰۴) محشی۔

نظر آئے تو کیا کرنا چاہئے؟ (محمد افتخار علی، میدک)

جواب:- اگر نماز کی حالت میں کاٹ لینے والی چیز نظر آئے اور اس کے کاٹنے سے سخت مضرت کا اندیشہ ہو، جیسے سانپ اور بچھو وغیرہ، تو اس کو مارنے کی اجازت ہے، حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کی حالت میں ''اسودین'' یعنی سانپ اور بچھو کو مار ڈالنے کی اجازت دی ہے''(۱) فقہاء نے اس سلسلہ میں اس طرح تفصیل بیان کی ہے کہ اگر سانپ یا بچھو نمازی کے سامنے سے گزر رہا ہو اور اس سے اذیت کا اندیشہ ہو تو بلا کراہت اس کو مار ڈالنا جائز ہے، اور اس کا اندیشہ نہ ہو تو مکروہ ہے: ''فأما إذا كان لايخاف الأذى فيكره ''(۲) یہ کراہت بھی اس وقت ہے جب نماز میں رہتے ہوئے مارنے کی کوشش کی جائے، اگر نماز توڑ کر سانپ کو مارا جائے اور بعد میں نماز دہرالی جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

نماز میں تین بار سلام

سوال:- {507} بعض مساجد میں دیکھا جاتا ہے کہ مصلیان نماز ختم ہونے کے بعد دائیں اور بائیں جانب ''السلام علیکم '' کہنے کے علاوہ اپنے سینے کی طرف سر جھکا کر بھی ''السلام علیکم '' کہتے ہیں، گویا دو کے بجائے تین سلام کرتے ہیں، کیا یہ شرعا درست ہے؟

(جمال الدین حیدر، فلک نما)

جواب:- حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ کے دو ہی سلام پھیرنے کا ذکر ہے، (۳)

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۳۹۰۔

(۲) الفتاوی الهندیة:۱/۱۰۳۔

(۳) ''عن عبد الله أن النبي ﷺ كان يسلم عن يمينه و عن شماله حتى يرى بياض خده " السلام عليكم ورحمة الله ، السلام عليكم ورحمة الله ''(سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۹۹۶، باب في السلام) محشی۔

فقہاء بھی یہی کہتے ہیں کہ دو سلام کرے، ایک دائیں اور ایک بائیں:

"ثم يسلم تسليمتين تسليمة عن يمينه وتسليمة عن يساره" (۱)

اس لئے تین سلام کرنا درست نہیں، عبادات میں اپنی طرف سے کسی عمل کا اضافہ نہیں کیا جاسکتا، اسی طریقہ پر اکتفا کرنا ضروری ہے، جو حدیث میں آیا ہے۔

نماز میں نزلہ اور چھینک وغیرہ

سوال:- {508} (الف) اگر نماز میں زور سے کھانسی آئی اور منہ میں کھانسی کی وجہ سے بلغم جمع ہوگیا تو کیا کرنا چاہئے ؟ کیا نماز توڑ کر باہر جاکر تھوک دے، یا مسجد ہی میں تھوک دے یا نگل جائے؟

(ب) اسی طرح سردی کی وجہ سے ناک بہنے لگے تو کیا کرنا چاہئے؟

(ج) نماز میں ڈکار، چھینک اور جمائی کا کیا حکم ہے؟

(محمد عبدالصمد، محمد عبدالغنی، دھرم آباد)

جواب:- (الف) حضرت انس ﷛ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی نماز کی حالت میں ہو تو گویا وہ اپنے رب سے ہم کلام ہوتا ہے، یا اس کے اور قبلہ کے درمیان اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں، لہذا تم میں سے کوئی قبلہ کی طرف نہ تھوکے، تھوکنا ہی ہو تو بائیں طرف تھوکے یا اپنے پاؤں کے نیچے، پھر

---

(۱) الفتاوی الهندية :۱/۷۶۔

آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک کا ایک حصہ لیا، اس میں تھوکا،
اسے تہہ لگایا اور ارشاد فرمایا کہ یا اس طرح کرے"(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منہ میں بلغم جمع ہو جائے تو نماز توڑ کر باہر نکلنے کی ضرورت نہیں ، اور نہ نکلنے کی ضرورت ہے، بلکہ دو صورتیں ہیں یا تو بائیں طرف پاؤں کے نیچے تھوک دے، یا کسی کپڑے میں تھوک لے، پہلی صورت ایسی مسجد کے لئے موزوں ہو سکتی ہے جس کی زمین کچی ہو، پختہ نہ ہو، اگر پختہ زمین پر بلغم تھوکا جائے تو زمین میں جذب نہیں ہو سکے گا، اور لوگ بھی گھن محسوس کریں گے، پختہ فرش اور قالین وغیرہ کی صورت میں صحیح طریقہ یہ ہے کہ دستی یا کسی اور کپڑے میں تھوک لے، اور بعد میں اسے دھو لے، فقہاء کے یہاں بھی یہ صراحت موجود ہے کہ بوریئے وغیرہ پر تھوکنا نہ چاہئے، بلکہ کپڑے میں بلغم جذب کر لینا چاہئے، فتاوی عالمگیری میں ہے:

"... ولا فوق البواری ولا تحتها وكذا المخاط
ولكن يأخذ بثوبه" (۲)

(ب) اگر ناک سے پانی بہہ رہا ہو تو بہتر ہے کہ دستی یا کسی کپڑے سے پونچھ لیا جائے، اس میں مسجد کے احترام کی زیادہ رعایت ہے، اگر زمین پر ناک کا پانی گرے تو ظاہر ہے کہ مسجد آلودہ ہوگی، مگر چونکہ یہ اضطراری فعل ہے، اس لئے ناجائز یہ بھی نہیں ہے، البتہ خلاف اولی ہے، فقہاء کے یہاں اس کی صراحت موجود ہے:

"ظهر من أنفه ذنين في الصلاة فمسحه أولى
من أي يقطر منه على الأرض" (۳)

---

(۱) صحيح البخاری: ۱/ ۵۸، حدیث نمبر: ۴۱۷، باب إذا يدره البزاق فلا يأخذ بطرفة ثوبه ، نیز دیکھئے: صحيح مسلم ، حدیث نمبر: ۵۵۰، باب النهي عن البصاق فی المسجد فی الصلاة و غیرها ۔ محشی۔

(۲) الفتاوی الهندية: ۱/ ۱۱۰۔

(۳) حوالہ سابق: ۱/ ۱۰۵۔

(ج) ڈکار، چھینک اور جمائی اضطراری چیزیں ہیں، جو خود آدمی کے اختیار میں نہیں، اس لئے اولاً تو کوشش کرنی چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو اس کو دبائے، لیکن اگر قابو نہ رہے تو پھر غیر اختیاری چھینک، ڈکار اور جمائی سے نماز فاسد نہیں ہوتی، حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"نماز میں جمائی شیطان کی طرف سے ہے، اس لئے جہاں تک ممکن ہو روکنے کی کوشش کرے" (۱)

کھانسی کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کھانسی روکنے پر قدرت نہ ہو تو کھانسی خواہ کتنی بھی ہو، اور چاہے اس سے حروف کی آواز بھی پیدا ہو جاتی ہو، پھر بھی اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اور اگر کھانسی کو ضبط کر سکتا تھا، لیکن اس کے باوجود کھانستا ہے، تو اگر کھانسنے میں حروف ظاہر ہو جائیں، تب تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر حروف نہ بننے پائیں، تو یہ فعل مکروہ ہوگا۔ (۲) یہی حکم ڈکار، چھینک اور جمائی کا بھی ہوگا۔

نماز میں حرکت

سوال:- {509} نماز کی رکعت باندھنے کے بعد شدید ضرورت کے تحت نماز میں کتنی بار اپنے ہاتھ کو حرکت دے کر اپنی ضرورت کی تکمیل کر سکتا ہے؟

(خلیل الرحمن، محبوب نگر)

جواب:- اولاً تو شدید ضرورت کے بغیر نماز کی حالت میں ہاتھ کو حرکت ہی نہ دینا چاہئے اور اگر کسی مجبوری کے تحت حرکت دینی پڑی، تب بھی مسلسل تین بار حرکت نہ کرے، وقفہ وقفہ سے

---

(۱) الجامع للترمذی :۱/۸۵، حدیث نمبر:۳۷۰، باب ما جاء في كراهية التثاؤب في الصلاة۔

(۲) الفتاوى الهندية:۱/۱۰۱۔

کرے، کیونکہ مسلسل تین حرکتوں کو فقہاء نے عمل کثیر قرار دیا ہے، جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اس سے کم کو عمل قلیل: ’’الحرکات الثلاث متوالیة کثیرة وإلا فقلیل‘‘(۱)

خضاب لگانے والے کی نماز

سوال:- {510} خضاب یا مہندی بالوں میں لگانے سے کیا نماز ہو جاتی ہے؟ (محمد سعید الدین قریشی، قاضی پیٹ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے سیاہ رنگ کے علاوہ دوسرے رنگوں کا خضاب استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے مروی ہے:

’’فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر ؓ کے والد حضرت ابو قحافہ ؓ خدمت اقدس میں لائے گئے، ان کے بال اور داڑھی کے بال بالکل سفید تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی چیز سے بدل لو یعنی خضاب لگاؤ؛ البتہ سیاہ خضاب سے بچو‘‘(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ سیاہ خضاب کے علاوہ دوسرے خضاب استعمال کیے جا سکتے ہیں، اگر کوئی شخص سیاہ خضاب استعمال کرے تو وہ گنہگار تو ہوگا، لیکن نماز درست ہو جائے گی، البتہ اگر ایسا خضاب ہو کہ بالوں پر اس کی تہیں جم جاتی ہوں اور پانی پہنچنے نہیں دیتیں، تو وضو درست نہیں ہوگا، اور ظاہر ہے کہ جب وضو ہی نہ ہوگا تو نماز بھی درست نہیں ہوگی۔

مہندی لگا کر نماز

سوال:- {511} لڑکیاں ہاتھوں میں مہندی کا ڈیزائن

---

(۱) رد المحتار :۲/۳۸۵۔

(۲) سنن أبي داؤد ، حدیث نمبر:۴۲۰۴، باب فی الخضاب ، کتاب الترجل ۔

بنا کر پھر اسی حالت میں نماز پڑھتی ہیں، کیا یہ نماز درست ہے؟

(سید حفیظ الرحمن، پھولا نگ)

جواب:- عورتوں کے لئے مہندی لگانا جائز بلکہ بہتر ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے:

''ہندہ بنت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی خواہش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک اپنی ہتھیلیوں میں تبدیلی نہ کرلو یعنی مہندی نہ لگالو اس وقت تک تم کو بیعت نہیں کروں گا''(۱)

''ایک خاتون نے پردہ سے حضور ﷺ کو ایک تحریر دی، آپ ﷺ نے خط لے لیا اور دریافت فرمایا کہ یہ ہاتھ مرد کا ہے یا عورت کا؟ انہوں نے عرض کیا: عورت کا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم عورت ہوتی تو اپنے ناخن کو بدلا ہوتا یا مہندی لگائی ہوتی''(۲)

اور یہ بات ظاہر ہے کہ مہندی کے رنگ کو نماز کے وقت اڑایا نہیں جاسکتا، پس معلوم ہوا کہ مہندی کے ساتھ نماز جائز ہے۔

ڈاڑھی نہ رکھنے والے کی نماز

سوال:- {512} ایک مسلمان آدمی اللہ کے فضل و کرم سے نماز، روزہ، زکوۃ، سنت، نفل اور مستحب ادا کرتا ہے،

---

(۱) سنن أبي داؤد:۲/۵۷۴، باب في الخضاب للنساء، کتاب الترجل، ط: دیوبند۔

(۲) حوالہ سابق

لیکن داڑھی نہیں رکھتا، کیا اس کے یہ اعمال مقبول ہوں گے؟

(محمد جہانگیر الدین اچار والا، نانڈیڑ)

جواب:- احادیث شریفہ میں داڑھی رکھنے کی بڑی تاکید آئی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو'' (۱) رسول اللہ ﷺ نے خود داڑھی رکھی ہے، آپ ﷺ کی ریش مبارک بڑی بھی تھی اور گھنی بھی، (۲) حضرات صحابہ ؓ نے بھی داڑھیاں رکھی ہیں، تیسری چوتھی صدی ہجری تک اس کا کوئی تصور ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص مسلمان ہو اور داڑھی نہ رکھے، اس لئے داڑھی رکھنا رسول اللہ ﷺ کی اہم ترین سنت ہے، اور داڑھی منڈانا نہ صرف سنت کی خلاف ورزی ہے، بلکہ مسلسل ایک خلاف سنت عمل کا ارتکاب اور اس پر اصرار ہے، اس لئے یہ سخت گناہ ہے، رسول اللہ ﷺ سے محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ کے طریقہ اور آپ ﷺ کی وضع قطع سے محبت ہو، اس لئے نماز، روزہ اور دوسری نیکیوں کے ساتھ اس گناہ سے بھی اپنے آپ کو بچانا چاہئے، البتہ ایسا نہیں ہے کہ نماز اور روزہ وغیرہ کا درست ہونا داڑھی رکھنے پر موقوف ہو، نماز و روزہ وغیرہ مستقل فریضہ ہے اور داڑھی رکھنا مستقل عمل ہے، اگر اللہ چاہیں تو اپنی رحمت سے ان اعمال کو قبول کرلیں۔

نماز کے درمیان وضو ٹوٹ جائے

سوال:- {513} نماز کے درمیان وضو ٹوٹ جائے تو اسی نماز کو پڑھنا ہوگا یا پھر شروع سے دوہرانا ہوگا؟

(محمد اسلم خان، حیدرآباد)

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۸۹۳۔ باب إعفاء اللحي، کتاب اللباس، نیز دیکھئے: صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۵۲، الجامع للترمذی: ۲/ ۲۰۵، حدیث نمبر: ۲۷۶۳۔ محشی۔

(۲) ''وکان کثیر شعر اللحیة'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۳۴۴، باب شیبه ﷺ) محشی۔

جواب:- اگر کسی شخص کو نماز کے درمیان خروج ریح کی نوبت آجائے یا قئی ہو جائے، یا نکسیر پھوٹ پڑے، تو اس کا وضو ٹوٹ گیا، بہتر طریقہ یہ ہے کہ نماز توڑ کر وضو کر کے نئے سرے سے پوری نماز ادا کرے، تاہم یہ بھی جائز ہے کہ اسی حالت میں جا کر وضو کر لے، درمیان میں گفتگو نہ کرے، اور جتنی رکعتیں باقی رہ گئی ہیں، ان کو ادا کر لے، اگر امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا ہو تو وضو کرنے کے درمیان جو رکعت چھوٹ گئی ہو، امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس کو ادا کر لے۔ (۱) چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> "جس کو قئی یا نکسیر پیش آجائے، یا مذی نکلنے کی نوبت آجائے، تو چاہئے کہ جائے، وضو کرے اور اپنی نماز کو پوری کر لے، بشرطیکہ اس درمیان گفتگو نہ کی ہو" (۲)

شرم سے وضوء کے لئے نماز سے نہ نکلے

سوال:- {514} دورانِ نماز وضو ٹوٹ جائے اور آدمی وہاں شرم کی وجہ سے جماعت چھوڑ کر وضو کرنے نہ جائے، بلکہ نماز جاری رکھے تو کیا حکم ہے؟

(حسن بن صالح چاؤش، گرمتال)

جواب:- اگر وضو ٹوٹنے کی نوبت آجائے تو جا کر وضو کر کے دوبارہ نماز میں شامل ہونا چاہئے، اور درمیان میں کسی سے گفتگو نہیں کرنی چاہئے، یہ عوارض فطری ہیں، اس لئے احکام دین کے معاملہ میں حیاء سے کام لینا مناسب نہیں، حیاء تو گناہ کے ارتکاب میں ہونی چاہئے، نہ کہ

---

(۱) الهداية مع الفتح: ۱/۳۸۰-۳۷۷۔
(۲) سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: ۱۲۲۱، باب ماجاء في البناء على الصلاة۔

ایک حکم شرعی کی تعمیل میں، تاہم اگر غلبۂ شرم کی وجہ سے نہ نکل سکے تو کم سے کم اتنا ضرور کرے کہ نماز کی نیت ختم کر دے اور صرف نمازیوں کی حرکات کو نقل کرنے پر اکتفاء کرے، ایسی صورت میں وہ نماز پڑھنے والا نہیں ہوگا، بلکہ نمازی کی مشابہت اختیار کرنے والا ہوگا، کیونکہ ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنا سخت گناہ ہے، بلکہ اس میں کفر کا اندیشہ ہے۔

نماز فجر کے وقت لائٹیں بند کرنا

سوال:- {515} کیا فجر کی نماز میں جماعت کھڑی ہونے سے قبل مسجد کی تمام لائٹیں بند کردینی ضروری ہے؟

(سید کریم موذن، پھولانگ)

جواب:- لائٹ رکھنے اور بجھانے کا فجر کی نماز سے کوئی تعلق نہیں، نہ حدیث میں اس کا کوئی ذکر ہے، نہ فقہاء کے یہاں اس کا تذکرہ ہے، البتہ فجر کی نماز حنفیہ کے یہاں صبح کے اچھی طرح روشن ہوجانے کے بعد ادا کرنے کا حکم ہے، اور یہ بھی مسنون ہے کہ فجر میں طویل قراءت کی جائے، غالباً اسی لئے بہت سے علاقوں میں فجر کی نماز شروع ہونے کے وقت روشنی بجھا دینے کی روایت قائم ہوئی، تاکہ وقت کا صحیح اندازہ رہے، اور لمبی قراءت کی وجہ سے سورج نکلنے کی نوبت نہ آجائے، کیونکہ اگر روشنی نہ ہو تو زیادہ بہتر طریقہ پر وقت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، اب آج کل نہ امام صاحب اتنی طویل قراءت کرتے ہیں اور اگر کریں تو مقتدیوں کو برداشت نہیں، اور امام صاحب کی خیر نہیں، اس لئے روشنی بند کرنے کی چنداں ضرورت نہیں؛ البتہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد اگر سامنے تیز روشنی ہو، تو اس سے آنکھ میں چبھن اور بے چینی بھی ہوتی ہے، ہوسکتا ہے کہ اس پس منظر میں لوگوں نے فجر کے وقت روشنی بجھانے کا سلسلہ شروع کیا ہو، بہر حال اس کی کوئی دینی اصل نہیں ہے، اس لئے روشنی کا بجھانا بھی درست ہے اور رکھنا بھی۔

لاؤڈ اسپیکر پر نماز

سوال:- {516} لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس مسئلہ پر ایک مسجد میں خود اراکین کمیٹی کے مابین عین منبر کے پاس مار پیٹ ہو چکی ہے۔

(احمد علی، الیاس، یاسین، نظام آباد)

جواب:- لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ بعینہ امام کی آواز مقتدیوں تک پہونچتی ہے اور اس طرح خود امام کی آواز پر مقتدی نقل وحرکت کرتے ہیں، اس لئے مائک پر نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں، فی زمانہ اس پر علماء کا اتفاق ہو چکا ہے، لیکن ایک ایسے مسئلہ کے لئے جو نہ واجب ہے اور نہ مستحب، نہ حرام ہے اور نہ مکروہ، مسلمانوں کا آپس میں لڑ پڑنا اور وہ بھی مسجد میں ایک دوسرے سے ہاتھا پائی کرنا، یقیناً گناہ اور حرام ہے، اور ایسے معمولی مسائل پر باہمی آویزش نہایت ہی افسوس ناک امر ہے، اللہ تعالی اس ناسمجھی سے پوری امت کی حفاظت فرمائے۔

نیل پالش لگا کر نماز کی ادائیگی

سوال:- {517} میری لڑکی جماعت اسلامی کے قائم کردہ اسکول کی طالبہ ہے، لڑکیوں کی عام زیبائش کی طرح وہ ناخنوں کو نیل پالش لگا کر سجاوٹ کرتی ہے، اسکول کا ماحول اور وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ نیل پالش لگا کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اور لڑکی کا خیال ہے کہ صرف خشوع وخضوع سے نماز کا قیام ہے، تو نماز کے لیے ایسی زیبائش جائز ہے یا نہیں؟

(بشیر ادیب، ظہیر آباد)

جواب:- ناخن پر ایسی پالش جو پانی کے پہونچنے میں رکاوٹ ہو، کے ساتھ وضوء

درست نہیں ہوتا، کیونکہ وضوء کے درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پانی جسم تک پہونچے، اگر یہ پالش اسی نوعیت کا ہو تو اس کے ساتھ وضوء درست نہیں ہوگا، اور جب وضوء درست نہیں ہوا، تو نماز بھی درست نہیں ہوگی، خشوع وخضوع تو باطنی کیفیت ہے، اس سے نماز کی مقبولیت کا امکان بڑھ جاتا ہے، لیکن شریعت نے کسی بھی عبادت کے لئے جو ظاہری احکام متعین کئے ہیں، ان پر عمل کرنا ضروری ہے، ورنہ ان احکام و ہدایات کی حاجت ہی نہیں تھی بلکہ ان احکام کی اطاعت وتعمیل کے بغیر حقیقی معنوں میں خشوع وخضوع کی کیفیت بھی حاصل نہیں ہوگی۔

نماز میں غیر معتدل آواز

سوال:- {518} امام نماز میں اپنی آواز بلا ضرورت بلند کرتا ہو، ایک تکبیر معتدل آواز میں کہتا ہو اور دوسری تکبیر بلند آواز میں، یا قراءت کے وقت ایک دو آیت معتدل آواز میں اور تیسری بہت بلند آواز میں، کیا اس طرح نماز پڑھنا مناسب ہے؟ (سید عبدالرحیم، مانوت)

جواب:- تکبیر انتقال ہو یا قرآن مجید کی قراءت، امام کو اتنی ہی آواز بلند کرنی چاہئے کہ مقتدیوں کو آواز پہنچ جائے، خواہ مخواہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز مناسب نہیں، علامہ حصکفیؒ نے لکھا ہے کہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز میں قرآن پڑھنا بہتر نہیں:

"یجهر الإمام وجوبا بحسب الجماعة فإن زاد علیه فقد أساء" (۱)

آواز ایسی ہونی چاہئے کہ جو چاہے وہ آیات قرآنی میں تدبر کر سکے اور اس کو استحضار قلبی حاصل ہو (۲) اگر آواز میں بہت زیادہ نشیب وفراز اور اتار چڑھاؤ ہو تو اس ناہمواری کی وجہ سے

(۱) الدر المختار :۱/۷۹۔
(۲) الفتاوی الهندیة:۱/۷۲۔

استحضار قلبی پیدا نہیں ہو پاتا ہے اور انسان تدبر و تفکر کے موقف میں نہیں رہتا، اس لئے امام کو تکبیرات انتقال اور قراءت معتدل اور ہموار آواز میں کہنی اور کرنی چاہئے۔

نماز میں آنکھیں بند رکھنا

سوال:- {519} کچھ لوگ نماز پڑھتے وقت آنکھیں بند کر کے نماز پڑھتے ہیں کیا اس طرح نماز پڑھنا درست ہے؟

(سید حفیظ الرحمن، نظام آباد)

جواب:- نماز پڑھنے کی حالت میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے، کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے: "وكره تغميض عينيه للنهى "(۱) البتہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے،(۲) یعنی کم درجہ کی کراہت۔

دستک یا فون کی آواز پر نماز توڑنے کا حکم

سوال:- {520} مکان میں تنہا ہو کسی نے دروازہ پر دستک دی یا فون کی گھنٹی بجی تو اس حالت میں نماز توڑنا جائز ہے یا نہیں؟

(شہناز سلطانہ، کریم نگر)

جواب:- اگر کوئی شخص مصیبت میں مبتلا ہو اور اسے فوری مدد کی ضرورت ہو، جیسے کوئی ڈوب رہا ہو، یا اس کے گرد و پیش آگ لگ گئی ہو اور وہ آواز دے، تو خواہ فرض نماز ہو یا نفل نماز، توڑ کر اس کی فریاد کا جواب دینا اور اس کی مدد کرنا واجب ہے، اگر والدین میں سے کسی نے آواز دی، اور کسی ضروری کام میں اعانت کا طالب ہوا، تو اس کے لئے بھی نماز کو توڑنا جائز ہے، اگر والدین نے کسی ضرورت کے بغیر آواز دی، ان کو معلوم نہیں کہ آپ نماز میں مشغول ہیں، اور نماز نفل ہو تو نماز توڑ کر جواب دیا جا سکتا ہے، فرض نماز ہو تو نماز توڑ کر جواب دینا درست نہیں، یہ

---

(۱) الدرمختار علی هامش رد:۲/۴۱۳۔
(۲) ردالمحتار :۲/۴۱۳۔

تفصیل علامہ طحطاویؒ اور علامہ شامیؒ وغیرہ نے لکھی ہے(۱) اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص عام حالت میں دستک دے اور نماز میں مصروف ہو، یا نماز کے دوران فون آئے تو نماز نہیں توڑنی چاہئے، البتہ اگر دروازہ اتنا قریب ہو کہ ان تک آواز پہونچ سکے، تو ایسے موقع پر مردوں کو ''سبحان اللہ'' کہنا چاہئے اور عورتوں کو ایک ہاتھ کی انگلیوں سے دوسرے ہاتھ کے اوپری حصہ پر تھپتھپانا چاہئے، جس کو حدیث میں ''تصفیق'' کہا گیا ہے۔(۲)

رکوع وسجدہ کرنے میں پیشاب کے قطرات آجائیں

سوال:- {521} زید کو نماز کی حالت میں پیشاب نکلتا ہے، خاص کر رکوع اور سجدہ میں جاتے ہوئے، اسی طرح سجدہ سے اٹھنے کے وقت، تو کیا زید نماز جاری رکھ سکتا ہے یا اس کا وضو ٹوٹ گیا؟ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وضو کے درمیان پیشاب کے قطرات آتے ہیں، اور اسی حال میں وضو مکمل کرتا ہے، تو کیا اس وضو سے قرآن اور نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

(نور محمد، پنکنور، چتور)

جواب:- ایسا شخص جو اس عذر سے بچتے ہوئے نماز پوری نہیں کرسکتا ہو، اس کے لئے اس حال میں نماز ادا کرلینا درست ہے، البتہ اس سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ معذور قرار پانے کے لئے شرعاً پہلی بار ضروری ہے کہ یہ کیفیت اس پر اس قدر غالب ہو کہ پورے وقت نماز میں اس کیفیت سے بچتے ہوئے وضو کرنا اور نماز پڑھنا ممکن نہ رہے، اگر ایک بار یہ کیفیت ثابت ہوجائے اور آئندہ پورا وقت نماز عذر سے گھرا ہوا نہ ہو، بلکہ ایک وقتِ نماز میں ایک بار بھی یہ عذر

---

(۱) ردالمحتار:۲/۴۲۶-۴۲۵۔

(۲) صحیح البخاري، حدیث نمبر:۱۲۰۳،۱۲۰۴، باب التصفیق للنساء، أبواب العمل في الصلاۃ۔ مرتب۔

پیش آجائے تو سمجھا جائے گا کہ اس کا عذر باقی ہے،(۱) اگر کسی شخص کو رکوع اور سجدہ کرنے کی صورت میں پیشاب آتا ہو اور بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھ لے تو پیشاب کے قطرات نہ آتے ہوں، تو ایسے شخص کو چاہئے کہ قیام کے بعد بیٹھ جائے اور اشارہ سے رکوع وسجدہ کرلے؛ کیوں کہ شریعت نے اشارہ کو رکوع وسجدہ کا بدل بنایا ہے اور طہارت کا کوئی بدل نہیں، اور جو واجب بے بدل ہو اس کی اہمیت زیادہ ہے۔

نشہ آور دوائیں اور ان کے کھانے کے بعد نماز

سوال:- {522} بعض دواؤں میں نشہ آور چیزیں ملائی جاتی ہیں، کیا ایسی نشہ ملی ہوئی دواؤں کا کھانا جائز ہے؟ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے حرام شئ میں شفاء نہیں رکھی ہے، ان دواؤں کے استعمال کے بعد تھوڑی دیر انسان پر عجیب کیفیت طاری رہتی ہے، تو کیا اس حالت میں اسے نماز ادا کرنی چاہئے؟ (حافظ محمد محبوب علی، کرنول)

جواب:- نشہ کا استعمال حرام اور سخت گناہ ہے، لیکن اگر کسی بیماری کی دوا نشہ آور ہو اور اس دوا کا کوئی متبادل نہ ہو یا متبادل ہو لیکن مریض کسی وجہ سے اس کے حاصل کرنے پر قادر نہ ہو، تو ایسی دوا کو استعمال کرنے کی گنجائش ہے،(۲) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بعض لوگوں کو ازراہ علاج اونٹ کا پیشاب پینے کی اجازت دی تھی،(۳) اور قرآن مجید نے حالت اضطرار میں جان

---

(۱) ردالمحتار:۱/۵۰۵۔
(۲) عالمگیری:۵/۳۵۵، درمختار مع الرد:۱/۳۵۵۔
(۳) دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر:۲۳۳، باب أبوال الإبل و الدواب و الغنم و مرابضها، نیز دیکھئے: صحیح المسلم، حدیث نمبر:۱۶۷۱، باب حکم المحاربین و المرتدین۔ محشی۔

بچانے کے لئے حرام چیزوں کو بھی جائز قرار دیا ہے، (۱) رہ گیا حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ اللہ نے حرام میں شفاء نہیں رکھی ہے (۲) تو وہ اس کے خلاف نہیں، کیونکہ جب کوئی انسان بہ طور علاج نشہ آور چیز کے استعمال پر مجبور ہو جائے تو اب وہ شیٔ اس کے حق میں شرعاً حرام باقی نہیں رہی۔ جہاں تک ایسی دواؤں کے استعمال کے بعد نماز ادا کرنے کی بات ہے تو اگر واقعی اس پر نشہ طاری ہو جائے اور قوت تمیز ختم ہو جائے تو اس کیفیت کے ختم ہونے کے بعد ہی اسے نماز ادا کرنی چاہئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی جانے سے منع فرمایا ہے اور اگر یہ کیفیت نہ ہو، بلکہ محض غنودگی سی ہو اور جو کچھ کہے اور سنے، اسے سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو، تو اس حال میں وہ نماز ادا کر سکتا ہے، واللہ اعلم۔

حشیش کھا کر نماز

سوال:- {523} زید نے غسل کے بعد حشیش اور گانجا استعمال کیا، اور اسی غسل سے نماز ادا کر لی، تو کیا اس کی نماز صحیح اور مقبول ہوگی؟ (مقصود احمد منصوری، بیدر)

جواب:- حشیش اور کسی بھی نشہ آور چیز کا استعمال کرنا جائز نہیں، اگر حشیش کے استعمال سے نشہ پیدا ہو گیا، اور عقل معطل ہو گئی تو وضوء ٹوٹ گیا، اور اب تازہ وضوء کے بغیر نماز درست نہیں

---

(۱) چنانچہ حالت اضطراری میں مردار، خون، سور کا گوشت کھانے کی اجازت خود قرآن مجید سے معلوم ہوتی ہے: ﴿ إنما حرم عليكم الميتة و الدم و لحم الخنزير و ما أهل به لغير الله فمن اضطر غير باغ و لا عاد فلا إثم عليه إن الله غفور رحيم ﴾ (البقرة :۱۷۳) محشی۔

(۲) امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو حضرت ابن مسعود ؓ سے تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے: صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۵۶۱۴، باب شراب الحلوى و العسل ، كتاب الأشربة) اس معنی کی ایک دوسری حدیث بھی ہے جس میں حرام چیزوں کا بطور دواء استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے: " و لا تتداووا بحرام " (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۳۸۷۴، باب في الأدوية المكروهة) محشی۔

ہوگی۔ (۱) اگر اتنی قلیل مقدار استعمال کی کہ اس سے نشہ پیدا نہیں ہوا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا، جہاں تک اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز کے مقبول ہونے کی بات ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، البتہ حرام چیزوں کے کھانے کے بعد حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت مقبول نہیں ہوتی ہے، (۲) اس لئے اندیشہ ہے کہ اس کی عبادت مقبول نہیں ہو، لہذا نشہ آور چیزوں کے استعمال سے خوب پرہیز کرنا چاہئے۔

نشہ اترنے کے بعد نماز

سوال:- {524} ایک آدمی نے صبح یا شام شراب پی لی، اور ہوش وحواس سے مکمل طور پر محروم ہوگیا، کیا ایسا آدمی نشہ اتر جانے کے بعد غسل کر کے نماز ادا کر سکتا ہے؟

(ابراہیم رئیس، نظام آباد)

جواب:- جو صورت آپ نے دریافت کی ہے اس میں نماز ادا کرنا درست ہے، لیکن خود شراب پینا سخت گناہ ہے، (۳) اور اگر ایسا شخص اس گناہ سے توبہ نہ کرے تو اندیشہ ہے کہ اس

---

(۱) دیکھئے: رد المحتار: ۱/۲۷۴۔

(۲) چنانچہ ذخیرۂ حدیث میں روایت یہ ملتی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ نے ایک مرتبہ آپ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ آپ میرے مستجاب الدعوات ہونے کے لیے دعاء فرمادیں، تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے سعد! پاک وصاف غذا استعمال کر، تیری دعاء مقبول ہوگی، پھر آپ ﷺ نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا کہ جب بندہ اپنے پیٹ میں کوئی حرام غذا داخل کرتا ہے، تو اس کی وجہ سے چالیس دنوں تک اس کا کوئی نیک عمل بارگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوتا: "إن العبد ليقذف اللقمة الحرام في جوفه ، ما يتقبل عنه عمل أربعون يوما " (المعجم الأوسط للطبراني: ۲/۱۰۴، بحوالۂ مجمع البحرين في زوائد المعجمين : ۸/۲۳۳، حدیث نمبر: ۵۰۲۶، باب في من أطاب مطعمه) محشی۔

(۳) کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ (المائدة: ۹۰) محشی۔

کی نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہ ہو، اس لئے اس بری عادت سے توبہ کرنا چاہئے، اور نماز کا بھی اہتمام کرنا چاہئے کہ نماز انسان کو برائیوں سے روکتی ہے۔ (۱)

چوتھی سمجھ کر دوسری رکعت پر سلام پھیر دے

سوال:- {525} چار رکعت والی نماز میں کسی شخص نے چوتھی رکعت سمجھ کر دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور وہاں سے اٹھ گیا، رخ بھی سمت قبلہ سے بدل گیا، اس کے بعد یاد آیا تو کیا اب اسے دوبارہ نماز پڑھنا ضروری ہوگا؟ یا دو رکعت پورا کرلینا کافی ہوگا؟ (محمد معاذ، ہاشم آباد)

جواب:- اس سلسلہ میں اختلاف ہے، اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ دوبارہ نماز پڑھ لے، تاہم جب تک مسجد سے باہر نہ نکلے، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس بات کی گنجائش ہے کہ باقی دو رکعتوں کو پورا کرلے:

"سلم علی رأس الرکعتین علی ظن أنه صلی أربعا ... فلا تبطل صلاته ... وعندهما کان له أن یبنی علی صلاته مالم یخرج من المسجد وعند محمد لا یبنی" (۲)

نماز میں رونا

سوال:- {526} نماز کی حالت میں رونے کی وجہ سے کیا نماز فاسد ہوجائے گی؟ (محمد احمد، سکندر آباد)

---

(۱) قرآن مجید میں ہے: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (العنکبوت: ۴۵) محشی۔

(۲) فتاوی قاضی خان: ۱/ ۲۶۔

جواب:- رونے کی کئی صورتیں ہیں:

(الف) رونا خدا کی خشیت اور آخرت کے خوف کی وجہ سے ہو، ایسی صورت میں رونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، خواہ وہ کس قدر بھی روئے، چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ نماز میں آپ ﷺ پر بعض اوقات سخت گریہ طاری ہوجاتا تھا" (۱)—— فقہاء نے بھی اس کی صراحت کی ہے کہ اگر جنت اور دوزخ کے ذکر وغیرہ پر رونا آگیا اور رونے میں آواز بلند ہوگئی تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (۲)

(ب) رونا کسی جسمانی تکلیف یا غم کی وجہ سے ہو، لیکن وہ رونے پر مضطرو بے قرار ہو، چاہے بھی تو رک نہیں سکتا، ایسی صورت میں بھی نماز فاسد نہیں ہوگی:

" والبكاء بصوت ... لوجع أو مصيبة ... إلا لمريض لا يملك نفسه عن أنين و تأوّه الخ " (۳)

(ج) رونا جسمانی تکلیف یا کسی مصیبت کی بناء پر ہو اور رونے سے بچنے پر قادر بھی ہو، ایسی صورت میں اگر اس طرح رویا کہ دو حرف پیدا ہوگئے تو نماز فاسد ہوجائے گی، ورنہ فاسد نہیں ہوگی۔ (۴)

نماز کی حالت میں روزہ کی نیت

سوال:- {527} نماز میں روزہ کی نیت کرے تو کیا یہ نیت درست ہوگی؟ (عبدالرشید، سکندرآباد)

جواب:- نماز ایسے افعال سے فاسد ہوتی ہے جو اعضاء و جوارح سے انجام دئے

---

(۱) دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۹۰۴، باب البكاء في الصلاة۔
(۲) الدر المختار مع الرد: ۲/۳۷۸۔
(۳) حوالہ سابق۔
(۴) الهداية مع الفتح: ۱/۳۴۵۔

جاتے ہیں، یعنی: ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ، جو افعال قلب سے متعلق ہوں، جیسے خیالات کا نماز کی طرف سے منحرف ہو جانا اور ذہن کا اِدھر اُدھر بھٹکنے لگنا، ان سے نماز فاسد نہیں ہوتی، گو حتی المقدور دل کو نماز کی طرف یکسو رکھنا چاہئے، اور انتشار خیال سے بچنا چاہئے، —— نیت کا تعلق دل سے ہے نہ کہ زبان سے، اگر زبان سے کچھ نہ کہا جائے اور دل ہی دل میں روزہ رکھنے کا ارادہ کر لیا جائے تو روزہ کی نیت ہوگئی، ایسی نیت سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، البتہ اگر دل کے ارادہ کا اظہار زبان سے کریں اور الفاظ و کلمات سے اپنا مدعیٰ بیان کریں تو یہ زبان کا فعل ہے اور ایسا کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

نمازی کی طرف بیٹھنے والے کا چہرہ

سوال:- {528} بعض صاحبان اپنی سنت نماز ادا کر کے دائیں بائیں یا سامنے سے دوسرے نمازی کی طرف چہرہ کر کے بیٹھتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

(شیخ حسینی، قاضی پورہ کھم)

جواب:- اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنے دائیں یا بائیں نماز پڑھنے والوں کی طرف گھوم کر دیکھے اور یہ اندیشہ نہ ہو کہ نماز پڑھنے والوں کی توجہ ہٹ جائے گی تو اس میں کوئی حرج نہیں، اگر نمازی کی توجہ ہٹ جانے کا اندیشہ ہو تو اس سے اجتناب کرنا چاہئے، کیونکہ کوئی بھی ایسا عمل درست نہیں جو نمازیوں کو اپنی عبادت سے بے توجہ کرتی ہو۔

البتہ یہ صورت کہ عین نمازی کی طرف کوئی شخص اپنا چہرہ کر کے بیٹھ جائے، بہر حال مکروہ ہے، اور اس کی کراہت شدید ہے، کیونکہ نماز میں بے توجہی پیدا ہونے کے علاوہ اس میں بظاہر اس شخص کی عبادت و بندگی کا ایہام ہوتا ہے، جس کے ٹھیک سامنے نماز پڑھنے والا کھڑا ہوا ہے، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"الاستقبال إلى المصلى مكروه سواء كان المصلى في الصف الأول أو في الصف الأخير"(۱)

نفل نماز میں دعاء

سوال:- {529} آپ نے اس سے پہلے لکھا تھا کہ نفل نماز کے سجدہ میں دعاء کی جاسکتی ہے، تو ایسی صورت میں کیا سجدہ ہی پر نماز ختم کردی جائے گی، یا نماز مکمل کی جائے گی؟

(حافظ کلیم، اورنگ آباد)

جواب:- نماز مکمل کرنی ہے، جیسا کہ عام نمازیں پڑھی جاتی ہیں، البتہ نفل نمازوں میں یہ خصوصی رعایت ہے کہ عربی زبان میں سجدہ کی حالت میں دعاء کی جاسکتی ہے۔(۲)

نماز میں غیر ماثور اذکار

سوال:- {530} نماز کی حالت میں قراءت کلام پاک ومقررہ تسبیحات کے علاوہ دیگر الفاظ کہنا، مثلاً: یا اللہ، کھڑے ہوتے ہوئے یا بیٹھتے ہوئے اللہ اکبر کے ساتھ بسم اللہ وغیرہ کہنا، یا چھینک آجائے تو الحمد للہ کہنے سے نماز فاسد ہوجائے گی یا نہیں؟

(محمد سعید احمد، منچریال)

جواب:- فرض نمازوں میں خاص طور پر اور بالعموم تمام ہی نمازوں میں اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے کہ جو کچھ اوراد واذکار نماز میں منقول ہیں، صرف انہیں کو پڑھا کرے، خاص کر جو اذکار وارد ہونے والی کسی خاص حالت سے متعلق ہوں، نماز میں ان کو کہنے سے گریز کرے،

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۱/۱۰۸۔

(۲) نبی ﷺ نے اس کی تلقین بھی فرمائی ہے: (دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۸۷۵، باب في الدعاء في الركوع و السجود ۔ محشی۔

اس لئے یا اللہ، اللہ اکبر، بسم اللہ اور چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے سے نماز فاسد تو نہیں ہوگی، لیکن یہ بہتر طریقہ نہیں، (۱) اگر کسی نے چھینک آنے پر " الحمد لله " کہا اور دوسرے مصلی نے جواب میں " يرحمك الله " کہا تو جواب دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی، (۲) کیونکہ سوال وجواب کی نوعیت کی وجہ سے اب یہ بات کلام الناس (انسان کی باہمی گفتگو) کے قبیل سے ہوگئی اور گفتگو سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

نماز میں جمائیاں

سوال:- {531} مجھے نماز میں کثرت سے جمائی آتی ہے، بالخصوص جب دعا میں مشغول ہوتا ہوں، اس کی وجہ سے دعا میں دل نہیں لگتا، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(سید جعفر، ورنگل)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے جمائی کو بہتر علامت نہیں قرار دیا ہے، اس لئے جہاں تک ممکن ہو جمائی کو روکنا چاہئے، (۳) اگر بے قابو ہو تو جمائی لے لے اور جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ رکھ لے، (۴) چونکہ یہ ایک اضطراری فعل ہے، اس لئے اس سلسلہ میں عند اللہ کوئی جواب

---

(۱) " ولو قال العاطس لا تفسد صلاته ، و ينبغي أن يقول في نفسه و الأحسن هو السكوت ، كذا في الخلاصة " (الفتاوى الهندية :۱/۹۸)۔ محشی۔

(۲) " رجل عطس فقال المصلي: " يرحمك الله " تفسد صلاته " (الفتاوى الهندية :۱/۹۸)

(۳) " عن أبي هريرة ﷺ عن النبي ﷺ : إن الله يحب العطاس و يكره التثاؤب ، فإذا عطس فحمد الله فحق على كل مسلم سمعه أى يشمته و أما التثاؤب فإنما هو من الشيطان فليرده ما استطاع ، فإذا قال : "هاء" ضحك منه الشيطان" (صحيح البخاري، حدیث نمبر:۶۲۲۳)

(۴) صحيح البخاري، حدیث نمبر:۶۲۲۶، باب : إذا تثاؤب فليضع يده على فيه۔ محشی۔

دہی نہیں ہے، دعا میں دل لگانے کی کوشش کیجئے، اپنی عجز و ناچارگی اور خدا کی قدرت بے پایاں کو ذہن میں رکھئے، اس سے دعا میں رغبت اور توجہ پیدا ہوگی۔

جماعت کا بیان

بچے کس طرح شریک جماعت ہوں؟

سوال:- {532} بچے مسجد میں کس طرح نماز پڑھیں، بڑے حضرات بچوں کو آگے نماز پڑھنے نہیں دیتے اور بچے پچھلی صف میں کھڑے ہو کر کافی شور و پکار کرتے ہیں، اور اس سے سب کی نمازیں خراب ہوتی ہیں۔ (محمد واصل، مرادنگر)

جواب:- اصل میں تو بچوں کی صف مردوں سے پیچھے ہونی چاہئے، حضرت ابو مالک اشعری ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر نماز پڑھ کر لوگوں کو بتایا، چنانچہ پہلے مردوں کی صفیں لگائیں، پھر ان کے پیچھے بچوں کی، اس کے بعد نماز پڑھائی۔(۱) لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب بچے نابالغ اور ذی شعور ہو اور نماز کے درمیان شور وشغب نہ کرتے ہوں، اگر بچے چھوٹے ہوں اور شور کرتے ہوں، تو انہیں بڑوں کی صف میں شامل کر لینا چاہئے، چنانچہ علامہ رافعیؒ نے علامہ رحمتیؒ کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۶۷۷، باب مقام الصبیان من الصف۔

"ربما يتعين في زماننا ادخال الصبيان في صفوف الرجال : لأن المعهود منهم اذا اجتمع صبيان فأكثر تبطل صلاة بعضهم ببعض و ربما تعدى ضررهم الى فساد صلاة الرجال"(۱)

"ہمارے زمانہ میں یہ بات متعین ہے کہ بچوں کو بھی مردوں ہی کی صف میں رکھا جائے، اس لیے کہ یہ بات گویا طے شدہ ہے کہ جب چند بچے جمع ہو جائیں تو وہ ایک دوسرے کی نماز کو باطل کر کے ہی چھوڑتے ہیں اور بعض اوقات بڑوں کی نماز خراب کرنے کا باعث بھی بنتے ہیں"

بس جہاں بچوں کے شور اور بڑوں کی نماز خراب ہونے کا اندیشہ ہو، وہاں بہتر یہی ہے کہ بچوں کو بڑے اپنی صف میں شامل کر لیں۔

صف لمبی ہونے کی وجہ سے پہلی کے بجائے دوسری صف میں نماز ادا کرنا

سوال:- {533} مسجد چاہے کتنی وسیع و عریض کیوں نہ ہو، کیا پہلی صف پوری کرنا لازمی ہے، امام سے قربت کے لیے چھوٹی چھوٹی دوسری یا تیسری صف بنا لینا اور اس میں کھڑا ہونا، کیا بہتر نہیں ہوگا؟ (محمد سعادت علی، سنگا ریڈی)

جواب:- جب مسجد میں نماز ادا کی جائے، تو نماز گاہ کے لیے مخصوص جگہ کی دونوں دیواروں کے درمیان کی پوری جگہ ایک صف متصور ہوگی اور بہتر یہی ہے کہ پہلی صف میں کھڑا

(۱) تقریرات رافعي علي الشامي :۲/۷۳۔

ہوجائے ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے صف کی خالی جگہ کو پر کیا، اللہ تعالیٰ اس کے درجہ کو بلند فرمائیں گے'' (۱) اسی لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ پہلی صف میں کھڑا ہونا دوسری صف میں کھڑے ہونے سے اور دوسری صف میں کھڑا ہونا تیسری صف میں کھڑے ہونے سے افضل ہے، یہاں تک کہ اگر پہلی صف میں خلا ہو تو دوسری صف کو پھاڑتے ہوئے پہلی صف میں جگہ لینی چاہیے:

"وإن وجد في الصف الأول فرجة دون الصف الثاني يخرق الصف الثاني "(۲)

اس لیے پہلے اگلی صف کو پر کرنا چاہیے، اگلی صف میں نماز پڑھنے والے گو بظاہر امام سے دور ہوں، لیکن اصل میں وہی امام سے قریب سمجھے جائیں گے۔

عورتوں کی جماعت

سوال:- {534} نماز تو ہر بالغ مرد و عورت پر فرض اولین ہے، عورتیں اپنے گھر میں چند عورتوں کو لے کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرسکتی ہیں یا نہیں؟

(شہناز سلطانہ، مدرسہ دار الحسنات، جگتیال)

جواب:- تنہا عورتوں کی آپس میں جماعت مکروہ تحریمی ہے؛ لہٰذا عورتوں کو الگ الگ ہی نماز پڑھنا چاہیے۔

" و کرہ جماعة النساء ... و هو یدل علی أنها کراهة تحریم "(۳)

---

(۱) جمع الفوائد، بحوالہ طبرانی، حدیث نمبر:۱۷۵۰۔

(۲) الفتاوی الهندیة:۱/۸۹۔

(۳) البحر الرائق:۱/۳۵۱، نیز دیکھئے: الدر المختار مع الرد:۲/۳۰۵۔

منبر ومحراب کی جگہ

سوال:- {535} ہمارے یہاں محراب ومنبر حسب دستور بیچوں بیچ بنایا گیا تھا، لیکن بعد ازاں توسیع میں مسجد ایک طرف بڑھ گئی، اب منبر ومحراب نہیں رہے، کیا اس میں کچھ حرج ہے؟ (محمد سعادت علی، سنگاریڈی)

جواب:- منبر ومحراب کو وسط میں بنانا چاہیے، جس کے دونوں طرف صفیں برابر ہوں، اگر کسی مجبوری سے منبر ومحراب کی جگہ نہیں بدلی جاسکی، تو امام وخطیب کو پہلی صف کے وسط میں کھڑا ہونا چاہیے، نہ کہ اس منبر پر اور محراب میں، ورنہ اس کا یہ عمل خلاف سنت ہوگا:

"وينبغي للإمام أن يقف بإزاء الوسط فإن وقف في يمنة الوسط أو في ميسرته فقد أساء لمخالفة السنة "(۱)

سنت پڑھنے والوں کے سامنے سے گزر کر جماعت میں شریک ہونا

سوال:- {536} بعض حضرات جماعت شروع ہونے سے کچھ پہلے اس طرح سنت کی نیت باندھ لیتے ہیں کہ تکبیر اولی میں شرکت کے لیے ان کے سامنے سے گزرے بغیر چارہ نہیں، اگر نہ گزرا جائے تو صفوں میں خلا رہ جائے اور وہ پر نہ ہوسکیں گی، ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟

(محمد سعادت علی، سنگاریڈی)

جواب:- لوگوں کو چاہیے کہ جب جماعت کا وقت قریب ہو اور اندیشہ ہو کہ سنت یا نفل

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۸۹۔

پوری ہونے سے پہلے جماعت شروع ہوجائے گی، تو سوائے نماز فجر کی سنت کے کوئی سنت شروع نہ کریں، یا کم سے کم ستون یا دیوار کے پیچھے، جماعت کی جگہ سے ہٹ کر سنت پڑھیں، تاکہ نماز پڑھنے والوں کو خلل نہ ہو، لیکن اگر کوئی شخص اس کی رعایت نہیں کرے، تو صف پوری کرنے کے لیے نمازی کے آگے سے گزرا جاسکتا ہے، گزرنے والوں پر اس کا گناہ نہیں ہوگا، بلکہ اس طرح بے محل سنت پڑھنے والے گنہگار رہوں گے:

"کمن صلی خلف فرجة الصف فلا یمنعون من المرور لتعدیه" (۱)

زوجین کی جماعت

سوال:- {537} کیا زوجین گھر پر باجماعت نماز ادا کرسکتے ہیں؟ نیز ایسی صورت میں امامت کون کرے؟

(قاری، ایم، ایس، خاں، اکبر باغ)

جواب:- میاں بیوی مل کر جماعت بنا سکتے ہیں، فقہاء نے بھی اس کی صراحت کی ہے: "المرأة إذا صلت مع زوجها في البیت ألخ" (۲) اس صورت میں شوہر امام ہوگا، اور بیوی اس کی مقتدی، نیز بیوی اس کے پیچھے کھڑی ہوگی، اگر اس کے پاؤں شوہر کے پاؤں کے برابر میں ہوں، تو اقتداء درست نہ ہوگی اور دونوں کی نماز فاسد ہوجائے گی، اور اگر کم سے کم بیوی کا پاؤں شوہر کے پاؤں کے پیچھے ہو، تو نماز درست ہوجائے گی۔

"... و إن کان قدمها بحذاء قدم الزوج لا تجوز صلاتهما بالجماعة و إن کان قدماها خلف قدم الزوج ... جازت صلاتهما" (۳)

---

(۱) رد المحتار :۲/۴۰۰۔
(۲) قاضی خان علی هامش الفتاوی الهندیة:۱/۹۵۔
(۳) رد المحتار:۲/۳۱۵، مع تحقیق عادل/علی۔

دوکان میں کام کرنے والے اور جماعت میں شرکت

سوال:- {538} ایک شخص کے دو تین لڑکے ہیں سب کے سب ایک ہی دوکان میں کام کرتے ہیں، یہ سب ایک ساتھ مسجد میں جماعت کے ساتھ شریک نہیں ہوسکتے، ان کے لیے کیا حکم ہے؟ (اسماعیل خاں، ناندیڑ)

جواب:- اگر قرب وجوار میں ایک سے زیادہ مسجدیں ہوں، اور دونوں میں جماعت کے اوقات الگ الگ ہوں، تو ایسا کیا جاسکتا ہے کہ کچھ لوگ ایک مسجد میں نماز ادا کرلیں، کچھ لوگ دوسری مسجد میں، اگر ایک ہی مسجد ہو تو اصل حکم تو یہی ہے کہ پانچ سات منٹ کے لیے دوکان بند کرلیں، یہ تھوڑا سا وقت ان شاء اللہ تجارت میں برکت ہی کا باعث ہوگا، نہ کہ نقصان کا، آخر دوسری ضروریات کے لیے تو دوکانیں بند کی ہی جاتی ہیں، تاہم آخری درجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ مسجد چلے جائیں اور کچھ لوگ دوکان ہی میں جماعت کرلیں، چوں کہ مسجد میں جماعت کا حکم بطور واجب کفایہ کے ہے، اس لیے ایک حد تک اس کی گنجائش ہے، ترک نماز سے بہر حال بچیں۔

احناف اور اہل حدیث —— ایک دوسرے کی اقتداء

سوال:- {539} کیا اہل حدیث کی نماز حنفی مسلک کے امام کی اتباع میں اور حنفی کی نماز اہل حدیث کے پیچھے درست ہوجاتی ہے؟ (عبدالجبار، جامعہ عثمانیہ)

جواب:- نماز کے جن احکام میں احناف اور غیر مقلدین حضرات کا اختلاف ہے، ان میں عہد صحابہ ﷺ سے اختلاف رائے رہا ہے اور ائمۂ مجتہدین میں بھی ان مسائل کی بابت ایک سے زیادہ آراء رہی ہیں، اس لئے ان مسائل کو وجہ نزاع نہیں بنانا چاہیے، بہت سے مسائل میں رسول اللہ ﷺ کے ایک سے زیادہ عمل منقول ہیں، اسی لیے صحابہ ﷺ نے بھی اپنے اجتہاد اور ذوق

کے مطابق الگ الگ احادیث کو ترجیح دیا ہے، سلف صالحین نے کبھی ان مسائل کو ایک دوسرے کی مخالفت کا باعث نہیں بنایا اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے، اس لیے غیر مقلد حضرات احناف کے پیچھے اور احناف غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

تہجد میں جماعت

سوال:- {540} رمضان کے آخری عشرے میں بعض مساجد میں با جماعت نماز تہجد پڑھنے کا رواج ہو گیا ہے، جس میں قرآن بھی ختم کیا جاتا ہے، دلیل میں حرم کی نماز تہجد کا حوالہ دیا جاتا ہے، تو کیا نماز تہجد با جماعت درست ہے؟ فقہ حنفی کے مطابق جواب عنایت فرمائیں (عبداللہ، گلبرگہ)

جواب:- ائمہ اربعہ میں سے شوافع اور حنابلہ کے نزدیک نماز تہجد کے بشمول تمام نفل نمازوں کا جماعت سے پڑھنا جائز ہے، (۱) مالکیہ کے نزدیک قلیل جماعت ہو یا غیر مشہور جگہ پر ہو تو درست ہے، مشہور جگہ پر ہو یا کثیر جماعت ہو تو مکروہ ہے، (۲) حنفیہ کے یہاں مختلف اقوال ملتے ہیں، امام عبدالرشید بخاری نے لکھا ہے کہ مواظبت اور پابندی ہو تو مکروہ ہے، ورنہ نہیں، (۳) شمس الائمہ حلوانیؒ نے بھی اگر پابندی نہ ہو تو نفل نماز کی جماعت کو جائز قرار دیا ہے، (۴) عام طور پر فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ ''تداعی'' یعنی دعوت دے کر جماعت کرنا مکروہ ہے، پھر تداعی کی تفسیر بعض حضرات نے یہ کی ہے کہ تین سے زیادہ مقتدی ہو جائیں، (۵) لیکن علامہ مطرزی کی

---

(۱) المغنی : ۲/۵۶۷، المجموع :۴/۵۵۔

(۲) خرشی :۱/۱۱-۱۲۔

(۳) دیکھئے: ردالمحتار :۲/۵۰۰۔

(۴) إعلاء السنن :۷/۹۳۔

(۵) الدر المختار علی هامش الرد:۲/۵۰۰۔

وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ تداعی کا تعداد سے تعلق نہیں، بلکہ دعوت سے تعلق ہے، یعنی لوگوں کو تہجد کی جماعت میں شرکت کی دعوت دی جائے، یہ مکروہ ہے: ''التداعی ھو أن یدعوا بعضھم بعضا ''(۱) اس طرح اگر اعلان عام اور دعوت کے بغیر ازخود کچھ لوگ جمع ہو جائیں اور تہجد کی نماز جماعت سے ادا کرلیں، تو اس میں حرج نہیں، یہی اس کوتاہِ علم کی رائے ہے۔ واللہ اعلم۔

پہلی صف افضل ہے یا امام سے قریبی جگہ؟

سوال:- {541} صف اول کا ثواب زیادہ ہے، اگر مسجد بہت وسیع ہو اور امام کی آواز نہ پہنچ سکتی ہو، تو صف اول کو ترجیح دی جائے، یا صف دوم میں امام سے قربت حاصل کی جائے؟ (محمد سعادت علی، سنگاریڈی)

جواب:- حدیث میں صفِ اول کی فضیلت آئی ہے اور صفِ اول میں امام سے متصل پوری لائن شامل ہے، خواہ وہ نسبتاً امام سے دور ہی کیوں نہ ہو، اس لیے صفِ دوم میں وہ فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی، رہ گئی امام کی آواز جہاں پہنچتی ہو وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت، تو اگر دوری کی وجہ سے آواز نہیں پہنچ پاتی تو ایک تو اسے عبادت میں سبقت کا شرف حاصل ہوا، اور دوسرے آواز نہ پہنچنے کی وجہ سے یکسوئی اور دلجمعی حاصل کرنے میں مشقت بھی اٹھائی اور عبادت میں شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے جس قدر مشقت ہوگی، اسی قدر اجر میں اضافہ ہوگا، اس لیے بہر حال صفِ اول کی فضیلت زیادہ ہے۔ (۲)

---

(۱) الدر المختار علی ھامش الرد:۲/۵۰۰۔

(۲) " قال النبي ﷺ : لو یعلمون ما في التھجیر لاستبقوا ، و لو یعلمون ما في العتمة و الصبح لاتوھما و لو حبوًا ، و لو یعلمون ما في الصف المقدم لاستھموا " عن أبي ھریرة ﷺ (صحیح البخاري ،حدیث نمبر:۷۲۰، باب الصف الأول) محشی۔

گھر میں جماعت

سوال:- {542} زید کے پاس حافظ صاجب کے قیام وطعام کا انتظام تھا، سردی کی وجہ سے زید اور اس کے گھر کے افراد نیز حافظ صاحب رمضان میں سحر کھانے کے بعد اذان ہوتے ہی فجر کی جماعت ادا کر کے فوری سو جاتے ہیں، یہ عمل ختم رمضان تک جاری رہا، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

(قادر خان نصیر، مدھول)

جواب:- اگر کوئی شخص بیماری وغیرہ کی وجہ سے گھر میں اہل خانہ کے ساتھ جماعت کرلیا کرے، یا کبھی اتفاقاً اس طرح جماعت کرلی جائے، اور مسجد میں دوسرے لوگ جماعت کرلیں، تو اس کی گنجائش ہے؛ کیونکہ جماعت واجب یا سنت مؤکدہ ہے، اور مسجد میں جماعت کا اہتمام واجب کفایہ ہے، تو اگر اس کے گھر میں نماز پڑھنے کی وجہ سے مسجد کی جماعت معطل نہ ہوجائے تو اسے مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب تو حاصل نہ ہوگا؛ لیکن جماعت کا ثواب حاصل ہوگا۔

"لو صلى في بيته بزوجته أو ولده فقد أتى بفضيلة الجماعة" (۱)

لیکن اس کی عادت بنالینا مکروہ ہے؛ بلکہ علامہ حلوانیؒ نے اسے بدعت قرار دیا ہے:

"ويكون بدعة و مكروها بلا عذر" (۲)

اس لئے ان حضرات کا مسلسل ایک ماہ اس کو معمول بنالینا مناسب نہیں تھا، آئندہ اس سے احتیاط کرنی چاہئے۔

---

(۱) مجمع الأنهر :۱/۱۰۶۔

(۲) فتح القدير :۱/۳۰۰۔

دوسری جماعت کا حکم

سوال:- {543} بعض احباب جماعت اولی کے چھوٹ جانے پر اسی مسجد میں جماعت ثانیہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور دوسرے احباب کو بھی دعوت دیتے ہیں، اس کے شرعی جواز سے آگاہ فرمائیں؟ (سید صابر علی چشتی، نانديڑ)

جواب:- اصولی طور پر ایک ہی مسجد میں دوبارہ جماعت کرنا مکروہ ہے؛ کیوں کہ اگر بار بار جماعت کی جائے تو جماعت کا اہتمام ہی فوت ہو جائے گا، مقصود یہ ہے کہ جماعت میں لوگوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو اور تکرار جماعت سے جماعت مختصر ہونے کا اندیشہ ہے، چنانچہ حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ اگر صحابہؓ کی جماعت چھوٹ جاتی تو مسجد میں تنہا تنہا نماز ادا کر لیتے۔(۱) جماعت ثانیہ کے سلسلہ میں فقہاء نے تفصیل اس طرح لکھی ہے:

(الف) ایسی مسجد جس میں کوئی امام یا مؤذن مقرر نہ ہو، جیسا کہ ویران، غیر آباد مقامات میں ہوا کرتا ہے، تو وہاں اذان و اقامت کے ساتھ بھی مکرر جماعت کی جا سکتی ہے، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

"مالیس له إمام و مؤذن راتب فلا یکره التکرار فیه بأذان و إقامة "(۲)

اگر مقررہ امام و مؤذن ہو، تو اذان و اقامت کے ساتھ دوسری نماز مکروہ ہے۔

(ب) اگر دوسری جماعت میں تین سے زیادہ افراد نہ ہوں تب بھی مکروہ نہیں، یہ امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے:

---

(۱) ردالمحتار :۲/۶۴۔

(۲) حوالہ سابق

"لو كانت الجماعة الثانية اكثر من ثلاثة يكره التكرار و إلا فلا" (۱)

(ج) امام ابوحنیفہؒ کے سب سے ممتاز شاگرد قاضی ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ

"اگر دوسری جماعت کی ہیئت پہلی جماعت سے مختلف ہو تو اس صورت میں بھی بغیر اذان واقامت کے دوسری جماعت کی جاسکتی ہے، ہیئت کے مختلف ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ پہلی جماعت مسجد کے جس حصہ میں ہوئی ہے اس حصہ سے ہٹ کر دوسری جماعت کی جائے اسی پر فقہاء نے فتوی دیا ہے"۔ (۲)

بہر حال اہل محلہ کو بار بار جماعت سے بچنا چاہئے، ورنہ جماعت کی اہمیت لوگوں کے دل سے رخصت ہو جائے گی اور لوگ سستی اور کسل مندی میں مبتلا ہو جائیں گے، اتفاقاً دوسری جماعت کرنے میں مضائقہ نہیں، اسی طرح مسافروں کے لئے بھی جماعت ثانیہ کی گنجائش ہے۔

صفیں کس طرح سیدھی کی جائیں؟

سوال:- {544} نماز میں جو صفیں برابر کی جاتی ہیں، وہ کس لحاظ سے برابر کی جائے گی؟ یعنی پنجوں کے لحاظ سے یا ایڑیوں کے لحاظ سے؟ (نصیر عالم سہیلی، جالے)

جواب:- چونکہ پاؤں انسان کے قد وقامت کے لحاظ سے بڑے چھوٹے ہوسکتے ہیں، اس لئے اگر پنجوں یا ایڑیوں کے لحاظ سے صف درست کی جائے، تو لوگ آگے پیچھے ہو جائیں گے، اس لئے صفیں پنڈلیوں اور ٹخنوں کے لحاظ سے سیدھی کرنی چاہئے۔

---

(۱) کبیری: ص: ۵۷۰۔
(۲) حوالہ سابق: ص: ۵۷۱، ردالمحتار: ۲/۶۴۔

"وإن تفاوتت الأقدام صغرا و كبرا فالعبرة بالساق والكعب "(۱)

بچوں کی صف

سوال:- {545} کیا نابالغ بچوں کو صف سے ہٹا دینا چاہئے، کیا اس سے بڑوں کی نماز نہیں ہوتی ہے؟

(سید زاہد فردین، یاقوت پورہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے صفوں کی ترتیب اس طرح مقرر فرمائی ہے کہ بڑے آگے رہیں، اور بچوں کی صف پیچھے ہو، (۲) فقہاء نے بھی اس طریقے کو مسنون لکھا ہے، (۳) لیکن اگر اژدحام زیادہ ہو اور بچوں کی صف پیچھے لگانے میں ان کے گم ہوجانے کا یا بھٹک جانے کا اندیشہ ہو، یا اتنے بے شعور بچے ہوں کہ اگر ان کی الگ صف بنائی جائے، تو وہ شور کریں گے اور دوسروں کی نماز میں خلل ہوگا، تو ایسی صورت میں فقہاء نے اجازت دی ہے کہ بچوں کو صف میں ساتھ رکھ لیا جائے۔ (۴)

بڑوں کی صف میں بچے

سوال:- {546} ہماری مسجد میں امام صاحب اس بات پر بہت اصرار کرتے ہیں کہ بچہ کو پیچھے کھڑا کیا جائے، صف میں نہیں رکھا جائے، اگر بچے کو پیچھے رکھ دیا جائے تو وہ

---

(۱) البحر الرائق:۱/۶۱۷۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۶۷۷، باب مقام الصبیان من الصف۔

(۳) کبیری: ص:۴۸۵۔

(۴) دیکھئے: تقریرات رافعي علی حاشیة ابن عابدین الشامي:۲/۷۳۔ محشی۔

شرارت کرنے لگتے ہیں، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(محمد محسن، ورنگل)

جواب:- جو بچے بہت کم سن اور بے شعور ہوں اور ان کے پیشاب وغیرہ کر دینے کا اندیشہ ہو، تو انہیں مسجد میں لانا ہی نہیں چاہئے، ایسے ہی بچوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''ان سے مسجدوں کو بچایا جائے، (۱) اگر باشعور بچے ہوں تو انہیں مسجد میں لانا چاہئے، (۲) لیکن اگر اژدحام کی وجہ سے بچوں کے گم ہونے کا، یا نماز کے درمیان شرارت کرنے اور بڑوں کی نماز میں خلل پیدا کرنے کا اندیشہ ہو، تو اس بات کی گنجائش ہے کہ بڑوں کی صف میں ہی ان کو کھڑا کیا جائے:

" قال قاضي الرحمتي وبما يتعين في زماننا إدخال الصبيان في صفوف الرجال ، الخ"(۳)

پہلی صف میں خلا رہ جائے

سوال:- {547} پہلی صف میں دو یا تین آدمیوں کی جگہ رکھ کر پیچھے اگر صف بنائی جائے تو پیچھے جو مقتدی صف میں کھڑے ہوں گے، کیا ان کی نماز درست ہو جائے گی؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے اگلی صف کو مکمل کرلیا جائے، پھر اس کے پیچھے

---

(۱) " جنبوا مساجدكم صبيانكم " (رواه الطبراني في الكبير:۲/۱۷۳، بحوالہ جمع الفوائد:۱/۲۰۱، حدیث نمبر:۱۲۵۹، باب المساجد۔ محشی۔

(۲) چنانچہ حدیث میں ایسے بچوں کی صف کہاں ہو، اس کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ (دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۶۷۷، باب مقام الصبيان من الصف) محشی۔

(۳) تقريرات رافعي على رد المحتار:۲/۳۲۲۔

دوسری صف لگائی جائے، بلکہ اگر پہلی صف میں جگہ خالی ہو اور دوسری صف قائم کرلی گئی ہو تو پچھلی صف کو چیرتے ہوئے اگلی صف میں خالی جگہ کو پُر کرلینا چاہئے، فتاوی عالمگیری میں ہے:

"وإن وجد في الصف الأول فرجة دون الصف الثاني يخرق الصف الثاني " (۱)

البتہ اس کی رعایت نہ کی جائے تب بھی نماز اور اقتداء درست ہو جائے گی، کیونکہ کوئی ایسی بات اس صورت میں نہیں پائی جاتی جو اقتداء کے درست ہونے میں رکاوٹ ہو۔

پہلی صف اور امام کے پیچھے

سوال:- {548} نماز کی جماعت میں امام کے پیچھے کھڑا ہونا افضل ہے، یا اگلی صف میں اگلے مقام پر؟

(محمد، عبدالمنعم، نرمل)

جواب:- آپ کا سوال واضح نہیں ہے، امام سے متصل جو پہلی صف ہو، حدیث شریف میں اس کی فضیلت آئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مردوں کی سب سے بہتر صف پہلی صف ہے:" خیر صفوف الرجال أولها "(۲) خاص طور پر امام کے پیچھے کھڑے ہونے والوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی: "سمجھدار اور اہل علم یہاں کھڑے ہوں" "لیلینی منکم أولوا الأحلام والنهی "(۳) اس کی وجہ یہ ہے کہ امام کو نماز میں کوئی ایسی بات بھی پیش آسکتی ہے کہ وہ اپنی امامت کو جاری نہ رکھ سکے، ایسی صورت میں اس کو اپنا نائب

---

(۱) الفتاوی الهندية:۱/۸۹۔

(۲) الجامع للترمذی، عن أبي هريرة ﷺ، حدیث نمبر:۲۲۴، باب ما جاء في فضل الصف الأول۔

(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۲۲۸، باب ما جاء ليلينی منكم أولوا الأحلام والنهی۔

بنانا پڑے گا، اگر امام کے قریب پڑھنے والے سمجھدار لوگ ہوں تو نائب بنانے میں سہولت ہوگی، غرض پہلی صف میں کھڑا ہونا مستحب ہے، اور امام کے پیچھے ایسے لوگوں کو کھڑا ہونا چاہئے جو بوقت ضرورت امامت بھی کرسکتے ہوں۔

دوسری منزل کی پہلی صف کا حکم

سوال:- {549} کسی مسجد کی پہلی صف میں نماز پڑھنا دوسری صفوں کے مقابلہ میں زیادہ باعث ثواب ہے، لیکن کسی مسجد کی اوپری منزل کی پہلی صف کا بھی کیا اتنا ہی ثواب ہے؟ بعض مساجد میں دوسری منزل کی پہلی صف امام کے پیچھے دو صف کے بعد شروع ہوتی ہے، کیا اس صف میں بھی زیادہ ثواب ہے؟ (محمد وقار الدین، مشیر آباد)

جواب:- مسجد کی پہلی صف سے وہ صف مراد ہے جو امام سے متصل ہو، کیونکہ عام طور پر اس صف میں اس کو جگہ ملتی ہے جو مسجد آنے میں سبقت کرے، لہذا پہلی صف سے مراد امام والی منزل میں امام سے متصل صف ہے، اوپر کی منزل کی پہلی صف نچلی منزل کی آخری صف کے بعد والی صف متصور ہوگی، مثلاً: امام جس منزل میں نماز پڑھا رہا ہے، اس میں پانچ صفیں ہوں تو اوپر کی پہلی صف چھٹی صف تصور کی جائے گی، کیونکہ اس صف کا بُعد امام سے زیادہ ہے۔ واللہ اعلم۔

ٹیچر کے لیے خالی گھنٹوں میں نماز کی جماعت

سوال:- {550} ہمارے محلہ میں مسجد اسکول سے متصل ہے، اگر جماعت کھڑی رہنے کے وقت گھنٹہ خالی ہو تو کیا صدر مدرس کی اجازت کے بغیر جماعت سے نماز پڑھی جاسکتی ہے، جب کہ صدر مدرس اجازت نہ دیتا ہو؟ (محمد ساجد، کنوٹ)

جواب:- اگر اسکول میں ایک سے زیادہ مسلمان ملازم موجود ہوں تو آپ ان کو ساتھ لے کر اسکول میں جماعت بنالیں، تاکہ جماعت بھی ہو جائے اور ذمہ دار کو اعتراض بھی نہ ہو، اور اگر کوئی مسلمان ملازم نہ ہو تو مسجد جاسکتے ہیں، کیونکہ مخلوق کی فرمانبرداری میں خالق کی نافرمانی نہیں کی جاسکتی، البتہ ایسے معاملات میں ذمہ داروں کو سمجھانے کی کوشش کرنی چاہئے، تاکہ ان کی غلط فہمی دور ہو اور وہ تعاون کا رویہ اختیار کریں، اور تجربہ ہے کہ تھوڑی سی محنت سے یہ مزاج پیدا کیا جاسکتا ہے، ہاں اگر عدول حکمی میں ملازمت کے نقصان کا اندیشہ ہے تو تنہا بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے، کیونکہ یہ ترک جماعت کے لئے ایک معتبر عذر ہے۔

جماعت کے ساتھ شب قدر میں نفل

سوال:- {551} شب قدر میں مغرب کے بعد چھ رکعت نفل نماز کیا جماعت کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے؟

(محمد فہیم الدین عظمی، نظام آباد)

جواب:- جماعت اصل میں فرض نمازوں کے لئے ہے، نہ کہ نوافل کے لئے، اس لئے سوائے نمازِ تراویح کے نفل میں جماعت مسنون نہیں:

"إن الجماعة في التطوع ليس بسنة إلا في قيام رمضان" (۱)

نیز لوگ ایک مخصوص نماز شب برأت شب قدر وغیرہ میں جماعت سے پڑھا کرتے تھے، فقہاء نے اس کی جماعت میں شرکت کو منع کیا ہے، "یکره الإقتداء في صلاة رغائب وبراءة وقدر" (۲) اس لئے شب قدر وغیرہ میں جو بھی نفل پڑھیں تنہا تنہا پڑھا کریں۔

---

(۱) رد المحتار: ۲/۵۰۰۔

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲/۵۰۱۔

جماعت میں طویل نماز

سوال:- {552} عشاء کی نماز امام صاحب نے چودہ منٹ میں پڑھائی، ایک شخص نے کہا کہ یہ نماز تو انفرادی ہوئی ہے، کیا یہ صحیح ہے کہ نماز انفرادی ہوئی؟

(محمد مجاہد، عبدالستار، حبیب اللہ، مشیر آباد)

جواب:- جماعت کی نماز کو آداب وسنن کی رعایت کرتے ہوئے ہلکی پڑھانا چاہئے، تاکہ شرکاءِ نماز کے لئے گرانی کا باعث نہ ہو، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی نماز پڑھائے، کیونکہ ان میں ضعیف وناتواں اور بوڑھے لوگ بھی ہیں'' (۱)

اس لئے فقہائے نے امام کو طویل نماز پڑھانے سے منع کیا ہے: '' **ولا يطول الامام بهم الصلاة** '' (۲) اس لئے امام صاحب کو اتنی طویل نماز پڑھانے سے گریز کرنا چاہئے، البتہ جب لوگوں نے ان کی اقتداء میں نماز ادا کی تو یہ نماز باجماعت ہوئی نہ کہ انفرادی۔

خواتین کے مساجد میں نماز پڑھنے کا مسئلہ

سوال:- {553} علماء کرام عورتوں کو مساجد میں آنے سے منع کرتے ہیں، حالانکہ عہد نبوت میں عورتیں مسجدوں میں آیا کرتی تھیں، اب بھی سعودی عرب میں مساجد میں خواتین کے لئے علاحدہ حصہ بنا ہوا ہوتا ہے، جہاں عورتوں کو نماز ادا

---

(۱) دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۷۹۵، باب تخفيف الصلاة۔ محشی۔
(۲) فتح القدير : ۱/۳۰۵۔

کرنے کی اجازت ہوتی ہے، پس کیا برصغیر میں اس سے منع
کرنا ان کے ساتھ ناانصافی نہیں ہے؟ (عبدالعزیز، میسور)

جواب:- علماء کرام کتاب وسنت کے منشا ومقصد کی توضیح کرتے ہیں، نہ وہ اپنے طور پر حلال یا حرام کرنے کے مجاز ہیں، اور نہ ہی وہ ایسا کرتے ہیں، اسلئے علماء کرام پر الزام نہ لگانا چاہئے، عورتوں کا گھروں میں نماز پڑھنا خود قرآن وحدیث سے ثابت ہے، قرآن خواتین سے کہتا ہے کہ اپنے گھروں میں رہیں: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ (۱) حدیث شریف میں آیا ہے کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، (۲) حضور ﷺ کے زمانہ میں خواتین مسجد جایا کرتی تھیں، یہ صحیح ہے، لیکن آپ ﷺ نے اسے کم بہتر عمل قرار دیا، پھر اس کا مقصد خواتین کو تعلیم سے بہرہ ور کرنا، آپ ﷺ پر نازل ہونے والی آیات اور احکام سے مطلع کرنا، نیز نماز کی عملی تعلیم فراہم کرنا تھا، کیونکہ یہ اسلام کا ابتدائی دور تھا، پریس اور کتابوں کا زمانہ نہیں تھا، نہ آج کی طرح مدارس اور درسگاہیں تھیں، لوگ بھی پاکباز اور پاکیزہ نگاہ تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو بڑی زیرک اور فہم رسا کی مالک تھیں) نے اپنے زمانہ کے حالات کو دیکھ کر فرمایا کہ

"اگر حضور ﷺ نے آج کی خواتین کو دیکھا ہوتا تو ان کو مسجد
میں جانے سے منع کر دیتے، (۳)

اسی لئے فقہاء نے منشأ شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے عورتوں کے مسجد میں جانے کو غیر بہتر قرار دیا ہے۔ (۴)

---

(۱) الاحزاب: ۳۳۔
(۲) مجمع الزوائد، عن ابن مسعود ﷺ، حدیث نمبر: ۲۱۰۹، باب خروج النساء الی المساجد الخ۔
(۳) صحیح مسلم، عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حدیث نمبر: ۹۹۹، باب خروج النساء الی المساجد۔
(۴) دیکھئے: الفقه الإسلامي و أدلته: ۲/۱۵۵-۱۵۳۔ محشی۔

جہاں تک سعودی عرب کی بات ہے تو اول تو سعودی عرب میں کسی بات کا مروج ہونا اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں، معیار کتاب وسنت اور کتاب وسنت کا علم رکھنے والے علماء کی رائے ہے، نہ ہی کسی خاص خطہ اور علاقہ کا عمل، دوسرے سعودی عرب کے قوانین بہت سخت ہیں، وہاں زنا پر سزائے موت دی جاتی ہے، پردہ کی پابندی کرائی جاتی ہے، اور بے پردہ گھر سے نکلنے والی خواتین کی سرزنش کی جاتی ہے، پھر حرمین شریفین کی قربت کی وجہ سے مجموعی ماحول پر صلاح کا غلبہ ہے، اس لئے وہاں فتنہ کے مواقع اور اندیشے کم ہیں، مساجد کو بازاروں پر قیاس کرنا بھی درست نہیں، بازار میں آئے دن ناخوشگوار واقعات پیش آتے رہتے ہیں، پولیس کی ڈیوٹی متعین کرنی پڑتی ہے اور سڑک چھاپ فرہادوں کی گرفتاری بھی عمل میں آتی رہتی ہے، جب بازار میں کوئی برائی ہوتی ہے تو برائی بازار کی طرف منسوب ہے اور اس سے وہ طبقہ بدنام ہوتا ہے جس کی لغت میں نیک نامی کا لفظ ہی پایا نہیں جاتا، مسجدوں میں اگر ایسے واقعات پیش آئیں تو مسجدوں کی اور نمازیوں کی بدنامی ہوگی، اور یہ رسوائی دین اور دین کے ایک اہم عمل کی طرف منسوب کی جائے گی، ظاہر ہے یہ بہت نامناسب بات ہوگی، آج مندروں میں اور بعض دوسرے ایسے مذہبی مقامات پر جہاں مخلوط مجمع ہوتا ہے، ایسے ناخوشگوار بات کا پیش آنا نادر اور عجیب نہیں۔

پھر خواتین اور بہنوں کا اس پر معترض ہونا حیرت انگیز ہے، عورتوں کو اس حکم میں سہولت اور آسانی دی گئی ہے، اور مشقت سے بچایا گیا ہے، اس لئے ان حضرات کو خوش ہونا چاہئے، نہ کہ معترض، ہاں اگر مرد یہ اعتراض کرتے ہیں کہ علماء نے ہمیں مزید ایک مشقت میں مبتلا کر دیا ہے اور مسجد میں جانے کو ضروری قرار دے کر مشکل پیدا کر دی ہے تو یہ ایک حد تک سمجھ میں آسکتا تھا، لیکن عورتوں کا اس حکم پر اعتراض اور اس نسبت سے علماء و مشائخ سے بدگمانی بالکل ناقابلِ فہم ہے۔

نفل نماز کی جماعت

سوال:- {554} کیا تہجد کی نماز اور صلاۃ التسبیح با جماعت ادا کرنی چاہئے یا تنہا ہی ادا کرنا ضروری ہے؟
(شیخ قبولہ، صابر نگر)

جواب:- نفل نمازوں میں صرف صلاۃ التراویح میں آپ ﷺ کا جماعت کا اہتمام کرنا ثابت ہے،(۱) باقی نفل نمازوں میں جماعت کا اہتمام نہیں فرماتے تھے، یوں حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عتبان بن مالک ﷺ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں نفل نماز میں اتفاقاً ایک دو آدمی کا شریک ہو جانا ثابت ہے، لیکن یہ آپ ﷺ کا عمومی معمول نہیں تھا، اس لئے فقہاء نے تداعی یعنی لوگوں کو دعوت دے کر اہتمام کے ساتھ نفل نماز کی جماعت کرنے کو منع کیا ہے، اور اگر پابندی کے ساتھ نفل نماز کی جماعت کی جائے تب تو شدید کراہت ہے۔ "نعم ان کان مع المواظبة کان بدعة فیکره" (۲) اس لئے نمازِ تہجد اور نمازِ تسبیح وغیرہ کو انفرادی طورر پر ادا کرنا ہی مناسب ہے۔

مسجد میں تاخیر سے جماعت

سوال:- {555} ہمارے محلہ کی مسجد میں اکثر اعلان ہوتا ہے کہ لوگ وضوء کر رہے ہیں، جماعت پانچ منٹ دیر سے ہوگی، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ (عبدالسلام، وجے نگر کالونی)

جواب:- اگر پانی وغیرہ کی قلت کی وجہ سے کبھی کبھی لوگوں کو وضوء کرنے میں دیر ہو جائے اور ان لوگوں کا انتظار کر لیا جائے تو یہ درست ہے، انتظار کرنے والوں کو انشاء اللہ اپنے

(۱) دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۳۷۳، باب في قیام شهر رمضان۔ محشی۔
(۲) رد المحتار: ۲/۵۰۰۔

بھائیوں کے لیے انتظار کا ثواب ملے گا، لیکن بلا عذر بار بار اس طرح جماعت کا مؤخر کرنا مناسب نہیں، کیوں کہ مسجد پر نماز کے جو اوقات لکھے جاتے ہیں، ان کی حیثیت منتظمین کی طرف سے ''وعدہ'' کی ہے اور کچھ لوگوں کی کوتاہی اور تاخیر کی وجہ سے وقت پر آنے والوں کے ساتھ وعدہ خلافی ظاہر ہے کہ نامناسب بات ہے، (۱) کیوں کہ لوگ اسی وعدہ کے لحاظ سے نماز کے لیے آتے ہیں، اور اگلے پروگرام طے رکھتے ہیں بعض پروگرام بہت ضروری ہوتے ہیں، اس لیے کسی مناسب عذر کے بغیر وقتِ مقررہ سے تاخیر کرنا مناسب نہیں۔ (۲)

جماعت میں مقررہ اوقات سے تاخیر

سوال:- (556) جماعت کے مقررہ اوقات کا کیا حکم ہے؟ جب کہ مقتدیوں میں معذور اور عمر رسیدہ لوگ بھی شریک رہتے ہیں، جن کے لئے جماعت میں تاخیر دشواری کا باعث ہوتی ہے۔ (سید اشرف الدین، کنداکرتی)

جواب:- نماز کے لئے جو اوقات منتظمین کی طرف سے مقرر کیے جاتے ہیں، اور انہیں بورڈ وغیرہ پر لکھ دیا جاتا ہے، اس کی حیثیت ''وعدہ'' کی ہے، اور وعدہ کا حتی المقدور پورا کرنا واجب ہے، اس لئے مقررہ وقت کے مطابق جماعت شروع کرنی چاہئے، اس میں معذور، بوڑھے اور مشغول لوگوں کی رعایت بھی ہے اور اس کی رعایت نہ کرنا ایسے لوگوں کے لیے تکلیف دہ ہے اور مسلمان کو تکلیف پہنچانے سے بحدِ امکان بچنا واجب ہے، البتہ اتفاقاً یا کسی مجبوری کے

---

(۱) " آية المنافق ثلاث إذا حدث كذب ، و إذا وعد أخلف ، و إذا أؤتمن خان" عن أبي هريرة ﷺ ، (صحيح البخاري ، حدیث نمبر:۳۳، باب علامات المنافق) محشی۔

(۲) " في أذان البزازية : لو انتظر لإقامة ليدرك الناس الجماعة يجوز و لواحد بعد الاجتماع لا إلا إذا كان داعرًا شريرًا" (رد المحتار:۱/۲۶۲م) محشی۔

تحت کسی قدر تاخیر ہو جائے تو حرج نہیں، مصلیوں کو اسے برداشت کرنا چاہئے، رسول اللہ ﷺ کا بعض دفعہ معمول کے وقت سے مؤخر کر کے نماز ادا کرنا ثابت ہے (۱) اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''امام اقامت کا زیادہ حقدار ہے'' (۲) یعنی جب امام آئے اقامت کہی جائے، اگر امام کو کسی قدر تاخیر ہو جائے تو اس کا انتظار کیا جائے، اور اس کے آنے کے بعد اقامت کہی جائے۔

(۱) " أن النبي ﷺ كان يخرج بعد النداء إلى المسجد فإذا رأى أهل المسجد قليلا جلس حتى يرى منهم جماعة ثم يصلي ، و كان إذا خرج فرأ جماعة أقام الصلاة " (بيهقي ، حدیث نمبر:۲۲۸۳، باب الإمام يخرج فإن رأى جماعة أقام الصلاة و إلا جلس حتى يرى منهم جماعة إذا كان في الوقت سعة) محشی۔

(۲) " كان مؤذن رسول الله ﷺ يمهل فلا يقيم حتى إذا رأى رسول الله ﷺ قد خرج أقام الصلاة حين يراه " عن جابر بن سمرة ﷺ ، (الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۲۰۲، باب ما جاء أن الإمام أحق بالإقامة) محشی۔

مسبوق کا بیان

مقتدی، مسبوق اور ثناء

سوال:- {557} اگر درمیان جماعت کوئی مقتدی آکر شریک ہو، تو تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنا چاہئے یا نیت باندھ کر خاموش رہے، اگر دوسری رکعت میں شریک ہوا ہو، تو اسے کب ثناء پڑھنا چاہئے؟ (احمد سعید احمد، منجر یال)

جواب:- (الف) اگر پہلی رکعت میں نماز شروع ہونے کے بعد کوئی شخص جماعت میں شریک ہوا اور وہ وقت امام کی قراءت کا ہو تو ''ثناء'' نہیں پڑھے اور تحریمہ کے بعد خاموش رہے، یہی حکم اس وقت بھی ہے جب رکوع کی حالت میں امام کو پائے، اگر ثناء پڑھنے میں رکوع چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو:

"ولو أدرك المقتدى الإمام في الركوع ... يترك الثناء" (۱)

(۱) الفتاوى الهندية:۱/۸۸۔

(ب) جو شخص امام کو سجدہ یا قعدہ کی حالت میں پائے اسے تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء بھی پڑھ لینا چاہئے:

" وإن أدرك الإمام في السجود ... يأتي بالثناء ... وكذا لو أدرك في القعده " (۱)

(ج) جو شخص مسبوق ہو اور اپنی نماز کی ابتدا میں ثنا نہ کہہ پایا ہو، اسے چھوٹی ہوئی رکعتوں کے ادا کرتے وقت شروع میں ثناء پڑھ لینا چاہئے۔

"ولو أن المسبوق لم يأت بالثناء في أول الصلاة فقام إلى قضاء ما سبق ... إنه يأتي بالثناء " (۲)

مسبوق سے سہو ہو جائے

سوال:- {558} اگر فرض نماز کی ایک یا دو رکعت چھوٹ جائے اور چھوٹی ہوئی رکعتیں مکمل کرتے وقت اس میں کچھ غلطی ہو جائے تو کیا سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

(محمد عبدالعظیم صدیقی، ظہیرآباد)

جواب:- جس شخص کی امام کے ساتھ ابتدائی نماز چھوٹ گئی ہو، اسے مسبوق کہتے ہیں، امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق جن چھوٹی ہوئی رکعتوں کو ادا کرتا ہے، ان میں اس کی حیثیت تنہا نماز ادا کرنے والے کی ہوتی ہے، لہٰذا اگر اس درمیان کوئی بھول ہو جائے، تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، شرنبلالی فرماتے ہیں:

---

(۱) الفتاوی الهندية:۱/۸۸۔

(۲) حوالہ سابق۔

" والمقيم إذا سها في صلاته الأصح لزوم سجود السهو ، لأنه صار منفردا حكما " (۱)

مسبوق اور امام کا قعدۂ اخیرہ

سوال:- {559} فرض کیجئے کہ ہم جماعت کی آخری رکعت میں شریک ہوئے جو ہماری پہلی رکعت ہے تو جب ہم قعدہ میں ہوں گے اس وقت ہم صرف تحیات ہی پڑھیں گے یا درود ابراہیمی اور دعاء ماثورہ بھی پڑھنی چاہئے؟

(نادر المسدوسی، مغلپورہ)

جواب:- ایسے شخص کو جو نماز کی ابتدائی رکعتیں امام کے ساتھ نہ پاسکا، "مسبوق" کہتے ہیں، مسبوق کا حکم یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں امام کے سلام پھیرنے تک امام کی اقتدا کرتا رہے، اور بیٹھا رہے، البتہ وہ صرف تشہد پڑھنے پر اکتفا کرے گا اور تشہد اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھے گا کہ امام کے سلام پھیرنے تک تشہد سے فراغت ہو:

" والصحيح أن المسبوق يترسل في التشهد حتى يفرغ عند سلام الإمام" (۲)

نیز یہ مسبوق کے لیے درمیان نماز ہے اور درمیان نماز میں تشہد کے بعد درود پڑھنا درست نہیں۔

مسبوق کو امامت میں نائب بنادیا جائے

سوال:- {560} اگر امام کو حدث لاحق ہوجائے اور

(۱) مراقي الفلاح، ص:۲۵۳۔
(۲) الفتاوی الهندية:۱/۹۱۔

امام مسبوق کو آگے بڑھا رہا ہے، تو مسبوق کو کیا کرنا چاہئے؟

(محمد رئیس الدین، مدھول)

جواب:- مسبوق شخص کو امامت کے لئے آگے بڑھنے سے گریز کرنا چاہئے، اور خود امام کو بھی چاہئے کہ ایسے شخص کو تکمیل نماز کے لئے اپنا نائب نہ بنائے:

"والأولى للإمام أن يقدم مدركا ... و ينبغي لهذا المسبوق أن لا يتقدم "(۱)

لیکن اگر مسبوق کو آگے بڑھا ہی دے اور مسبوق کو معلوم ہو کہ امام کتنی رکعتیں پڑھا چکا تھا، تو وہ مقتدیوں کے سلام تک نماز پڑھائے، اور سلام سے پہلے کسی ایسے شخص کو اپنا نائب بنادے جو شروع سے نماز میں شریک ہو، وہ سلام پھیرے، اور اس کے ساتھ دوسرے مقتدی بھی سلام پھیر دیں اور مسبوق اپنی نماز کو پوری کرلیں۔ (۲)

اگر مسبوق کو علم نہ ہو کہ امام کی کتنی رکعتیں ہوئی تھیں؟ تو یہ مسبوق ایک رکعت نماز پوری کر کے تشہد کی مقدار بیٹھا رہے، پھر کھڑا ہو، اور اپنی نماز اس طرح پوری کرے کہ ہر رکعت میں احتیاطاً قعدہ کرلے، یہ امام جب مقدار تشہد بیٹھ کر اٹھے، تو مقتدی اس کی اقتداء نہ کریں، بلکہ اس کے فارغ ہونے کا انتظار کریں، امام کے فارغ ہونے کے بعد یہ تنہا تنہا اپنی بقیہ نماز پوری کرلیں۔ (۳)

فوت شدہ رکعات کس طرح ادا کرے؟

سوال:- {561} اگر کوئی شخص ظہر کی نماز میں چوتھی رکعت میں شریک ہوا، تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ پہلے

---

(۱) الهداية مع الفتح:۱/۸۹-۳۸۸۔
(۲) حوالہ سابق
(۳) فتح القدير :۱/۳۸۹۔

ضم سورت والی رکعتیں پڑھے گا، یا بغیر ضم سورت والی رکعت، یعنی تیسری رکعت کو ادا کرے گا؟

(شیخ محمد سیف اللہ شریف، نندیال)

جواب:- اگر مقتدی نے امام کے ساتھ چوتھی رکعت پائی تو چونکہ امام کی نماز اصل ہے، اس لئے وہ مقتدی کے حق میں بھی چوتھی رکعت متصور ہوگی، امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی جن رکعتوں کو ادا کرے گا وہ ابتدائی، پہلی، دوسری رکعت تصور کی جائے گی، لہذا بعد میں جو رکعتیں ادا کر رہا ہے ان میں پہلی اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے گا، اور تیسری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنے پر اکتفا کرے گا، یہ حکم قرآن کی قراءت کا ہے، باقی قعدہ میں بعد کی رکعت تصور کی جائے گی، چنانچہ چوتھی رکعت میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی جو رکعت ادا کر رہا ہے وہ اس کے حق میں قراءت کے اعتبار سے پہلی رکعت ہے، جیسا کہ مذکور ہوا، لیکن قعدہ کے اعتبار سے دوسری رکعت، اس لئے وہ اسی رکعت کے ختم پر قعدۂ اولیٰ کرے گا، فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

"انه يقتضي أول صلاته في حق القراءة و آخرها في حق التشهد" (۱)

کب رکوع پانے والا شمار کیا جائے گا؟

سوال:- {562} مسبوق اگر رکوع میں شریک ہو تو کتنی تسبیحات ملنے پر وہ اس رکعت کو پانے والا شمار کیا جائے گا؟

(صبغت اللہ، بنجارہ ہلز)

جواب:- اس کے لئے تسبیح کی کوئی مقدار متعین نہیں، اگر امام کو ایک لمحہ بھی رکوع کی

(۱) الفتاوی الهندية : ۱/۹۱۔

حالت میں پالیا، بلکہ اگر امام جھکی ہوئی حالت میں تھا، اور یہ مقابلہ قیام کی کیفیت کے رکوع کی کیفیت سے قریب تھا، تب بھی وہ اس رکعت کو پانے والا سمجھا جائے گا:

"أو شرع في الانحطاط و شرع الإمام في الرفع اعتد بها الخ" (۱)

مغرب کا مسبوق کتنے قعدہ کرے؟

سوال:- {563} مغرب کی نماز میں اگر کسی کو تیسری رکعت مل گئی، تو باقی دو رکعت ایک قعدہ سے ادا کرے یا دو قعدہ سے؟ (سید شاہ نواز ہاشمی، فرسٹ لانسر)

جواب:- ایسی صورت میں اسے مزید دو قعدے کرنے پڑیں گے، ایک قعدہ ایک رکعت ادا کرنے پر، جو اس کے حق میں قعدۂ اولیٰ ہوگا، دوسرا قعدہ دوسری رکعت ادا کرنے کے بعد جو اس کے حق میں قعدۂ اخیرہ ہوگا، اس طرح مغرب کی نماز میں جو شخص مسبوق ہوجائے، اس کو تین قعدے کرنے پڑیں گے:

"لو أدرك من المغرب قضى ركعتين، وفصل بقعدة فيكون بثلاث قعدات وقرأ في كل فاتحة و سورة" (۲)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

---

(۱) تقریرات رافعی: ۲/۹۶۔
(۲) الفتاوی الهندية: ۱/۹۱۔

امامت کا بیان

مجرد شخص کی امامت

سوال:- {564} شہر کی ایک مسجد میں کبھی کبھی امام کی غیر موجودگی میں ایک صاحب نماز پڑھاتے ہیں، جو دینی علوم سے آراستہ ہیں، لیکن معمر نہ ہونے کے باوجود بھی وہ تجرد کی زندگی گزارتے ہیں، جن کے بارے میں یہ خبر عام ہے کہ وہ مردانہ صلاحیتوں سے محروم ہیں، کیا ایسے شخص کو امامت کرنی چاہئے؟ کیا مقتدیوں کی نماز ان کے پیچھے درست ہے؟

(عبدالرحمٰن، نظام آباد)

جواب:- اوّل تو مجرد زندگی گزارنے کی وجہ سے یہ سمجھنا کہ وہ قوت مردی سے محروم ہے، درست نہیں، تجرد کے اور بھی اسباب ہوسکتے ہیں اور بعض لوگ اپنی افتادِ طبع کی وجہ سے بھی تاہل کی زندگی کو پسند نہیں کرتے، دوسرے اگر کوئی شخص قوتِ مردی سے محروم ہو، تب بھی وہ عام احکام میں مرد ہی شمار کیا جاتا ہے، اس لیے اس کی امامت درست ہوگی، اب یہی دیکھئے کہ فقہاء نے

استحقاقِ امامت کی ترجیحات میں کبرسنی کو بھی رکھا ہے، اور جو شخص عمر دراز ہوتا ہے وہ طبعی طور پر قوت مردی سے محروم ہو جاتا ہے، تو کیا اس کا امامت کرنا بھی درست نہیں ہوگا؟ اس لیے اس کا امامت کرنا بھی درست ہے اور لوگوں کا اس کے پیچھے نماز ادا کرنا بھی درست ہے۔

عمامہ باندھ کر کنارے کو لٹکانا

سوال:- {565} ایک عالم صاحب نے شملہ باندھ کر ایک سرا سامنے لٹکائے ہوئے مقررہ امام کے پیچھے نماز پڑھی، نماز کے بعد ایک دوسرے عالم صاحب سے پوچھے جانے پر انہوں نے کہا کہ سر یا کاندھے پر کوئی بھی کپڑا ڈال کر اس کے دونوں سرے کو لٹکا کر نماز پڑھنا یا پڑھانا مکروہ تحریمی ہے، اگر یہ بات صحیح ہے تو کیا اس سے مقتدیوں کی نماز پر بھی اثر پڑے گا یا نہیں؟ (شیخ حسن، کھمم)

جواب:- عام حالات میں اس طرح عمامہ باندھنا کہ ایک سرا آگے کی طرف اور دوسرا پیچھے کی طرف لٹکتا ہو، اس میں کوئی حرج نہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور اس کے ایک سرے کو سامنے کی جانب اور دوسرے کو پیچھے کی طرف لٹکا دیا۔

"عممني رسول الله ﷺ فسدلها بين يدي و من خلفي"(۱)

دوسرے عالم صاحب نے جو صورت بتائی ہے اسے ''سدل'' کہتے ہیں، سدل یہ ہے کہ کوئی کپڑا سر یا دونوں کاندھوں پر رکھ کر اسے نیچے کی طرف چھوڑ دیا جائے، یہ صورت نماز میں

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۴۰۷۹۔

مکروہ ہے اور راجح یہ ہے کہ نماز کے باہر مکروہ نہیں۔(۱) لیکن عمامہ کی صورت سدل میں نہیں آتی، کیوں کہ سدل کھلے ہوئے کپڑے کو چھوڑ دینے کو کہتے ہیں، اگر لپیٹنے کے بعد بقیہ حصہ لٹکایا جائے، تو یہ سدل میں داخل نہیں۔"... أی إذا لم یدره علی عنقه و الا فلا سدل" (۲) عمامہ کی یہی شکل ہوتی ہے کہ کپڑے کو سر پر لپیٹ کر بقیہ حصہ لٹکایا جاتا ہے۔

سودی قرض دلانے والے کی امامت

سوال:- {566} میں ایک سرکاری ملازم ہوں ،قرآن کے کچھ حصے کا حافظ ہوں، میں ایک سوسائٹی کا ڈائرکٹر منتخب ہوا ہوں، جو بینکوں سے قرض دلاتی ہے، مسئلہ یہ ہے کہ دیگر ممبران کو قرض کے لیے میری اور سکریٹری کی دستخط کی ضرورت ہوتی ہے ،کیا میں اور میرے ساتھی امام کی غیر موجودگی میں لوگوں کے اصرار پر امامت کر سکتے ہیں؟ کیا یہ نمازیں درست ہوں گی؟ (محمد ساجد، کنوٹ)

جواب:- بینک سودی قرض دیا کرتا ہے، سود چونکہ ضرورت شدیدہ کے بغیر دینا بھی حرام ہے، اس لیے عام حالات میں سودی قرض لینا بھی جائز نہیں اور جو کام جائز نہ ہو اس میں معاون بننا بھی جائز نہیں، اس کی وجہ سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور آپ کے رفقاء ان حالات میں قرض دلاتے ہیں جن میں کسی شخص کے لیے سودی قرض لینا جائز ہوتا ہے (اور اس سلسلے میں مقامی علماء ومفتیان اس شخص کے ذاتی حالات کی تحقیق کے بعد ہی صحیح رائے دے سکتے ہیں) تو آپ کا قرض دلانا جائز ہے اگر اس کا اہتمام نہیں ہے تو گناہ ہے اور ایسی صورت میں آپ کو اور آپ کے رفقاء کو کسی اور قابل امامت شخص کی موجودگی میں امامت کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

---

(۱) دیکھئے: الفتاوی الهندية: ۱/۱۰۶۔
(۲) رد المحتار: ۲/۴۰۵۔

جسمانی طور پر عیب زدہ شخص کی امامت

سوال:- {567} جو شخص معذور ہو، جیسے پہنچے تک
ہاتھ کاٹا ہوا ہو، تو کیا ایسے حضرات امامت کرسکتے ہیں؟

(صدیقی، ہنمکنڈہ)

جواب:- جو شخص جسمانی اعتبار سے معذور ہو، لیکن رکوع اور سجدہ کرسکتا ہو، اس کی امامت درست ہے، لیکن چوں کہ عام طور پر لوگ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے میں کراہت محسوس کرتے ہیں، اور امام ایسے شخص کو ہونا چاہئے جس کی اقتداء لوگ رغبت کے ساتھ کریں، تاکہ نماز میں خشوع وخضوع کی کیفیت باقی رہے، اس لیے فقہاء نے ایسے لوگوں کی امامت کو مکروہ قرار دیا ہے، علامہ شامیؒ نے مفلوج، لنگڑے اور لنجے کے بارے میں یہی بات لکھی ہے:

" و يكره امامة مفلوج و كذلك أعرج ... و من له
يد واحد والظاهر أن العلة النفرة " (۱)

اسی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص جسمانی اعتبار سے عیب زدہ ہو، لیکن اس کے علم وتقوی کی وجہ سے لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو پسند کرتے ہیں، تو ایسے شخص کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔

عذر کی وجہ سے نماز میں پاؤں کو سیدھا رکھ کر بیٹھنے والے کی امامت

سوال:- {568} ایک شخص امامت کر رہا ہے، لیکن
آپریشن کی وجہ سے جلسہ میں پیر کو سیدھا رکھ کر بیٹھتا ہے، تو کیا
ایسے شخص کا نماز پڑھانا درست ہے؟

(محمد ریاض احمد، دھنے نگر کالونی)

---

(۱) رد المحتار :۳۰۲/۲۔

جواب:- جو شخص عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے، لوگ کھڑے ہو کر اس کے پیچھے نماز ادا کر سکتے ہیں، "یصلی القائم خلف القاعد" (۱) کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی آخری نماز اسی طرح پڑھائی ہے، (۲) پس جب قیام وقعود اور کھڑے اور بیٹھنے ہونے کے فرق کے باوجود اقتداء درست ہوتی ہے، تو اگر جلسہ کی ہیئت میں امام اور مقتدی کے درمیان فرق ہو جائے اور وہ بھی کسی عذر کی بناء پر، تو یہ صورت تو بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگی، لہذا جو صورت آپ نے دریافت کی ہے، وہ درست ہے۔

ماں کو مارنے والے کی امامت

سوال:- {569} ابھی حال ہی میں اضلاع کے ایک حلقہ میں نئی مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ اس میں ایک ایسا شخص امامت پر فائز ہے جو اپنی ماں کو گالیاں دیتا ہے اور مارتا ہے اور اگر کوئی اس کی مخالفت کرے تو اس کو چاقو سے مارنے کی دھمکی دیتا ہے، بلکہ چاقو لیکر مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے آتا ہے۔ تو کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے؟　　(بہ ذریعہ فیکس)

جواب:- ماں کو گالیاں دینا خود بہت بڑا گناہ ہے چہ جائیکہ ہاتھ اٹھانا۔ (۳) یہ تو اتنا شدید گناہ ہے کہ اس کے تصور سے بھی رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے، سماجی دباؤ ڈال کر ایسے شخص کو ایسی

---

(۱) الهداية: ۱/۱۰۷ محشی۔

(۲) صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۶۸۷۔ محشی۔

(۳) "قال رسول الله ﷺ: إن من أكبر الكبائر أن يلعن الرجل والديه، قيل: يا رسول الله ﷺ! وكيف يلعن الرجل والديه؟ قال: يسب الرجل أبا الرجل فيسب أباه و يسب أمه فيسب أمه" عن عبد الله بن عمر ﷺ، (صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۵۹۷۳، باب: لا يسب الرجل والديه) محشی۔

شنیع حرکت سے باز رکھنا چاہئے اور اگر باز نہ آئے تو نہ صرف یہ کہ امامت سے علاحدہ کیا جائے بلکہ ایسے شخص کا بائیکاٹ بھی کیا جاسکتا ہے، جب تک کہ وہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آجائے۔

سودخور کی اقتداء

سوال:- {570} ہمارے محلے میں ایک شخص رہتا ہے، جو پابندی سے پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہے، لیکن ساتھ ساتھ سود بھی کھاتا ہے، کیا ہم اس کے پیچھے باجماعت نماز ادا کرسکتے ہیں؟ (فضل الدین، اللہ شریف)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے پر لعنت فرمائی۔ (۱) یہ بات کئی حدیثوں میں وارد ہوئی ہے، اس لئے سود خوری بہت ہی شدید گناہ ہے، آپ اس شخص کو محبت سے سمجھائیں، اور اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کریں، بہر حال اگر ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے تو کراہت کے ساتھ نماز ادا ہو جائے گی، البتہ ایسے شخص کو جانتے بوجھتے امام بنانے والے گناہگار ہوں گے۔

امام صاحب سنتیں نہیں پڑھتے

سوال:- {571} ایک امام صاحب ہیں، لوگوں نے ان کو کبھی بھی سنتیں اور نوافل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

(محمد ریاض احمد، دبے نگر کالونی)

جواب:- ممکن ہے امام صاحب اپنے کمرہ میں ادا کرتے ہوں، مسنون طریقہ یہی

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۳۳۳۳، باب في آكل الربا و مؤكله، كتاب البيوع و الإجارات۔

ہے کہ سنن ونوافل گھر پر پڑھی جائیں،(۱) اس لئے بدگمانی سے بچنا چاہئے، اور اگر متنبہ کرنے کی ضرورت ہو تو تنہائی میں امام صاحب سے استفسار کر لینا چاہئے، بہرحال اگر کوئی شخص واقعۃ ہمیشہ سنتیں ترک کیا کرتا ہو تو اس کا یہ عمل فسق ہے، لہذا اس کی امامت کراہت سے خالی نہ ہوگی۔

کم علم کی امامت بھی درست ہے

سوال:- {572} ہمارے محلہ میں ایک غریب بستی ہے، اس بستی میں ایک عارضی مسجد ٹین شیڈ کی بنائی گئی ہے، محلہ کے ایک غریب آدمی اس مسجد کی خدمت بھی کرتے ہیں، اور نماز بھی پڑھاتے ہیں، ان کو قراءت بہتر طور پر کرنا نہیں آتا، محلہ میں کوئی پڑھا لکھا نہیں ہے، اور جو پڑھے لکھے لوگ ہیں وہ خدمت کرنے کو تیار نہیں، تو کیا وہ شخص نماز پڑھا سکتا ہے؟

(محمد نفیس الدین ، پھول باغ)

جواب:- مذکورہ شخص نماز پڑھا سکتا ہے، مسجد میں نماز ہی نہ ہو اس سے تو بہرحال بہتر ہے کہ یہ کم پڑھا لکھا شخص نماز پڑھا دے، ان لوگوں کا طرزِ عمل نہایت افسوس ناک ہے، جو پڑھے لکھے ہونے کے باوجود مسجد کی خدمت سے اعراض کرتے ہیں، مناسب ہوگا کہ جو صاحب نماز پڑھا رہے ہیں، انہی کو چند دنوں کسی قریبی مدرسہ میں قرآن کی اصلاح کرادی جائے، اس طرح زیادہ بہتر طریقہ پر نماز ادا ہو سکے گی، اور ان شاء اللہ ان کو اس کا بہتر اجر و ثواب حاصل ہوگا۔(۲)

---

(۱) "عن زيد بن ثابت ﷺ: أن رسول الله ﷺ قال: صلاة المرأ في بيته أفضل من صلاته في مسجدي هذا إلا المكتوبة" (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۱۰۴۴، باب صلاة الرجل التطوع في بيته) محشی۔

(۲) دیکھئے: فتح القدير: ۱/۳۰۱، باب الإمامة۔ محشی۔

امام کا کتنی دیر انتظار کیا جائے؟

سوال:- {573} جہری نمازوں میں نائب امام کو امام صاحب کا کتنی دیر تک انتظار کرنا چاہئے؟

(سید فیاض احمد فیضی، ملے پلی)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ہدایت دی ہے کہ اقامت میں امام کی رعایت ہونی چاہئے، یعنی امام کے آنے پر اقامت کہی جائے، (۱) لیکن اگر امام معمول کے وقت پر نہ آئے تو نماز شروع کی جاسکتی ہے، چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک بار آپ ﷺ کو آنے میں تاخیر ہوئی تو حضرت بلال ؓ نے حضرت ابوبکر ؓ کو آگے بڑھایا (۲) اور ایک بار حضرت عبد الرحمن بن عوف ؓ کو، (۳) موجودہ دور میں مسجدوں میں اوقات نماز متعین ہوتے ہیں، اگر مقررہ وقت پر امام صاحب نہ پہنچیں تو مناسب ہے کہ ایک دو تین منٹ انتظار کیا جائے، اگر زیادہ تاخیر ہو تو نائب امام نماز پڑھا دے، تاکہ لوگوں کے لئے باعث زحمت نہ ہو۔

امامت پر اجرت

سوال:- {574} پیسے لے کر قرآن سنانے کے عنوان کے تحت جناب نے یہ توضیح نہیں فرمائی ہے کہ آیا کوئی امام

(۱) "عن جابر بن سمرة ؓ قال: كان بلال ؓ يؤذن ثم يمهل ، فإذا رأى النبي ﷺ قد خرج أقام الصلاة "(سنن أبي داؤد ،حدیث نمبر:۵۳۷،باب في المؤذن ينتظر الإمام) محشی۔

(۲) دیکھئے:صحيح البخاري ،حدیث نمبر:۶۸۴،باب من دخل ليؤم الناس فجاء الإمام الأول۔

(۳) دیکھئے:صحيح مسلم ،حدیث نمبر:۴۲۷،باب تقديم الجماعة من يصلى بهم إذا تأخر الإمام و لم يخافوا مفسدة بالتقديم ۔محشی۔

صاحب یا حافظ صاحب پیسے لے کر امامت کریں، تو ان کی امامت درست ہوگی یا نہیں؟ اوران کی اقتداء میں نماز ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ (سید نسیم الدین، مقام نامعلوم)

جواب:- جب کوئی شخص امامت کرتا ہے تو امامت کی وجہ سے اس کا وقت گھر جاتا ہے، وہ کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کرنے سے قاصر رہتا ہے اور اگر وہ امامت کے بجائے دوسرے کام میں لگ جائے تو ایسے لوگ امامت کریں گے جو امامت کے اہل نہیں، اپنی نماز بھی ضائع کریں گے اور مقتدیوں کی بھی، اس لئے ضرورتاً فقہاء نے امامت اور قرآن مجید کی تعلیم وغیرہ پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے:

"ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والإمامة والأذان " (۱)

کیونکہ یہ نماز کی اجرت نہیں ہے، بلکہ وقت کی اجرت ہے اور وقت کی اجرت لینا درست ہے، بہ خلاف تراویح میں قرآن مجید سنانے کے، کہ محض ایک ماہ تھوڑی دیر قرآن سنانا اس کے لئے کوئی اور ذریعۂ معاش اختیار کرنے میں مانع نہیں اور نہ تراویح کا درست ہونا مکمل قرآن سنانے پر موقوف ہے، اس لئے تراویح میں قرآن سنانے کی اجرت اور امامت پر اجرت لینے میں فرق ہے؛ لہٰذا امامت پر اجرت لینے والے حافظ کی امامت بھی درست ہے اور لوگوں کے لئے اس کی اقتداء بھی۔

مجذوم کی امامت

سوال:- {575} ہماری مسجد کے امام باضابطہ عالم اور ایک مدرسہ کے صدر مدرس ہیں، گذشتہ ۳۵ رسال سے امامت

---

(۱) الدرالمختار مع الرد :۹/۷۶۔

کے فرائض انجام دے رہے ہیں، عیدگاہ میں نماز عیدین بھی انہیں کے سپرد ہے، مگر گذشتہ چند سالوں سے انہیں مرض کوڑھ نے آگھیرا ہے، اب بعض مصلیان مسجد کا کہنا ہے کہ اب امامت کے قابل نہیں رہے، لہذا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ (محمد آصف انصاری، ہمنکنڈہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمیوں کی نماز مقبول نہیں، ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو لوگوں کی امامت کرتا ہو حالانکہ لوگ اس کی امامت کو ناپسند کرتے ہوں، (۱) اس لئے فقہاء نے ان لوگوں کی امامت کو مکروہ قرار دیا ہے، جن کے پیچھے نماز پڑھنا دینی کوتاہی کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے لوگوں کو ناگوار خاطر ہو:

"تکره الصلاة خلف أمرد و سفيه و مفلوج و ابرص شاع برصه" (۲)

اس لئے امام صاحب کو امامت سے باز آجانا چاہئے، اور بہتر ہے کہ اب وہ مسجد کے بجائے گھر ہی میں نماز ادا کرلیں، جیسے اتنی مدت کی امامت ان کے لئے باعث اجر ہے، اسی طرح منشا شریعت کی رعایت کرتے ہوئے اب گھر میں بھی نماز ادا کرنا ان کے لئے اجر و ثواب کا باعث ہوگا، کہ اصل مقصود شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔

سرکاری ملازمت اور امامت

سوال:- {576} میں ایک سرکاری ملازم ہوں، امام کی غیر موجودگی میں ذمہ داران مسجد کی خواہش پر امامت کرتا

---

(۱) سنن أبي داؤد، حديث نمبر: ۵۹۳، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون ۔

(۲) الدرالمختار على هامش رد المحتار: ۳۰۲/۲، (وفى الرد :) كذا اجذم، ردالمحتار: ۳۰۲/۲۔

ہوں، کچھ لوگوں کو میرا قرآن پڑھنا پسند ہے، جب کہ ایک صاحب کہتے ہیں کہ آپ نماز نہیں پڑھا سکتے، کیونکہ آپ سرکاری غلام یا نوکر ہیں؟ (محمد ساجد، کنوٹ)

جواب:- ایسی سرکاری ملازمت جس میں انسان کوئی غیر شرعی کام کرنے پر مجبور نہ ہو جائز ہے اور ایسے لوگوں کی امامت میں کوئی قباحت نہیں، امامت کے لئے ضروری ہے کہ قرآن بہتر طریقہ پر پڑھ سکتا ہو(۱) اور نماز کے ضروری احکام سے واقف ہو، (۲) اس لئے محض سرکاری ملازمت کی وجہ سے کسی کا آپ کی امامت پر اعتراض کرنا درست نہیں۔

امام سے پہلے مقتدی نیت کرلے

سوال:- {577} باجماعت نماز میں کیا مقتدی امام سے پہلے نماز کی نیت کرسکتا ہے؟ یا امام کے تکبیر کہنے کے بعد ہی مقتدی کو نیت کرکے رکعت باندھنا چاہئے؟

(محمد خلیل الرحمان، مدینہ مسجد، محبوب نگر)

جواب:- نیت نماز شروع کرنے سے پہلے کا عمل ہے، اس لئے اگر مقتدی کی نیت امام سے پہلے ہو جائے تو کچھ حرج نہیں، جو افعال نماز میں کئے جاتے ہیں، ان میں مقتدی کا عمل امام سے پہلے نہ ہونا چاہئے، جیسے امام کے تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے ہی مقتدی نے تکبیر تحریمہ کہہ دیا

---

(۱) نبی ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص قرآن کی تلاوت سے اچھی طرح واقف ہو، وہ امامت کا زیادہ حقدار ہے" قال رسول الله ﷺ : يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله و أقدمهم قراءة " (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۵۸۲، باب من أحق بالإمامة)۔ازمحشی۔

(۲) چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے کہ تلاوت قرآن سے واقفیت کے بعد احکام نماز سے واقف آدمی امامت کا زیادہ اہل ہے"۔"الأولى بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة "(الفتاوى الهندية : ۸۳/۱)محشی۔

تو یہ درست نہیں، نہ اقتداء صحیح ہوگی، اور نہ مقتدی کی نماز۔ نیت میں سبقت کر جائے تو کوئی قباحت نہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے مقتدی امام سے پہلے وضوء کرلے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر گھر سے چلتے ہوئے نماز میں شرکت کا ارادہ کرلیا تھا، تو یہی نیت ہوگی، اور نماز کے لئے کافی ہوگی۔(۱)

عورتوں کی امامت

سوال:- {578} عورت کی امامت کے متعلق ایک روزنامہ میں شائع ہوا ہے کہ عورت امامت کرسکتی ہے، جس کی کوئی شرط نہیں ہے، تو کیا صرف گھر کی حد تک امامت کرسکتی ہے یا مساجد میں بھی؟ (محمد ولی الرحمٰن، سدی پیٹھ)

جواب:- عورتیں مردوں کی امامت نہیں کرسکتیں، صرف عورتوں ہی کی کرسکتی ہیں اور یہ بھی مکروہ تحریمی ہے،(۲) " یکره تحریما جماعة النساء ولو فی التراویح "(۳) اگر عورت عورتوں کی امامت کرے، تو اسے صف کے بیچ میں کھڑا ہونا چاہئے، آگے نہیں بڑھنا چاہئے " فإن فعلن تقف الإمام وسطهن "(۴) عورت کی امامت پر جس روایت سے استدلال کیا گیا ہے، وہ گھر میں امامت سے متعلق ہے،(۵) اس لئے مساجد میں ان کا صرف عورتوں کی بھی امامت کرنا قطعاً نامناسب عمل ہوگا۔

---

(۱) دیکھئے: رد المحتار :۲/۹۳۔

(۲) حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ عورت امام نہیں بن سکتی: " أنه قال : لا تؤم المرأة " (إعلاء السنن ، حدیث نمبر:۱۲۳۳، باب عدم جواز إمامة المرأة لغير المرأة) محشی۔

(۳) ردالمحتار :۱/۸۳۔

(۴) حوالہ سابق۔

(۵) امام ابوداؤدؒ نے عورتوں کے امام بننے سے متعلق ایک روایت ذکر کی ہے، لیکن اس میں بھی صراحت کے ساتھ عورتوں کے اپنے گھر میں ہی امام بننے کا تذکرہ ہے، چنانچہ ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور ﷺ نے اپنے گھر والوں کی امامت کرنے کا حکم دیا تھا، " و أمرها أن تؤم أهل دارها " (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۵۹۲، باب إمامة النساء) محشی۔

عورتوں کے لیے عورت کی امامت

سوال:- {579} مرد عورتوں کی امامت کرسکتا ہے تو کیا قابل عورت عورتوں کی امامت نہیں کرسکتی؟ (حمید، نرمل)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کی امامت کا اہتمام نہیں ملتا ہے، حالانکہ یہ بات ممکن تھی کہ حضور ﷺ مردوں اور عورتوں کی الگ الگ جماعت قائم کرادیتے، مرد مردوں کی امامت کرتا اور عورت عورتوں کی، پردہ اور حجاب کے نقطۂ نظر سے بھی اس میں زیادہ سہولت تھی؛ لیکن آپ ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا، اس لئے فقہاء نے تمام ہی نمازوں میں چاہے فرض ہو یا نفل عورتوں کی امامت کو مکروہ قرار دیا ہے اور ان کے تنہا نماز پڑھنے کو افضل بتایا ہے:

"و یکرہ إمامة المرأة للنساء في الصلوة کلها من الفرائض و النوافل ... و صلوتهن فرادی أفضل" (۱)

امام کی وجہ سے نماز کا اعادہ

سوال:- {580} ہماری مسجد کے امام صاحب غیر شرعی افعال میں مبتلا ہیں، اس کی وجہ سے اکثریت ناراض ہے اور ان کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے، کچھ لوگ نماز ادا کرتے ہیں، لیکن فوراً نماز دہرالیتے ہیں، تاکہ نماز بھی درست ہوجائے اور جماعت کا ثواب بھی مل جائے، مسجد کی کمیٹی کو کئی بار امام صاحب کے ان افعال سے آگاہ کیا گیا، لیکن لگتا نہیں ہے کہ ان کو نکالا جائے گا، تو کیا میرا اس طرح امام صاحب کے ساتھ

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۸۵۔

نماز پڑھنا اور پھر دہرانا درست ہے؟ واضح ہو کہ ایک اور مسجد
ہے لیکن کافی فاصلہ پر ہے؟　　(عبدالوہاب، دھرم آباد)

جواب:- اول تو اپنے آپ کو ٹٹولئے کہ کہیں آپ کو غلط فہمی تو نہیں ہوئی ہے، اور امام صاحب کے جن افعال کو آپ برا سمجھتے ہیں کیا واقعی وہ برے ہیں، اور کیا وہ اب تک اپنے اس طرز عمل پر قائم ہیں؟ اگر اب تبدیلی آگئی ہو، تو پچھلی کوتاہیوں کو نظر انداز کیجئے، لیکن اگر امام صاحب کا کوئی عمل صریحاً شریعت کے خلاف ہو، اور خوشگوار طریقہ پر ان کی اصلاح یا علاحدگی ممکن نہ ہو تو کمیٹی سے اپنی رائے ظاہر کرنے کے بعد آپ بریٔ الذمہ ہوگئے، اور آپ ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں، غور کیجئے کہ حجاج بن یوسف سے بڑھ کر بھی کوئی فاسق ہوگا؟ جس کی گردن پر بیسیوں صحابہ ﷺ کا خون ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ جیسے بزرگ صحابی اور دوسرے صحابہ ﷺ اور اجلہ تابعینؒ حجاج کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے، آج نہ کوئی امام حجاج جیسا بدکار ہوسکتا ہے، اور نہ کوئی مقتدی حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ جیسا عبادت گذار و پرہیز گار، پھر ہماری نماز ایسے ائمہ کے پیچھے کیوں نہیں ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ نیک اور بد، اچھے اور برے دونوں کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے:

" صلوا خلف كل بر و فاجر " (۱)

جب تک نماز کے فاسد ہونے کی کوئی وجہ نہ ہو، خواہ مخواہ نماز کا دہرانا مناسب نہیں، رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ایک نماز دو بار پڑھی جائے:

" لا تصلوا صلاة في يوم مرتين " (۲)

اس لئے آپ کو دوبارہ نماز پڑھنے کی حاجت نہیں۔(۳)

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۵۹۴، باب إمامة البر و الفاجر۔ محشی۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۵۷۹، باب إذا صلى في جماعة ثم أدرك جماعة أيعيد؟۔ محشی

(۳) فتاویٰ رشیدیہ، ص:۳۵۰۔

حنفی کے پیچھے اہل حدیث کی اقتداء

سوال:- {581} ہمارے یہاں حنفی امام کے پیچھے اہل حدیث حضرات نماز ادا کرتے ہیں جب امام صاحب قراءت کرتے ہیں، تو یہ لوگ قرآن نہیں سنتے بلکہ الحمد شریف پڑھتے ہیں، اور زور سے آمین کہتے ہیں، اور پہلی رکعت کے بعد جب امام صاحب اٹھتے ہیں، تو یہ لوگ بیٹھے رہتے ہیں، کیا اس طرح یہ لوگ امام کے تابع ہوتے ہیں، اور ان کی نماز درست ہوتی ہے؟ (عبد الرفیق، گلبرگہ)

جواب:- فقہی اور فروعی مسائل میں صحابہ ؓ کے دور سے اختلاف رائے رہا ہے، ایسے اختلافی مسائل میں شدت برتنا اور دوسرے نقطۂ نظر کو باطل اور ناحق سمجھنا غلط ہے، ایک مسلک پر عمل کرنے والا دوسرے مسلک پر عمل کرنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے، صحابہ ؓ، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ کے زمانہ میں بھی فروعی مسائل میں اختلاف رائے موجود تھا، لیکن اس کے باوجود وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا کیا کرتے تھے۔

احادیث کے اعتبار سے یہ بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے، کیونکہ خود اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور خاموش رہو ﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا﴾ (۱) یہی امت کے سواد اعظم کا مسلک رہا ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور اکثر سلف صالحین کی یہی رائے تھی، امام شافعیؒ کے نزدیک مقتدی بھی سورۂ فاتحہ پڑھے گا، یہی رائے بعض اور محدثین کی بھی ہے، (۲) اس لئے اگر کوئی شخص امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتا ہو تو اس کی وجہ نزاع نہ بنایا جائے، اسی طرح آمین کا

---

(۱) الاعراف: ۲۰۴۔ محشی۔

(۲) دیکھئے: الافصاح من معانی الصحاح: ۱/ ۱۲۷۔ محشی۔

بھی آہستہ کہنا بہتر ہے، کیونکہ آمین دعاء ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے دعاء میں آواز پست رکھنے کا حکم فرمایا ہے، ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ (۱) لیکن بعض سلف صالحین کے نزدیک زور سے آمین کہنا افضل ہے، اس لئے گنجائش اس کی بھی ہے، اور حدیث سے دونوں طرح آمین کہنا ثابت ہے، (۲) پہلی رکعت سے اٹھتے ہوئے تھوڑی دیر جو بیٹھک کی جاتی ہے، اسے جلسۂ استراحت کہتے ہیں، افضل طریقہ تو سیدھے کھڑا ہونا ہے آپ ﷺ نے ایک صحابی کو اسی طرح کھڑے ہونے کی ہدایت فرمائی تھی، (۳) لیکن اگر کوئی شخص بیٹھ کر ہی اٹھنے کو افضل سمجھتا ہو تو اس کی بھی گنجائش ہے، غرض ایسے مسائل میں الجھنے سے گریز کریں، اور جس طریقہ پر آپ نے اپنے معتمد علماء سے نماز پڑھنے کا طریقہ جانا ہے، اس کے مطابق نماز ادا کریں۔

مصلیان امام سے ناراض ہوں؟

سوال:- {582} ہمارے محلہ کی جامع مسجد کے امام صاحب سے مصلیان مسجد ناراض ہیں، امام صاحب اس بات سے واقف ہیں، اس کے باوجود نہ مصلیان مسجد کی ناراضگی دور کرتے ہیں، اور نہ امامت چھوڑتے ہیں، ایسے امام کا کیا حکم ہے؟ (کے، ایم، عبد الباسط رضوی، مشیر آباد)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ایسے امام کی مذمت فرمائی ہے کہ مقتدی اسے ناپسند کرتے ہوں، اور وہ امامت کرنے پر مصر ہو (۴) لیکن یہ اس وقت ہے جب امام صاحب میں

---

(۱) الاعراف: ۵۵۔ محشی۔

(۲) دیکھئے: صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۷۸۲، باب جهر المأموم بالتأمين، الجامع الترمذي، حدیث نمبر: ۲۴۸، باب ما جاء في التأمين۔ محشی۔

(۳) دیکھئے: صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۸۵۸، باب صلاة من لا يقم صلبه في الركوع و السجود۔ محشی۔

(۴) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۹۳، باب الرجل يؤم القوم و هم له كارهون۔ محشی۔

شرعی اعتبار سے کوئی برائی ہو، اگر وہ اپنے علم وعمل کے اعتبار سے امامت کے حق دار ہیں، اور لوگ خواہ مخواہ ان کو ناپسند کرتے ہیں، یا ان کی حق گوئی کی وجہ سے مخالفت کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں مقتدی حضرات مکروہ فعل کے مرتکب ہیں نہ کہ امام صاحب، "و ان ھو احق لا و الکراھۃ علیھم" (۱)

ٹی وی کی اقتداء میں نماز

سوال:- {583} کیا مکہ شریف سے راست ٹیلی کاسٹ کوسن کر فرض نماز امام کعبہ کی اتباع میں پڑھ سکتے ہیں؟
(خالد قادری، یاقوت پورہ)

جواب:- اقتداء درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان کوئی شاہ راہ عام حائل نہ ہو، (۲) ظاہر ہے کہ ٹیلی کاسٹ کی اتباع میں یہ شرط نہیں پائی جاتی اس لئے نماز درست نہیں ہوگی۔

فاسق کی اقتداء

سوال:- {584} داڑھی کو تراش کر خشخشی کرنے والے اور داڑھی کو بالکلیہ صاف کرنے والے حافظ قرآن کے پیچھے کیا فرض اور تراویح کی نماز ہو جاتی ہے؟ (نعیم اختر، مغلپورہ)

جواب:- داڑھی رکھنا واجب ہے، اور داڑھی منڈانا حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے بڑی تاکید کے ساتھ اس کا حکم دیا ہے، (۳) اور ایک مشت داڑھی رکھنا سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ

---

(۱) ردالمحتار :۲/۲۹۸۔
(۲) الفتاوی الھندیۃ:۱/۸۷۔
(۳) صحیح البخاری :۲/۸۷۵، حدیث نمبر:۵۸۹۲، ۵۸۹۳، بـاب إعفاء اللحی، صحیح مسلم، حدیث نمبر:۲۵۹۔ محشی۔

اس سے کم داڑھی رکھنا آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، حرام کا مرتکب اور ترک سنت پر اصرار کرنے والا فاسق ہوتا ہے، اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اس لئے ان صاحب کو توبہ اور اپنے حال کی اصلاح کرنی چاہئے، ایک حافظِ قرآن سے ایسی حرکت کا صدور اور بھی بری بات ہے، البتہ کراہت کے ساتھ نماز ادا ہو جائے گی۔

فاسق کی امامت اور ایام استراحت میں تنخواہ کا مسئلہ

سوال:- {585} (الف) کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، جو: (۱) ماہانہ چندہ وصول کر کے مہینہ کے اخیر تک اپنے تصرف میں لاتا ہو، (۲) جو بھی چندہ دوسرے مہینہ کے شروع میں ہوتا ہے، وہ اپنی تنخواہ حاصل کرنے کے بعد بینک میں جمع کرتا ہو، (۳) عید الاضحیٰ کے موقعہ پر محلہ سے چرم قربانی وصول ہوتے ہیں، جس کی کوئی مقدار نہیں ہوتی، یہ سب چرم قربانی بذریعہ آٹو مشیر آباد لے جا کر فروخت کر دیا جائے، مگر یہ رقم دوسرے دن بینک میں جمع نہیں ہوتی، (آمدنی برائے مدرسہ) (۱) مہینہ بھر اس آمدنی کو اپنے تصرف میں لاتا ہے، (۲) کئی سالوں سے چرم قربانی کی وصولی کی رسائد اب تک چیک نہیں ہوئی، (۳) فروختگی کے لئے آٹو کا استعمال ہوتا ہے، جس کا کرایہ ادا ہوتا ہے، پھر اس پر کمیشن لگایا جاتا ہے، گھر گھر چرم قربانی کی وصولی کے لئے کمیشن لیا جاتا ہے، (۴) مسجد کے لیے جو کام کیا جائے وہ صرف مسجد کی بھلائی کے لئے کیا جائے، نہ کہ کسی شخص کی بھلائی کے لئے کیا جائے، (۵) ہر ماہ جو چندہ وصول کیا جاتا ہے اس کی رسائد تک نہیں کاٹی جاتی،

(۶) امام صرف امامت کے لئے ہوتے ہیں یا کسی اور مصرف کے لئے؟

(ب) کیا ایسے آدمی یا امام کے پیچھے نماز درست ہے جو علالت کی حالت میں چل پھر سکتا ہو، مثلاً ایکسیڈنٹ ہوگیا ہو، لیکن نماز پڑھنے کی قدرت نہ ہو اور کرسی وغیرہ پر آرام کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہو۔

(ج) کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز درست ہے جو علالت میں مبتلا ہو اور مسجد سے برابر تنخواہ بھی لیتا ہو، جو نہ خود نماز پڑھتا ہو اور نہ بیماری کی وجہ سے پڑھاتا ہو، لطف کی بات تو یہ ہے کہ مسجد کے اندر ہی مکان میں رہتا ہو، پھر نماز ضائع کردے۔

امامت کے لئے کیا قابلیت ہے، عالم، فاضل، حافظ اور قاری ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ (محمد امر اللہ خان، سکندرآباد)

جواب:- امامت اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور مناجات میں اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کی ترجمانی اور نمائندگی ہے، اس لئے امامت کا منصب بڑا اہم ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''الإمام ضامن ''(۱) امام کی نماز مقتدی کی نماز کو شامل ہے، اسلئے امام ایسے شخص کو ہونا چاہئے جو گناہوں سے محترز ہو، دینی اعتبار سے لوگوں کی نگاہ میں عزت و وقعت اور اعتماد رکھتا ہو اور اس کی زندگی ایسی نہ ہو کہ لوگ اس کو متہم کرنے اور اس پر انگلیاں اٹھانے کا موقعہ پائیں۔

" ولم يطعن فى دينه كذا فى الكفاية و هكذا فى النهاية و يجتنب الفو احش الظاهرة " (۲)

---

(۱) الجامع للترمذي ، حدیث نمبر:۲۰۷، باب ما جاء أن الإمام ضامن و المؤذن مؤتمن۔ محشی۔

(۲) الفتاوى الهندية :۱/۸۴۔

سوال میں امام صاحب کے متعلق جو اوصاف ذکر کئے گئے ہیں، وہ فسق کا باعث ہیں اور ان کا مرتکب فاسق ہے، اس لئے کہ اعانت کی رقم امانت ہے اور اس میں تصرف (چاہے بعد میں ادائیگی کی نیت سے ہو) ناجائز ہے۔ "والوديعة لا تودع ولا تعار ولا تؤاجر ولا ترهن و إن فعل شيئا منها ضمن "(۱)

اٹھنے بیٹھنے پر قدرت کے باوجود نماز ادا نہ کرنا معصیت ہے، اور یہ ان مسائل میں سے ہے جن پر فقہاء کا اتفاق ہے، اور فاسق کی امامت مکروہ ہے:

" و يجوز إمامة الأعرابي والأعمى والعبد و ولدالزنا والفاسق إلا أنها تكره " (۲)

عام نمازوں میں ایسے امام کی اقتداء سے گریز کرنا چاہئے، اور اگر کر لے تو اس کے اجر میں کمی واقع ہوگی:

" والفاسق إذا كان يؤم الجمعة وعجز القوم عن منعه قال بعضهم يقتدي به في الجمعة ولا يترك الجماعة بإمامته وفي غير الجمعة يستقبل من أن يتحول إلى مسجد آخر ولو صلى خلف مبتدع فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لكن لا ينال مثل ما ينال خلف تقي " (۳)

اگر مسجد کی مجلس انتظامی کی طرف سے رسائد کاٹنے کا اصول متعین ہو تو امام صاحب کا رسید نہ کاٹنا عہد کی خلاف ورزی بھی ہے، اور موقع تہمت سے بھی اجتناب جو حکم شرعی ہے، اس کے خلاف بھی ہے، بیماری کی حالت میں تنخواہ کا مسئلہ عرف اور باہمی معاہدہ پر موقوف ہے، اسی

---

(۱) الفتاوى الهندية :۴/ ۳۳۸۔

(۲) حوالہ سابق:۱/۸۴۔

(۳) خلاصة الفتاوی : ص: ۱۵۰۔

بناء پر فقہاء نے ایام تعطیل کی تنخواہ مدرسین کے لئے اور ایام استراحت کی امام اور قاضی کے لئے جائز رکھی ہے(۱) لہذا اگر مسجد کے مروجہ ضابطہ کی رو سے خدام مسجد کے لئے بحالت بیماری کام نہ کرنے کے باوجود تنخواہ کی سہولت رکھی ہو تو تاکہ وہ اپنے آپ کو امامت کے لئے تیار کر سکیں تو امام صاحب کا اپنی تنخواہ لینا درست ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

جن کی امامت مکروہ ہے

سوال:- {586} مسجد کی امامت کے لئے کیسے شخص کو منتخب کیا جائے، کیا ڈاڑھی مونڈنے والے کی یا غیر شرعی ڈاڑھی رکھنے والے کی امامت درست ہے؟　　(میر یاسین علی)

جواب:- امامت بڑا منصب ہے، امام اپنے منصب کے لحاظ سے خدا کے حضور مقتدیوں کا نمائندہ ہوتا ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا '' الإمام ضامن '' اس لئے امام ایسے شخص کو متعین کرنا چاہئے جو نماز پڑھنے والوں میں نسبتاً زیادہ متقی اور نماز سے متعلق احکام سے واقف ہو، کم سے کم اتنا تو ضروری ہے کہ نماز میں جتنی مقدار تلاوت مسنون ہے اتنا قرآن یاد ہو قرآن صحیح پڑھتا ہو اور نماز سے متعلق شرعی احکام سے واقف اور آگاہ ہو، فاسقانہ وضع قطع سے احتراز کرتا ہو، اور بدعتی نہ ہو۔

داڑھی منڈانا گناہ کبیرہ ہے اسی طرح ایسی داڑھی جو مسنون مقدار کے مطابق نہ ہو یا جس میں سنت کی ادائیگی کے بجائے صرف فیشن ہو اور اہل مغرب کی نقل ہو تو فقہاء نے اس کو بھی مکروہ لکھا ہے اس لئے ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے ان کو خود بھی امامت سے پرہیز کرنا چاہئے

---

(۱) ''نقل فی القنیة أن الامام للمسجد یسامح فی کل شهر أسبوعا للإستراحة أو لزيارة أهله و عیادة فی باب الإمامة ،إمام یترک الإمامة لزیارة اقربائه فی الرساتیق أسبوعا أو نحوه لمصیبته أو لاستراحته لا بأس به و مثله فی العادة والشرع'' (الأشباه و النظائر:ص:۹٦)

اور دوسروں کو بھی چاہئے کہ ان کو امام نہ بنائیں، تاہم اگر وہ نماز پڑھادیں تو نماز درست ہوجائیگی، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔(۱)

کراٹے میں ماہر امام

سوال:- {587} کسی مسجد کا امام جو کہ کراٹے میں ماہر ہو، اور بیرون ملک مقابلہ کے لئے ان کا انتخاب ہو، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہوجائے گی؟

(عبدالرشید، سکندرآباد)

جواب:- کراٹے کا مقصد قوت مدافعت حاصل کرنا ہے، لہٰذا اگر ساتر لباس کے ساتھ کوئی کراٹا سیکھتا اور سکھاتا ہو، اور اس میں ممتاز ہونے کی وجہ سے مقابلہ میں منتخب ہوتا ہو تو یہ ناجائز نہیں، اس لئے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، ہاں، اگر کوئی امام فسق میں مبتلا ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے، لیکن مقتدی کی نماز بہر حال ہوجاتی ہے، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے حجاج بن یوسف کی اقتداء میں بھی نماز ادا کی ہے، حالانکہ فقہاء نے اس کو اپنے عہد کا سب سے بڑا فاسق " أفسق اهل زمانه " قرار دیا ہے(۲) البتہ ایسے فاسق کو امام مقرر کرنا مکروہ ہے۔

عامل کے پیچھے نماز

سوال:- {588} ہمارے محلّہ کے عالم ہیں، اور اسی کے ساتھ عامل بھی، البتہ قرآنی عمل کے عامل ہیں، سفلی عمل کے عامل نہیں، قرآنی آیات پڑھ کر پھونکتے ہیں، ان کے پیچھے

---

(۱) "يجوز إمامة الأعرابي و الأعمىٰ و العبد و ولد الزنا و الفاسق إلا أنها تكره" (الفتاوى الهندية:۱/۸۴) محشی۔

(۲) مجمع الأنهر :۱/۱۰۸۔ محشی۔

نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ (عزیز احمد، شاہ علی بنڈہ)

جواب:- آیات قرآنی پڑھ کر دم کرنا جائز ہے اور حدیث سے ثابت ہے، (۱) اس لئے اس میں کچھ حرج نہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے، جو عامل مشرکانہ اور مبتدعانہ اقوال و افعال سے کام لیتا ہو، غیر محرم عورتوں کے ساتھ تنہائی اختیار کرتا ہو، غیب کی باتوں سے باخبر ہونے کا دعویٰ کرتا ہو، اس کو امام بنانا درست نہیں، اور افسوس کہ آج کل ایسے عاملوں کی کثرت ہے۔

امامت سے علاحدہ کرنا

سوال:- {589} آج کل یہ وبا عام ہوگئی ہے کہ اگر امام حافظ یا مقرر نہ ہو یا سال میں چلہ نہ لگائے تو امام صاحب کو مسجد سے نکال دیا جاتا ہے۔ (محمد عبداللہ، شاہ علی بنڈہ)

جواب:- اگر امامت کے لئے ذمہ داروں نے پہلے سے حافظ قرآن یا مقرر ہونے کی شرط لگائی ہو اور اسی بنیاد پر امام مقرر کیا ہو، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ اس وصف کے حامل نہیں ہیں، تو ان کو علاحدہ کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر پہلے سے یہ شرط نہیں لگائی تھی اور بعد کو اس شرط کا اضافہ کیا جائے اور حافظ یا مقرر نہ ہونے یا چلہ نہ لگانے کی بناء پر الگ کیا جائے تو جائز نہیں، ویسے رسول اللہ ﷺ نے امامت کے لئے تین چیزوں کو معیار بنایا ہے، عالم ہونا، صاحب قرآن، یعنی پورا قرآن یا قرآن کا کچھ حصہ یاد ہو اور اسے بہتر طور پڑھ سکتا ہو، اور متقی (أورع) ہونا، (۱) صرف ان ہی باتوں کو امامت کے لئے معیار بنایا جائے، تو یہ بات سنت سے قریب تر ہوگی۔

---

(۱) خود نبی ﷺ کا اپنے مرض الموت میں معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر پھونکنا حدیث سے ثابت ہے: "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها : أن رسول الله ﷺ كان ينفث على نفسه في المرض الذى مات فيه بالمعوذات الخ" (صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۵۷۳۵، باب الرقىٰ بالقرآن و المعوذات) محشی۔

(۲) "لقوله : من صلىٰ خلف عالم تقي فكأنما صلىٰ خلف نبي" (مجمع الأنهر: ۱/۱۰۷)

اگر امام کوتاہ عمل ہو

سوال:- {590} مؤذن صاحب امام کی غیر موجودگی میں اکثر نماز پڑھاتے ہیں، جو بدعت اور خرافات میں مبتلا ہیں، گھر میں ٹی وی کے سارے چینل موجود ہیں اور گھر کے سارے افراد اسے دیکھتے ہیں کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ (شیخ عبداللہ، مشیر آباد)

جواب:- شریعت میں مؤذن کا مقام بہت اونچا ہے، رسول اللہ ﷺ نے مؤذن اور امام کے لئے دعا فرمائی ہے، اس لیے اگر واقعی مؤذن صاحب ان نامناسب باتوں میں مبتلا ہوں، تو ان کو توبہ کرنی چاہئے اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہئے، آپ بھی نصح و خیر خواہی اور محبت کے جذبہ کے ساتھ ان کو سمجھانے کی کوشش کریں اور تنہائی میں ان سے گفتگو کریں، تا کہ ان کی بے عزتی نہ ہو اور خود ان کو اپنی اہانت کا احساس نہ ہو، اس طرح ان شاء اللہ کسی اختلاف اور فتنہ کے بغیر ان کی اصلاح ہو سکے گی اور یہی بہتر طریقہ ہے۔ اگر کوئی نامناسب شخص امام یا مؤذن ہو اور واقعی وہ فسق و فجور کے کاموں میں مبتلا ہو، تو انتظامیہ کو چاہئے کہ اس کی جگہ مناسب شخص کا تقرر کرے، اگر خود انتظامیہ کے لوگ اس کے لئے تیار نہ ہوں اور اس کو ہٹانے کی کوشش میں مسلمانوں کے درمیان افتراق و انتشار کا اندیشہ ہو، تو ایسے شخص کے پیچھے بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے، اور نماز درست ہو جائے گی، اس کی کوتاہیوں کا گناہ خود اس کو ہوگا، بہر حال ہر قیمت پر مسلمانوں کی اجتماعیت کو باقی رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اختلاف و انتشار سے مسلمانوں کو بچانا چاہئے۔

کاروباری شخص کی امامت

سوال:- {591} ہمارے محلے کی جامع مسجد کے امام صاحب کاروبار بھی کرتے ہیں، اور امامت بھی کرتے ہیں،

کاروباری امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

(کے، ایم محمود پاشاہ، مشیر آباد)

کیا کمیشن پر کاروبار کرنے والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟　　(محمد نثار احمد)

جواب:- امام ایسے شخص کو بنانا چاہئے جو علم و فضل ورع وتقویٰ میں سب سے بہتر ہو، جائز تجارت اور حلال طریقے سے کمیشن پر کاروبار کرنا اس کے منافی نہیں ہے، خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی ﷛ کو علم وفضل، ورع وتقویٰ میں جو مقام حاصل تھا وہ محتاج اظہار نہیں، ان کا بھی بہت بڑا کاروبار تھا، اسی وجہ سے انہیں اغنیاء صحابہ ﷡ میں شمار کیا جاتا ہے۔

ذریعۂ معاش کاروبار کو بنانا شریعت کی نگاہ میں محمود ہے، خود قرآن میں اس کی صراحت ہے کہ ''جب نماز پوری ہوجائے تو زمین میں چلو، پھرو اور اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرو'' (۱) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سچے، امانت دار تاجر، انبیاء، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوں گے، (۲) لہٰذا امام کا جائز تجارت اور حلال طریقے سے کمیشن پر کاروبار کرنا درست ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

امام، مقتدیوں سے اونچی جگہ پر

سوال:- {592} مسجد میں امام صاحب کے کھڑے ہونے کی جگہ پہلی صف کی جگہ سے ایک فٹ یا اس سے کچھ زائد اونچائی پر ہے، اتنی اونچائی پر کھڑے ہوکر امامت درست ہے یا نہیں؟　　(محمد مہتاب علی گولکنڈہ)

---

(۱) الجمعة:۱۰۔

(۲) الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۱۲۰۹، باب ماجاء في التجار۔

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ لوگ نیچے ہوں، اور امام اوپر، (۱) اس لئے فقہاء نے اس بات سے منع کیا ہے کہ امام تنہا مقتدیوں کی نماز کی جگہ سے ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ اونچائی پر نماز ادا کرے، اگر اس سے کم اونچائی ہو یا امام کے ساتھ ساتھ مقتدیوں کی بھی کم سے کم ایک صف امام کے ساتھ اونچی جگہ پر کھڑی ہو، تو کچھ حرج نہیں، تنہا امام کا اتنی اونچائی پر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے؛ البتہ جمعہ، عیدین، یا کسی خاص موقعہ پر اژدہام کی وجہ سے ایسا کرنا پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں؛ (۲) لہذا اگر ایک فٹ یا اس سے زیادہ اونچائی ہو لیکن ایک ہاتھ سے کم ہو تو کچھ حرج نہیں۔

امام اور مقتدیوں میں جالی کا فاصلہ

سوال:- {593} ہماری قدیم مسجد اور جدید تعمیر شدہ حصہ کے درمیان لوہے کی جالی لگی ہوئی ہے، کبھی کبھی امام صاحب قدیم مسجد میں کھڑے ہوکر امامت کرتے ہیں، اور پہلی صف جالی سے باہر تعمیر شدہ جدید حصہ میں ہوتی ہے، کیا اس صورت میں نماز صحیح ہوجاتی ہے، یا امام کو جالی سے باہر جدید تعمیر شدہ حصہ میں کھڑے ہوکر نماز ادا کرنی چاہئے؟

(محمد مہتاب علی، گولکنڈہ)

جواب:- اقتداء کے درست ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان شارع عام یا کوئی ایسی نہر جس میں کشتی چل سکتی ہو، فاصل نہ ہو، (۳) اور مقتدیوں کو امام

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۵۹۸، باب الإمام يقوم مكانا أرفع من مكان القوم۔ محشی۔

(۲) دیکھئے: الدر المختار و ردالمحتار :۱/۴۳۴۔

(۳) دیکھئے: الفتاوى الهندية:۱/۸۷۔ محشی۔

کی نقل وحرکت معلوم ہوتی رہے، آپ نے جو صورت ذکر کی ہے، اس میں امام اور مقتدیوں کے درمیان محض ایک جالی کا فصل ہے، اور جالی نہ امام کی آواز سننے میں رکاوٹ بنتی ہے اور نہ اس کی نقل وحرکت دیکھنے میں؛ اس لئے امام صاحب جالی کے اندر ہوں اور مقتدی باہر کے حصے میں، یہ صورت جائز ودرست ہے، کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ نئے اور پرانے حصہ کی سطح کے درمیان ایک ہاتھ اونچ نیچ کا فاصلہ نہ ہو، اگر اتنا فرق ہو تو جیسا کہ اس سے پہلے سوال کے جواب میں مذکور ہوا، کراہت تنزیہی ہے۔

نمازیوں کی ناپسندیدگی کے باوجود امامت

سوال:- {594} ایک مسجد میں امام صاحب جو مسجد کے صدر بھی ہیں، کافی عرصہ سے امامت کر رہے ہیں، بہت سے مصلی ان سے ناراض ہیں، ان کی قراءت، الفاظ کی ادیگی اور تلفظ صحیح نہیں ہے، نہ دوسرے امام کا تقرر کرتے ہیں، اور نہ خود اپنا نائب مقرر کرتے ہیں۔ (محمد فہیم الدین، دھارو گل)

جواب:- اگر مقتدی حضرات ان کی کم علمی اور قراءت وغیرہ میں دسترس نہ ہونے کی وجہ سے ان کی اقتداء کو پسند نہیں کرتے، تو امام صاحب کو اس کا لحاظ کرنا چاہئے اور امامت سے دستبردار ہو کر بہ حیثیت صدر کسی عالم یا کم سے کم مجود حافظ کو امام مقرر کر دینا چاہئے، ایسی صورت میں انشاء اللہ انہیں اجر وثواب حاصل ہوگا، مقتدی کی کسی معقول وجہ کی بناء پر کراہت وناپسندیدگی کے باوجود امامت پر مصر رہنا مذموم بات ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے تین اشخاص پر لعنت فرمائی ہے، ان میں ایک وہ شخص ہے جو ایسے لوگوں کی امامت کرے کہ لوگ اس کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوئے کراہت محسوس کرتے ہوں، " رجل أم قوما وهم له كارهون "(۱)

---

(۱) الجامع للترمذی مع تحفة الأحوذی :۲/۲۸۹۔
سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۵۹۳، باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون۔ محشی۔

اہل علم اور معمر حضرات کی موجودگی میں نوجوان حافظ کی امامت

سوال:- {595} وقتی امامت کے لئے کیا ایک نوجوان حافظِ قرآن قابلِ ترجیح ہے ایک ایسے مصلی پر جہاں اہل علم اور معمر حضرات موجود ہوں؟ (ابن غوری، نلگنڈہ)

جواب:- جو شخص احکام نماز سے زیادہ واقف ہو، وہ حافظ سے زیادہ امامت کا اہل ہے:

"و الأحق بالإمامة تقديما بل نصبا الأعلم بأحكام الصلاة" (۱)

نیز اگر دو شخص امامت کے اہل ہوں، تو جو عمر کے اعتبار سے بڑا ہو، وہ امامت کا زیادہ حق دار ہے، "ثم الأسن" (۲)

ڈاڑھی منڈائے ہوئے شخص کی امامت

سوال:- {596} ایک صاحب نہ داڑھی رکھتے ہیں اور نہ مونچھیں، نیز شرٹ، پینٹ پہنتے ہیں، اور امامت بھی کرتے ہیں، کیا ایسے شخص کا نماز پڑھانا جائز ہے؟ اور جو لوگ ان کی اقتداء میں نماز ادا کریں، کیا ان کی نماز درست ہو جائے گی؟ (محمد ابراہیم رئیس، نظام آباد)

جواب:- نماز تو ہر مسلمان کے پیچھے ہو جاتی ہے، (۳) البتہ مسئلہ یہ ہے کہ کیا ایسے شخص

(۱) رد المحتار: ۲/۲۹۴ (زکریا)۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۳) "نبی ﷺ نے فرمایا: "الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برا كان أو فاجرا و إن عمل الكبائر" (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۵۹۴، باب إمامة البر و لفاجر) نیز دیکھئے: الفتاوی الهندية: ۱/۸۴۔

کو امامت کرنی چاہئے؟ رسول اللہ ﷺ نے بتاکید داڑھی رکھنے کا حکم فرمایا ہے، (۱) لہذا داڑھی منڈانا فاسق ہونے کی علامت ہے، اور فاسق کے پیچھے گو نماز درست ہو جاتی ہے، لیکن اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، چونکہ نماز کی امامت ایک بڑی امانت ہے، اور فاسق اسے اٹھانے کے لائق نہیں، ''لأن الإمامة أمانة عظيمة فلا يتحملها الفاسق '' (۲) اگر کوئی شخص ان صاحب سے زیادہ بہتر موجود ہو تو انہیں خود اس سے احتیاط کرنی چاہئے کہ دوسرے کی نماز کا بوجھ اس مسلسل فسق و گناہ کے ساتھ اپنے سر اٹھائیں، اور داڑھی نہ رکھ کر اپنے آپ کے منصب امامت سے محروم ہونے سے یقیناً یہ بات بہتر ہے کہ ایک مسلمان داڑھی رکھ کر اپنے آپ کو منصب امامت کا اہل بنالے کہ اس میں اس کی دنیا کی بھی بھلائی ہے، اور آخرت کی بھی اور یہی اہل ایمان کی شان ہے۔

نابینا کی اقتداء

سوال:- {597} (الف) مستقل امام جو حافظ و عالم دین ہیں، کی موجودگی میں کیا ایک نابینا شخص کو جو حافظ اور دینی مدرسہ میں استاذ ہیں اور مستقل امام صاحب کے بھی استاذ ہیں، فرض نماز کی امامت کے لئے آگے بڑھایا جا سکتا ہے؟

(ب) منع کرنے کے باوجود اگر نابینا حافظ صاحب کو امامت کے لئے آگے بڑھایا جائے تو کیا ہم ان کی اتباع میں فرض نماز ادا کر سکتے ہیں؟ یا علاحدہ نماز پڑھنا بہتر ہے؟

(ج) نابینا شخص کے امام ہونے کی وجہ سے میں نے

---

(۱) '' إنهكوا الشوارب و اعفوا اللحي '' (صحيح البخاري ، حدیث نمبر: ۵۸۹۳، باب اعفاء اللحي) محشی۔

(۲) بدائع الصنائع : ۱/۳۸۶۔

علاحدہ نماز ادا کی،تو میری نماز ہوگئی یا نہیں؟

(محمد اسماعیل، بھالکی، بیدر)

جواب:- (الف) اگر وہ نابینا حافظ پاکی وغیرہ کے سلسلہ میں احتیاط کرتے ہوں اور ان کو امام بنانے پر مقتدیوں کو اعتراض نہیں ہو،تو انہیں امامت کے لئے آگے بڑھانا درست ہے، نابینا کے امام بننے میں فی نفسہ کوئی حرج نہیں، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم ؓ کو اپنے بعض اسفار کے موقع پر مدینہ کا گورنر بنایا ہے، ایسے مواقع پر وہ لوگوں کی امامت کرتے تھے،(۱) حضرت عتبان بن مالک ؓ نابینا تھے، اور اپنے محلہ کی مسجد میں وہی امامت فرمایا کرتے تھے، بخاری میں کئی مواقع پر اس کا ذکر موجود ہے۔(۲) فقہاء نے نابینا کی امامت کو دو صورتوں میں مکروہ قرار دیا ہے، ایک یہ کہ وہ پاکی ناپاکی کے مسئلہ میں احتیاط نہ کرتا ہو، دوسرے اس کے نابینا ہونے کی وجہ سے لوگ اس کی اقتداء میں کراہت محسوس کرتے ہوں (۳) اگر یہ باتیں نہ ہوں تو نابینا کی امامت میں کچھ حرج نہیں۔

(ب) اگر لوگ ان نابینا صاحب کی امامت کو پسند نہیں کرتے ہوں، تو انہیں آگے بڑھانے سے گریز کرنا چاہئے، لیکن اگر بڑھا ہی دیا جائے تو ان کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہئے، مقتدیوں کی نماز ادا ہو جائے گی۔

(ج) محض امام کے نابینا ہونے کی وجہ سے آپ کا علاحدہ نماز ادا کرنا قطعاً نادرست ہے، اور غلط عمل ہے، رسول اللہ ﷺ نے تو فاسق وفاجر کے پیچھے بھی نماز ادا کر لینے کی اجازت

---

(۱) سنن أبي داؤد:۱/۸۸،حدیث نمبر:۵۹۵،باب إمامة الأعمیٰ۔

(۲) دیکھئے:صحیح البخاري ،حدیث نمبر:۴۲۵، باب المساجد فی البیوت ، کتاب الصلاۃ ، نیز دیکھئے:حدیث نمبر:۶۶۷،باب الرخصة في المطر و العلة أن یصلی في رحله، کتاب الأذان ،امام مسلمؒ نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے،دیکھئے:صحیح مسلم ، حدیث نمبر:۲۶۳،باب الرخصة في التخلف عن الجماعة بعذر ، کتاب المساجد۔محشی۔

(۳) دیکھئے:البحر الرائق :۱/۳۴۸۔

دی ہے،(۱) تاکہ امت کی اجتماعیت باقی رہے،اور صحابہ ﷺ نے حجاج بن یوسف جیسے ظالم کے پیچھے بھی نماز ادا کی ہے، امام کا نابینا ہونا تو ظاہر ہے کہ اس سے بہت ہی کمتر بات ہے کیونکہ بینا اور نابینا ہونا اپنے اختیار میں نہیں۔

مخنث کی امامت وخطابت

سوال:- {598} اگر کوئی شخص مخنث ہو تو کیا اس کی امامت وخطابت ممکن ہے؟ واضح ہو کہ باوجود تنبیہ کے وہ شخص اس قبیح عمل سے باز نہیں آتا اور امامت وخطابت پر مامور ہے۔ (محمد عبداللطیف، چادرگھاٹ)

جواب:- اگر کوئی شخص تخلیقی اعتبار سے مخنث ہو تو مردوں کا امام نہیں ہوسکتا، (۲) اور نکاح پڑھانے کی ذمہ داری بھی اسے سپرد کرنا درست نہیں، اور اگر مخنث ہونے سے بداطوار ہونا مراد ہے تو ایسا شخص فاسق وفاجر ہے، امامت وخطابت جیسے منصب پر اس کا فائز کیا جانا یا نکاح پڑھانے کی ذمہ داری اس کو سپرد کرنا قطعاً درست نہیں کہ اس سے فسق وفجور کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، اور فتنہ کا اندیشہ ہے۔

جس امام کی فجر قضاء ہوگئی ہو

سوال:- {599} اگر امام کی صبح کی نماز قضا ہوگئی ہو تو کیا وہ باقی نمازوں میں امامت کرسکتا ہے؟ (ممتاز احمد، نامپلی)

---

(۱) " الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برا كان أو فاجرا و إن عمل الكبائر " (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۵۹۴، باب إمامة البر والفاجر)

(۲) " و إمامة الخنثىٰ المشكل ... للرجال و الخنثىٰ مثله لا يجوز " (الفتاوى الهندية : ۱/۸۵) محشی۔

جواب:- اگر امام نے بلا عذر صبح کی نماز نہ پڑھی ہو، تو یہ گناہ ہے، اور اسے توبہ کرنی چاہئے اور اگر کسی عذر کی بناء پر نماز ادا نہ کرسکا، تو معذور ہے، گنہگار نہیں، اگر وہ صاحب ترتیب ہو تو اسے چاہئے کہ فجر کی قضاء کرنے کے بعد بقیہ نمازیں پڑھائے، صاحب ترتیب نہ ہو تو ظہر سے پہلے ہی قضاء کرنا ضروری نہیں، بہر حال ایسا نہیں ہے کہ صبح کی نماز قضاء ہونے سے بقیہ نمازوں کی امامت جائز نہ ہو، امام ہو یا مقتدی، دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

اگر امام پابندی نہ کرے؟

سوال:- {600} امام پانچ نمازوں کی امامت کرنے کی تنخواہ لیتے ہیں، اگر نماز نہ پڑھائیں تو کیا ان کی روٹی حرام نہیں ہوتی؟ (ممتاز احمد، نامپلی)

انسان کے ساتھ طبعی اور شرعی اعذار لگے ہوئے ہیں، اس لئے اگر کوئی امام عذر کی بناء پر کسی وقت کی امامت نہیں کر پایا، یا اس نے مسجد کے مقررہ ضابطہ کے مطابق رخصت حاصل کر لی، تو ان دنوں کی تنخواہ اس کے لئے جائز ہے،(۱) جیسا کہ ہر شعبۂ ملازمت میں رخصت اور تعطیل کا اصول ہے، بلکہ بعض فقہاء نے تو امام کو مہینہ میں ایک ہفتہ کی رخصت دینے کی بات کہی ہے، تا کہ وہ دوسرے حقوق و واجبات کو بھی ادا کر سکے، اور یوں بھی امام کو اتنی حقیر اجرت ادا کی جاتی ہے کہ جس کو تنخواہ اور اجرت کہنا شاید مناسب بھی نہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں یہ جذبہ پیدا ہونا چاہئے کہ وہ امام اور دینی خدمت گزاروں کو زیادہ سے زیادہ سہولت پہونچانے کی کوشش کریں، نہ یہ کہ ان کی حلال روٹی کو بھی حرام کرنے کے لئے کوشاں ہوں۔

---

(۱) "نقل في القنية : أن الإمام للمسجد يسامح في كل شهر أسبوعا للإستراحة أو لزيارة أهله و عيادة ، إمام يترك الإمامة لزيارة أقربائه في الرساتيق أسبوعا أو نحوه لمصيبة أو لإستراحة لا بأس به ،و مثله في العادة و الشرع" (الأشباه و النظائر :ص:۹۹) محشی۔

امام کے پیچھے قراءت فاتحہ

سوال:- {601} ایک مولانا نے کہا ہے کہ جب امام کے پیچھے نماز ادا کر رہے ہوں تو مقتدی کو بھی سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے، حالانکہ ہم نے سنا اور پڑھا تھا کہ امام کے پیچھے قرآن نہیں پڑھنا چاہئے، بلکہ خاموش کھڑا ہونا چاہئے، صحیح طریقہ کیا ہے؟　　(شیخ محمد عمران، وصل، بلال، بودھن)

جواب:- امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے یا نہیں؟ اس میں سلف صالحین کے درمیان اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ اور اکثر فقہاء کی رائے ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا امام ہو، تو امام ہی کی قراءت اس کی قراءت ہے" من كان له امام فقراءة الامام له قراءة "(۱) اس لئے آپ جس طریقہ پر نماز پڑھ رہے ہوں یعنی امام کے پیچھے خاموش رہ کر، وہی زیادہ صحیح ہے۔

امام کا محراب سے ہٹ کر کھڑا ہونا

سوال:- {602} ہماری مسجد میں محراب کو چھوڑ کر پہلی صف میں امام صاحب کا مصلی بچھایا جاتا ہے اور جماعت دوسری صف سے شروع ہوتی ہے، اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ امام صاحب کو ہر نماز محراب میں ٹھہر کر پڑھانی چاہئے؛ کیا واقعی یہی مسئلہ ہے؟　　(محمد ریاض، حسینی مسجد، وجے نگر کالونی)

جواب:- امام کے لئے جائے قیام کے سلسلہ میں دو باتیں مستحب ہیں: ایک یہ کہ وہ

---

(۱) سنن ابن ماجة: ۱/۶۱، حدیث نمبر: ۸۵۰، باب إذا قرأ الإمام فانصتوا، الجوهر النقي: ۲/۱۵۹۔

وسط میں کھڑا ہو، دوسرے بلاضرورت محراب سے ہٹ کر کھڑا نہ ہو بلاضرورت محراب سے ہٹ کر کھڑا ہونا مکروہ ہے:

" و مقتضاه أن الامام لو ترك المحراب و قام فی غيره يكره و لو كان قيامه وسط الصف "(۱)

زکوۃ کھانے والے کی امامت

سوال:- {603} کیا زکوۃ وصدقات کھانے والا امامت کرسکتا ہے؟ (محمد عبدالحلیم، جڑچلا)

جواب:- زکوۃ وصدقات کے مستحق ہونے اور نہ ہونے کا تعلق آدمی کی ضرورت اور احتیاج سے ہے اور امامت کے لئے علم اور عمل صالح میں بہ مقابلہ دوسرے نمازیوں کے نسبتاً بہتر اور افضل ہونا مطلوب ہے، اگر کوئی شخص امامت کرنے کا اہل ہے، اسے ذمہ داران مسجد نے امام مقرر کیا ہے لیکن معاشی اعتبار سے وہ زکوۃ کا مستحق ہے، تو ایسا شخص امام بھی ہوسکتا ہے اور اس کو زکوۃ بھی دی جاسکتی ہے، بلکہ صالحین اور دین داروں کو زکوۃ دینے میں زیادہ اجر ہے، کیونکہ یہ نیکیوں میں بالواسطہ تعاون ہے۔

سودی قرض لینے والے کی امامت

سوال:- {604} ایک آٹورکشہ دس ہزار روپیہ فینانس پر خریدا گیا ہے جو کچھ سود کے ساتھ ادا کرنا پڑتا ہے، اس خریدنے والے کی امامت درست ہے یا نہیں؟ (غلام ربانی)

جواب:- سود لینا کسی صورت جائز نہیں ہے، ہاں ناگزیر معاشی ضروریات کی تکمیل کیلئے اس قسم کے قرض کی گنجائش ہے؛ لہذا اگر امام صاحب کا یہ عمل بر بناء ضرورت ہے تو جائز ہے

(۱) رد المحتار :۲/۳۱۵۔

اوران کی امامت میں کوئی کراہت نہیں ہے اور جہاں تک امامت کے درست ہونے کی بات ہے تو فاسق کی بھی امامت کراہت کے ساتھ درست ہے، اور اگر اس کو ہٹانے کی وجہ سے مسلمانوں میں فتنہ یا انتشار پیدا ہونے کا اندیشہ ہے تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لیا جائے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا" صلوا خلف کل بر و فاجر "(۱) ہر نیک وبد کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہو۔(۲)

شک کی وجہ سے امام مقتدی کا عمل دیکھے

سوال:- {605} ایک صاحب نماز پڑھاتے ہیں، لیکن اکثر رکعت کے بارے میں بھول جاتے ہیں اور دوسرے سجدے سے اٹھتے ہوئے کنکھیوں سے مقتدیوں کی طرف دیکھتے رہتے ہیں کہ وہ قعدہ میں جارہے ہیں یا قیام میں؟ تاکہ اس کے مطابق نماز پوری کریں، کیا اس طرح دیکھنا جائز ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی؟ (عبدالحی ،یاقوت پورہ)

جواب:- نماز کی حالت میں گوشۂ چشم سے دائیں بائیں یا آگے پیچھے دیکھنا مکروہ نہیں، خاص کر ایسی صورت میں جب کہ نماز ہی کو درست رکھنا مقصود ہو، رسول اللہ ﷺ بھی بعض اوقات

---

(۱) " الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برا كان أو فاجرا و إن عمل الكبائر " (سنن أبي داؤد ،حدیث نمبر:۵۹۴،باب إمامة البر و لفاجر)

(۲) (والصلوة خلف كل بر و فاجر) أى صالح و طالح (من المؤمنين .جائزة) أى لقوله عليه السلام : " صلوا خلف كل بر و فاجر" اخرجه الدارقطنى عن ابى هريرة ﷺ و كذا والبيهقى (شرح الفقه الاكبر:ص:۱۰۷)

فمن ترك الجمعة و الجماعة خلف الإمام الفاجر فهو مبتدع عند أكثر العلماء و الصحيح أنه يصليها و لا يعيدها (شرح الفقه الاكبر :ص:۱۰۷)۔ جو شخص جمعہ و جماعت فاجر امام کی وجہ سے چھوڑ دے تو وہ شخص بدعتی ہے، اکثر علماء کے نزدیک اور صحیح یہ ہے کہ فاجر کے پیچھے نماز پڑھی جائے گی اور اس کا اعادہ بھی نہیں کیا جائے گا۔

نمازیوں کو گوشۂ چشم سے دیکھا کرتے تھے،(۱) تاکہ اگر ان سے کچھ کوتاہی ہو تو اس کی اصلاح فرمائیں، اس لئے شک پیدا ہو جانے کی صورت میں مقتدی کی کیفیت کو دیکھ کر اپنی نماز پوری کی جاسکتی ہے، فقہ حنفی کی معروف کتاب فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

"رجل صلى بقوم فلما صلى ركعتين وسجد الثانية شك أنه صلى ركعة أو ركعتين ... فلحظ إلى من خلفه ليعلم بهم إن أقاموا قام هو معهم وإن قعدوا يعتمد بذلك فلابأس به ولا سهو"(۲)

"ایک شخص لوگوں کو نماز پڑھائے جب دو رکعت پڑھ کر دوسرا سجدہ کرے، تو شک ہو جائے کہ اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو رکعت، لہٰذا وہ پیچھے کی طرف دیکھے تاکہ مقتدیوں کے ذریعہ جان سکے کہ اگر وہ کھڑے ہوں تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور اگر وہ بیٹھیں ہوں تو یہ بھی بیٹھ جائے، اس میں کچھ حرج نہیں، اور ایسی صورت میں سجدۂ سہو بھی واجب نہیں"

تاہم امام صاحب کو چاہئے کہ نماز کے وقت اپنے ذہن کو یکسو اور مرتکز رکھنے کی کوشش کریں، تاکہ بار بار ایسا سہو نہ ہو۔

---

(۱) "عن ابن عباس ؓ : أن رسول الله ﷺ كان يلحظ في الصلاة يمينًا وشمالًا و لا يلوى عنقه و ظهره"(الجامع للترمذي ،حدیث نمبر:۵۸۷،باب ما ذكر في الالتفات في الصلاة)

(۲) الفتاوی التاتار خانية:۱/۷۵۲۔

امام سے فروعی مسائل میں اختلاف ہو

سوال:- {606} میری بستی میں ایک ہی مسجد ہے، میرے ایک دوست کو یہاں کے پیش امام سے چند فروعی مسائل پر اختلاف رائے ہے، ایسی صورت میں کیا وہ اس کی اقتداء میں نماز ادا کرسکتا ہے؟ (وہاب بھارتی، شکرنگر)

جواب:- اگر آپ نے ان فروعی مسائل کی وضاحت کی ہوتی تو زیادہ متعین طریقہ پر آپ کو رائے دی جاسکتی تھی، فروعی مسائل میں اختلاف کی چند صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ نماز کے علاوہ دوسرے مسائل میں اختلاف ہو، ایسی صورت میں اقتداء میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اقتداء نماز تک محدود ہے، نماز سے باہر کے افعال سے متعلق نہیں، اگر اختلاف خود افعال نماز یا احکام طہارت میں ہے، تو یہ اختلاف اولی اور غیر اولی، بہتر اور کم بہتر کا ہے، یا جائز و ناجائز کا؟ اگر بہتر اور کم بہتر کا اختلاف ہے تو اب بھی بالاتفاق اقتداء میں کوئی حرج نہیں، اگر اختلاف جائز ہونے اور نہ ہونے کا ہو، مثلاً امام عورت کو چھونے کی وجہ سے وضوٹوٹنے کا قائل نہ ہو، مقتدی قائل ہو، تو ایسی صورت میں اگر اختلافی مسائل میں احتیاط ملحوظ رکھتا ہو اور مواقع اختلاف سے بچتے ہوئے ایسا عمل کرتا ہو جو تمام فقہاء کے نزدیک درست ہو جائے تو بالاتفاق اس کی اقتداء کی جاسکتی ہے۔

ہاں! اگر اختلاف ایسے مسائل میں ہو کہ امام کی رائے پر نماز درست ہوجاتی ہو، اور مقتدی کے مسلک پر نماز درست نہ ہوتی ہو، اور امام اپنے مسلک پر عمل کرے تو اس صورت میں بعض فقہاء کے نزدیک مقتدی کے لئے اس کی اقتداء درست نہیں ہوگی، لیکن امام ابوبکر جصاص رازیؒ (جو بہت مشہور اور مستند حنفی فقیہ ہیں) کا قول ہے کہ نماز درست ہو جائے گی، اور اسی قول کو محقق علماء نے قبول کیا ہے،(۱) لہذا صحیح یہی ہے کہ اس صورت میں بھی نماز ادا کرتا رہے،

(۱) الکفایۃ :۱/۳۸۱، نیز دیکھئے: رد المحتار :۱/۳۴۴۔ محشی۔

رسول اللہ ﷺ نے تو بوقت ضرورت مسلمانوں کی اجتماعیت کو برقرار رکھنے کے لئے فاسق کے پیچھے بھی نماز ادا کرنے کی اجازت دی ہے(۱) تو فروعی اختلاف تو بہرحال اس کے مقابلہ میں کمتر ہے، کیونکہ یہ اختلاف عہد صحابہ سے موجود ہے۔

(۱) نیل الأوطار:۲/۲۸۔
نیز دیکھئے: سنن أبي داؤد ،حدیث نمبر:۵۹۴،باب إمامة البر و الفاجر۔ محشی۔

نمازِ وتر کا بیان

سنت عشاء کی نیت سے وتر

سوال:- {607} عشاء کی دو رکعت سنت کی نیت کی، مگر روانی میں تین رکعت واجب الوتر ادا کر دی، تو اس صورت میں کیا کرنا ہوگا؟ (سید فاطمہ، ناندیڑ)

جواب:- جب سلام پھیرنے کے بعد اس صورت حال پر متنبہ ہوا اور سجدۂ سہو نہیں کر سکا تو عشاء کی سنت ادا نہ ہوئی، اور نیت نہ ہونے کی وجہ سے وتر بھی ادا نہ ہوئی، دوبارہ سنتِ عشاء اور وتر کی نماز ادا کرنی چاہئے۔

دو قعدہ سے نمازِ وتر

سوال:- {608} ہمارے یہاں نماز وتر مغرب کی نماز کی طرح ادا کی جاتی ہے، چونکہ دونوں میں تین رکعتیں پڑھی جاتی ہیں، لیکن حال ہی میں میں نے ایک کتاب میں

پڑھا ہے کہ اگر وتر میں تین رکعتیں ادا کی جائیں تو یہ مغرب کی طرح نہیں ہونا چاہئے، وتر میں دوسری رکعت کے بعد تشہد کے لئے بیٹھے بغیر تین رکعتیں مسلسل ادا کرنا چاہئے، براہ کرم وتر پڑھنے کا صحیح طریقہ بتائیں اور یہ بھی کہ کیا وتر میں دعاء قنوت پڑھنا ضروری ہے؟ (نظیر سہروردی، ناندیر)

جواب:- حنفیہ کے نزدیک وتر کی نماز دو قعدوں کے ساتھ مغرب ہی کی طرح ادا کی جائے گی؛ چنانچہ ابوالعالیہؒ نماز وتر کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ؓ نے ہمیں تعلیم دی کہ نماز وتر نماز مغرب کی طرح ہے، وتر رات کی وتر ہے، اور مغرب دن کی وتر ہے۔ (۱) البتہ بعض فقہاء کے نزدیک تین رکعت وتر اگر ایک سلام سے پڑھی جائے تو ایک ہی قعدہ کیا جائے گا، یہی رائے فقہاء حنابلہ کی ہے۔

تراویح سے پہلے وتر

سوال:- {609} نماز عشاء کے بعد دو سنت کے ساتھ ہی تین رکعت وتر پڑھ سکتے ہیں یا تراویح کے بعد امام کے ساتھ ہی وتر پڑھنا ضروری ہے؟ (بی عبدالعزیز منتظر، مشیر آباد)

جواب:- تراویح سے پہلے ہی وتر پڑھ لی جائے تب بھی تراویح اور وتر کی نمازیں ادا ہوجائیں گی:

" والصحيح ان وقتها بعد العشاء الى طلوع الفجر قبل الوتر و بعده " (۲)

لیکن بہتر ہے کہ وتر کی نماز تراویح کے بعد جماعت کے ساتھ ادا کی جائے:

---

(۱) فتح القدير بحواله طحطاوی :۱/۳۲۷۔

(۲) الفتاوى الهندية:۱/۱۱۵، البحر الرائق :۲/۱۱۹۔

"و الصحیح أن الجماعة فیها افضل " (۱)

دعاء قنوت سے پہلے بسم اللہ

سوال:- {610} نماز وتر میں دعاء قنوت سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ (سید خالد علی، شادنگر)

جواب:- دعاء قنوت یا کسی اور دعاء سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ثابت نہیں، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم اذکار میں سے صرف قرآن مجید کے شروع میں پڑھا جاتا ہے، خاص طور پر نماز میں اسی قدر پڑھنا چاہئے جو ثابت ہو، کیونکہ نماز عبادت ہے اور عبادت میں قیاس ورائے کو دخل نہیں۔

وتر میں قعدۂ اولی

سوال:- {611} رمضان میں وتر کی جماعت میں امام صاحب جو کسی عرب ملک کے تھے تین رکعت ایک ہی قعدہ سے پڑھائی، میرے پوچھنے پر کہا کہ ایسا پڑھنا بھی سنت ہے، جہاں تک مجھے معلوم تھا کہ وتر دو سلام سے یا ایک سلام سے پڑھ سکتے ہیں یعنی دو رکعت پڑھیں اور سلام پھیریں پھر ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیریں (یہ امام شافعی کا طریقہ ہے) امام اعظم کا جو مسلک ہے وہ یہ ہے کہ تین رکعت ایک سلام سے پڑھیں لیکن دو رکعت کے بعد قعدہ کریں پھر اٹھیں اور تیسری رکعت پوری کریں، اس سے متعلق میں آپ سے معلوم کرنا چاہتا ہوں جواب حوالہ کے ساتھ لکھیں۔ (مبین احمد فلاحی، ہریانہ)

---

(۱) البحر الرائق :۲/۱۲۲۔

جواب:- وتر میں صرف ایک ہی تشہد پر اکتفاء کرنا ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی مذہب نہیں ہے، صحاح ستہ میں مسلم، ابوداؤد، اور نسائی نے سعد بن ہشام کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور ﷺ کے وتر اور نماز تہجد کی جو تفصیل نقل کی ہے اس میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے پہلی دو رکعتوں کے اختتام پر بھی قعدہ کیا ہے، (۱) لیکن بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ نہیں کیا بلکہ تیسری ہی رکعت میں بیٹھے جیسا کہ مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور آخر میں قعدہ کرتے تھے، (۲) لیکن محدثین اور اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ آخر میں قعدہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے لیے، قعدہ آخری رکعت میں ہوتا تھا، دوسری رکعت کے اختتام پر محض قعدہ ہوتا تھا، سلام والا قعدہ نہیں ہوتا تھا۔ (۳)

فجر میں دعاء قنوت

سوال:- {612} ہمارے شہر کی تقریباً تمام مساجد میں فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد قومہ میں ایک طویل دعا بآواز بلند پڑھی جارہی ہے، جس کو تمام مقتدی حضرات خاموش

---

(۱) مشکوة المصابیح بحوالۂ مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۵۷۔

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: كان رسول الله ﷺ يصلي من الليل ثلاث عشرة ركعة يوتر من ذلك بخمس، لا يجلس في شيئ إلا في آخرها" متفق عليه، (مشکوة المصابیح، حدیث نمبر: ۱۲۵۶)

(۳) عن سعد بن هشام أن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها حدثته أن رسول الله ﷺ كان لا يسلم في ركعتي الوتر "نسائی شریف اور صحیح مسلم میں ہے" يصلي تسع ركعات لا يجلس فيها إلا في الثانية "(صحيح مسلم: ۱/۲۲۶)" وهو ثلث ركعات كالمغرب" (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۱/۴۴۷) "كالمغرب أفاد أنه إن القعدة الأولىٰ واجبة" (شامی: ۱/۴۴۷، باب الوتر والنوافل)

کھڑے سنتے ہیں، پھر باقی نماز مکمل کی جاتی ہے، کیا اس طرح دعاء قنوت پڑھنے کی اجازت ہے اور ایسی صورت میں ہماری فرض نماز ادا ہوجائے گی ؟ (شیخ یوسف علی ، جگتیال)

جواب:- رسول اللہ ﷺ سے نماز فجر میں ہمیشہ دعاء قنوت پڑھنا ثابت نہیں، یہی حنفیہ اور اکثر فقہاء کی رائے ہے، (۱) لیکن مسلمان جب کسی بڑی ابتلاء سے دوچار ہوں تو ایسے موقعوں پر چند دنوں آپ ﷺ کا فجر میں خصوصی طور پر دعاء قنوت پڑھنا ثابت ہے، (۲) اس کو قنوت نازلہ کہتے ہیں، پس اس کا معمول نہ بنایا جائے، البتہ مسلمانوں کے غیر معمولی طور پر مصیبت میں مبتلاء ہونے کے وقت یہ دعاء پڑھی جاسکتی ہے۔

(۱) " (ولا يقنت لغيره) إلا لنازلة فيقنت الإمام في الجهرية " (الدر المختار على رد المحتار :۲/۴۴۸) محشی۔

(۲) چنانچہ جب قبائل رعل، ذکوان، عصیہ اور بنی لحیان والوں نے ستر قراء انصاری صحابہ ﷺ کو قتل کردیا، تو حضور ﷺ نے نماز فجر میں ایک مہینہ تک ان کے خلاف قنوت نازلہ کا اہتمام فرمایا: "أن نبي الله ﷺ قنت شهرا في صلاة الصبح يدعوا على أحياء من إحياء العرب على رعل و ذكوان و عصية و بنى لحيان " (دیکھئے: صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۴۰۹۰، باب غزوة الرجيع و رعل و ذكوان و بئر معونة، كتاب المغازي) محشی۔

سنت اور نفل نمازیں

سنت مؤکدہ کی تعریف

سوال:- {613} سنتِ مؤکدہ کی تعریف کیا ہے؟ اور کیا نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے؟ (سید رسول، سلطان شاہی)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے بطور عبادت کے جس کام کو پابندی کے ساتھ کیا ہو، لیکن کبھی کبھی بلا عذر اسے چھوڑ بھی دیا ہو، یا چھوڑا تو نہ ہو، لیکن چھوڑنے والے پر نکیر نہ فرمائی ہو، اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں، (۱) —— سنت مؤکدہ بھی واجب ہی کی طرح ہے، یعنی جیسے واجب کا مطالبہ کیا جاتا ہے، سنت مؤکدہ کا بھی مطالبہ کیا جائے گا، البتہ واجب کا ترک سزا و عقاب کا موجب ہے، اور سنت مؤکدہ کا ترک احیانا عقاب کا موجب نہیں:

" وحكمها كالواجب ... إلا أن تارك الواجب يعاقب وتاركها لا يعاقب " (۲)

---

(۱) دیکھئے: التعريفات الفقهية :ص:۳۲۸، الموجز في أصول الفقه :ص:۴۰-۳۹۔

(۲) التعريفات للجرجاني :ص:۱۳۸۔

صحیح قول یہی ہے کہ تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے، مردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی؛ کیونکہ خلفائے راشدین نے اس کی پابندی فرمائی ہے:

"التراویح سنة مؤکدة لمواظبة الخلفاء الراشدین للرجال والنساء" (۱)

سنت مؤکدہ کا اہتمام ضروری ہے

سوال:- {514} میں ایک مسجد میں روزانہ ظہر کی نماز ادا کرتا ہوں، وہاں اکثر میں نے دیکھا کہ امام مسجد جماعت سے چند منٹ قبل آتے ہیں، وضو کرتے ہیں، ظہر سے قبل کی جو سنتیں ہیں، وہ ادا کرتے ہوئے نظر نہیں آتے، کیا امام کے لیے سنتِ مؤکدہ ترک کر کے امامت کرنا بہتر ہے؟

(یاسین، علی گوڑہ)

جواب:- فرض نمازوں سے پہلے یا بعد میں جو سنتیں ہیں، ان کا خوب اہتمام کرنا چاہیے، خصوصاً سنتِ مؤکدہ کا، یہی وجہ ہے کہ علماء لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے سنتوں کو حق نہ سمجھتے ہوئے چھوڑا تو یہ عمل انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے:

"رجل ترك سنن الصلاة ان لم یر السنن حقا فقد کفر؛ لأنه ترکها استخفافا"(۱)

اور اگر سنتوں کو صحیح تو سمجھا لیکن سستی و کاہلی کی وجہ سے چھوڑتا ہے، تب گنہگار رہوگا:

"وإن رآها حقا فالصحیح أنه یأثم : لأنه جاء الوعید بالترك ، کذا في محیط السرخسي"(۲)

---

(۱) الدر المختار ورد المحتار :۲/۴۹۲، بدائع الصنائع :۱/۶۴۴۔
(۲) الفتاوی الهندیة:۱/۱۱۲۔
(۳) حوالہ سابق

اس لیے سنت نمازوں کی پابندی کرنی چاہیے، خصوصاً ان لوگوں کو جو دینی امور سے متعلق ہوں۔

طلوع آفتاب سے قبل نفل مکروہ ہے یا سنت؟

سوال:- {615} ۱۳/اگست بروز جمعہ ''آپ کے شرعی مسائل'' میں آپ نے دو مختلف سوالات کے جوابات رقم کیے ہیں، اس تعلق سے معلومات درکار ہیں:

(الف) فریضۂ فجر کے بعد سنت نماز کی ادائیگی کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا کہ اگر فجر کی سنتیں چھوٹ جائیں تو فجر کی نماز کے ختم ہونے اور مکروہ وقت کے ختم ہونے پر سنت ادا کریں۔

(ب) فجر کے بعد سجدۂ تلاوت میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ بعد نماز فجر تا طلوع آفتاب اور بعد نماز عصر تا غروب آفتاب صرف نفل نمازیں مکروہ ہیں، فرض و واجب نمازیں اور سجدۂ تلاوت (جو واجب ہے) کے ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں، پس فجر بعد آیت سجدہ کی تلاوت اور سجدہ کی ادائیگی میں کوئی حرج نہیں ان دو جوابات سے دو باتیں سامنے آرہی ہیں:

ایک یہ کہ پہلے جواب میں فجر کے فوری بعد جب کہ طلوع آفتاب کا وقت ابھی شروع نہیں ہوا سنتیں نہیں ادا کرنی چاہیے، دوسرے جواب میں یہ بات سامنے آرہی ہے کہ طلوع آفتاب کا وقت شروع ہونے سے قبل صرف نفل نماز مکروہ ہے، دوسری نمازیں مکروہ نہیں تو پھر سنت فجر کیوں نہیں پڑھی

جاسکتی؟ (نادر المسدوسی، مغل پورہ)

جواب:- اصل میں نفل کے لفظ سے غلط فہمی ہوئی ہے، نفل کے معنی زائد کے آتے ہیں، لہذا فرض وواجب سے زائد جو بھی اعمال ہوں، خواہ سنت ہوں یا مستحب، ان کو اصطلاح میں نفل کہا جاتا ہے، اس لحاظ سے فجر کی سنت مؤکدہ بھی نفل میں داخل ہے، بخلاف سجدہ تلاوت کے کہ وہ واجب ہے، عوام میں چوں کہ مستحب کو نفل کہتے ہیں اور سنن کو نفل نہیں کہتے، اسی سے غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔

چار رکعت والی سنت غیر مؤکدہ ادا کرنے کا طریقہ

سوال:- {616} عصر اور عشاء کی سنت غیر مؤکدہ پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ ہمارے ایک عالم صاحب نے کہا کہ دوسری رکعت کے قعدہ میں التحیات، درود اور دعاء ماثورہ پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونا چاہیے اور تیسری رکعت کو ثناء سے شروع کرنا چاہیے۔

(ابن محمد شرف الدین ارشد، بھولکپور)

جواب:- جو سنت نمازیں ایک سلام سے چار رکعت منقول ہیں اور مؤکدہ ہیں، ان کے ادا کرنے کا وہی طریقہ ہے جو چار رکعت فرض کی ادائیگی کا ہے، البتہ فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پر اکتفاء کیا جائے گا اور سنت میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورت بھی ملائی جائے گی، قعدۂ اولی میں تشہد پر اکتفاء کیا جائے گا اور تیسری رکعت میں ثناء نہیں پڑھیں گے؛ لیکن سنت غیر مؤکدہ اور نوافل میں ہر دو رکعت کی حیثیت مستقل نماز کی ہے، اس لیے زیادہ درست یہ ہے کہ ہر قعدہ میں تشہد کے ساتھ ساتھ درود بھی پڑھے اور ہر قعدہ کے بعد اگلی رکعت میں ثناء اور تعوذ بھی پڑھے، علامہ ابن نجیم مصریؒ اور علامہ شامی وغیرہ نے اسی کو ترجیح دیا ہے۔

" و في البواقی من ذوات الأربع يصلي على النبي ﷺ و يستفتح ، و يتعوذ ، و لو ندرا : لأن كل شفع صلاة ، و قيل : لا (در مختار) قال فی البحر : و زاد فی المنح و من ثم عولنا عليه "(۱)

سنت زوال

سوال:- {617} جمعہ کے روز اذان سے قبل لوگ نماز پڑھتے ہیں، یہ کونسی نماز ہے (محمد ریاض احمد، وجئے نگر کالونی)

جواب:- دوپہر میں وقت مکروہ کے ختم ہونے کے بعد سنت زوال کے نام سے ایک نماز حدیث سے ثابت ہے، بعض روایات میں دو رکعت اور بعض میں چار کا ذکر ہے، اس لیے سنت زوال اس وقت پڑھی جاسکتی ہے، اس کے علاوہ جمعہ کا وقت شروع ہو جائے تو گو اذان نہ ہوئی ہو، سنت جمعہ بھی ادا کی جاسکتی ہے اور مسجد میں آتے ہی ''تحیۃ المسجد'' بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

کیا سنت مؤکدہ نہ پڑھنا باعث گناہ ہے؟

سوال:- {618} اگر جمعہ کی فرض کے بعد چار رکعت سنتیں نہ پڑھی جائیں تو گناہ تو نہیں ہوگا؟

(سید حفیظ الرحمن۔ پھولانگ)

جواب:- جمعہ کے بعد کی یہ سنت، سنتِ مؤکدہ ہے، اگر کبھی اتفاقاً ضرورت کی وجہ سے نہ پڑھ پائے تو کوئی حرج نہیں، لیکن اس کی عادت بنالے تو اس صورت میں گنہگار ہوگا، گناہ کے بھی درجات ہیں، ظاہر ہے کوئی شخص فرض کو ترک کردے تو شدید گناہ ہوگا، ترک واجب پر اس سے کم گناہ ہوگا، اور سنت ترک کردی جائے تو اس کا گناہ ترک واجب سے کم ہوگا، لیکن بہر

(۱) رد المحتار :۲/۴۵۷-۴۵۶۔

حال ترک سنت بھی باعث گناہ ہے اور اس سے بھی بچنا چاہئے، چنانچہ علامہ شامیؒ نے نمازِ پنچگانہ سے متعلق سنتوں کے ترک کو باعث گناہ قرار دیتے ہوئے یہی بات لکھی ہے:

"ولا شك أن الاثم بعضه اشد من البعض ، فالاثم لتارك المؤكدة اخف منه لتارك الواجب"(۱)

سنت غیر مؤکدہ کا حکم

سوال:- {619} کیا سنت غیر مؤکدہ نمازیں نہیں پڑھنے سے کوئی گناہ ہے؟ (ایک بہن، جہاں نما)

جواب:- سنت غیر مؤکدہ پڑھنے پر ثواب ہے اور نہ پڑھنے پر کوئی گناہ نہیں، "سنة الزوائد و تركها لا يوجب ذلك أي اساءة "(۲) البتہ کون شخص ہے جو اجر وثواب کا محتاج نہ ہو، اس لئے کوشش یہی کرنی چاہئے کہ حسب موقع وحال سنت غیر مؤکدہ بھی پڑھ لیا کریں۔

فجر کی سنت طلوع آفتاب سے پہلے؟

سوال:- {620} اگر ہم کو فجر کی فرض نماز میں قعدۂ اخیرہ ملتا ہے اور سنت پڑھنے کا وقت نہیں ملتا، تو کیا ہم فرض نماز ادا کر کے فجر کے وقت میں ہی سنت ادا کر سکتے ہیں؟

(محمد نذیر احمد، بیدر)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک کسی نفل نماز کے پڑھنے سے منع فرمایا ہے: "لا صلاة بعد صلاة الفجر حتى تطلع الشمس "(۳) نیز

---

(۱) رد المحتار: ۲/۱۷۰۔

(۲) حوالہ سابق: ۱/۲۱۸۔

(۳) صحيح البخاري ، حدیث نمبر ۵۸۴، باب الصلاة بعد الفجر حتى تطلع الشمس۔

مسند احمد اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ جو شخص فجر کی دوگانہ سنت نہ پڑھ پایا ہو اسے چاہئے کہ طلوع آفتاب کے بعد ان دو رکعتوں کو پڑھ لے:

"من لم يصل ركعتي الفجر فليصلهما بعد ما تطلع الشمس" (۱)

اور یہ روایت سند کے اعتبار سے بھی صحیح ہے۔ (۲) اس لئے آپ یہ سنت طلوع آفتاب کے بعد ہی ادا کریں۔

جماعت شروع ہونے کے بعد فجر کی سنت

سوال:- {621} نماز فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنت کا پڑھنا شرعی نقطۂ نظر سے مناسب ہے یا نہیں؟ اور اگر مناسب نہیں ہے تو فرض ادا کرنے کے بعد پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (خالد عبدالحسیب، ناندیڑ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب جماعت شروع ہو جائے تو سوائے اس نماز کے کوئی اور نماز نہ پڑھی جائے: "إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة" (۳) چنانچہ فجر کے علاوہ دوسری نمازوں کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب فرض نماز شروع ہو چکی ہو تو اس کے بعد سنت شروع نہ کی جائے، فجر کی سنتوں کی خصوصی تاکید آئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی سنت دوگانہ کو نہ چھوڑو، گو گھوڑے تمہیں روند ڈالیں: "لا تدعوا ركعتي الفجر ولو طردتكم الخيل" (۴) اسی لئے متعدد صحابہ ﷺ سے منقول ہے کہ

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۴۲۳، باب ما جاء في إعادتها بعد طلوع الشمس۔
(۲) دیکھئے: الجامع الصغير، وفيض القدير، حدیث نمبر: ۹۰۲۹۔
(۳) مسلم: ۱/۲۴۷۔ حدیث نمبر: ۷۱۰، باب كراهة الشروع في نافلة بعد مشروع المؤذن
(۴) سنن أبي داؤد: ۱/۱۷۹، حدیث نمبر: ۱۲۵۸، باب في ركعتي الفجر و تخفيفهما۔

انہوں نے فجر کی اقامت ہونے کے بعد بھی سنت فجر کو ادا فرمایا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے جماعت فجر شروع ہونے کے بعد یہ دو رکعتیں ادا کی ہیں، (۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی جماعت شروع ہونے کے بعد سنت فجر ادا کرنا ثابت ہے۔ (۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابودرداءؓ سے بھی اسی طرح ثابت ہے۔ (۳) صحابہؓ کے ارشادات اور ان کا عمل دراصل سنت رسول کی تشریح و توضیح کا درجہ رکھتے ہیں، کیونکہ صحابہؓ کے بارے میں یہ بات ناقابل تصور ہے کہ وہ سنت رسول کی خلاف ورزی کریں، اسی پس منظر میں ائمہ اربعہ میں سے امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد بھی یہ دو رکعتیں ادا کی جائیں گی، حنفیہ کے مسلک کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کم سے کم ایک رکعت جماعت سے پانے کی توقع ہو تب سنت ادا کی جائے گی، چنانچہ الدر المختار میں ہے:

"بأن رجا ادراك ركعة في ظاهر المذهب وقيل التشهد ... لكن ضعفه في النهر" (۴)

اہم بات یہ ہے کہ فجر کی یہ سنت جماعت کھڑی ہونے کے بعد کہاں ادا کی جائے؟ بہتر طریقہ یہ ہے کہ گھر پر اور اگر مسجد کے دروازہ پر نماز پڑھنے کی گنجائش ہو، تو وہاں نماز ادا کی جائے، آج کل چونکہ نماز کے اوقات مصلیوں کو معلوم ہوتے ہیں، اس لئے گھر سے سنت پڑھ کر نکلنا چاہئے، اگر مسجد میں ادا کی جائے، تو جماعت کی صف سے ملا کر پڑھنا تو قطعاً مناسب نہیں، اور اس میں شدید کراہت ہے، اگر مسجد میں صحن کا حصہ بھی ہو، تو اگر نماز اندر ہو رہی ہو، تو صحن میں ادا کرلیں اور جماعت صحن میں ہو، تو مسجد کے اندر نماز ادا کرلیں، اور اگر مسجد اس طرح دو حصوں پر

---

(۱) طحاوی:۱/۲۵۶، باب أداء سنة الفجر۔
(۲) حوالۂ سابق
(۳) حوالۂ سابق
(۴) الدر المختار على هامش رد المحتار:۲/۵۱۰

مشتمل نہ ہو تو کم سے کم ستون کے پیچھے نماز ادا کریں، ویسے محقق فقہاء کی رائے یہ ہے کہ خواہ کوئی بھی صورت ہو، مسجد کے اندر پڑھنا بہر حال بہتر نہیں، اور کم سے کم کراہت تنزیہی ضرور ہے۔(۱)

جہاں تک سنت فجر کی قضاء کی بات ہے تو فقہاء حنفیہ میں امام محمدؒ نے سنت فجر کی قضاء کرنے کو کہا ہے، یہی رائے امام مالکؒ اور امام احمد کی ہے، مشہور محقق اور محدث مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ نے بھی لکھا ہے کہ اسی پر عمل کیا جانا چاہئے۔(۲) البتہ ان دو رکعتوں کی قضاء آفتاب طلوع ہونے اور وقت مکروہ نکل جانے کے بعد کی جائے، حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ان دو رکعتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جس نے ان کو نہیں پڑھا ہو وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔(۳) فرض پڑھنے کے بعد اور سورج نکلنے سے پہلے اس کی قضاء نہیں کی جائے، کیونکہ حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک اور نمازِ فجر کے بعد
طلوع آفتاب تک کوئی نماز (نفل) نہ پڑھی جائے۔(۴)

اس لئے جب تک سورج نہ نکل جائے، ان دو رکعتوں کی قضاء نہیں کرنی چاہئے۔

فجر کی طویل سنت

سوال:- {622} کیا مسجد میں فجر کی سنتیں طویل پڑھی جا سکتی ہے؟ (ایم، ایس، خان، اکبر باغ)

(۱) دیکھئے: رد المحتار :۲/۵۱۱۔
(۲) معارف السنن:۴/۲۸۹۔
(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۴۲۳، باب ماجاء في إعادتها بعد طلوع الشمس ۔
(۴) صحیح البخاری :۱/۸۲، حدیث نمبر:۵۸۶، باب لا یتحری الصلاۃ قبل غروب الشمس ۔

جواب:- رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک فجر کی سنتوں کو مختصر پڑھنے کا تھا، (۱) اس لئے فجر کی سنتوں کو مختصر ہی پڑھنا بہتر ہے، تاہم فرض شروع ہونے سے پہلے پہلے سنت اگر کچھ طویل بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

سنت فجر نفل کے درجہ میں ہے

سوال:- {623} وقت کی تنگی کی وجہ سے فجر کی فرض میں شرکت کرلی گئی، سلام پھیرنے کے بعد ایسی صورت میں کم سے کم دس منٹ کا وقفہ باقی رہتا ہے، تو کیا ہم اس وقت فجر کی سنت پڑھ سکتے ہیں؟ (محمد عبدالخالق، گلبرگہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد تا طلوع آفتاب نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، (۲) اس لئے یہ دو رکعت طلوع آفتاب کے بعد پڑھی جاسکتی ہے، البتہ چونکہ تنہا سنت کی قضا نہیں ہے، اس لیئے یہ نفل ہو جائے گی:

" وإذا فاتته ركعتا الفجر لا يقضيهما قبل طلوع الشمس لأنه يبقى نفلا مطلقا " (۳)

---

(۱) بلکہ بعض دفعہ آپ ﷺ فجر کی سنت کو اتنی مختصر پڑھتے کہ صحابہ ؓ یہ سوچنے لگتے کہ شاید آپ ﷺ نے صرف سورہ فاتحہ ہی پڑھی ہے۔ (دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۲۵۵، باب في تخفيفهما) ویسے عام طور سے آپ ﷺ سنت فجر کی رکعتوں میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص تلاوت فرماتے تھے: "عن أبي هررة ؓ: أن النبي ﷺ قرأ في ركعتي الفجر قل يا أيها الكافرون و قل هو الله أحد " (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۲۵۶، باب في تخفيفهما، كتاب الصلاة)، نیز دیکھئے: سنن نسائي، حدیث نمبر: ۹۹۲) محشی۔

(۲) دیکھئے: صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۵۸۶، باب لا يتحرى الصلاة قبل غروب الشمس۔

(۳) الهداية: ۱/۱۵۲۔

ہاں !اگر فرض بھی چھوٹ جائے تو فرض کے ساتھ تابع کی حیثیت سے سنت بھی ادا کی جائے گی۔"وإنما تقضی تبعا له "(۱)

سنت فجر کی قضاء

سوال:- {624} بعض اوقات امام صاحب قعدہ میں ہوں تو میں جماعت میں مل جاتا ہوں، اس کے بعد سنت فجر نماز ادا کرتا ہوں، کیا سنت نماز فرض کے بعد بھی ادا کر سکتے ہیں یا طلوع آفتاب کے بعد؟ (محمد تقی الدین، اعظم پورہ، میدک)

جواب:- یوں تو سنت کی قضا نہیں، البتہ گنجائش ہے کہ سورج نکلنے کے بعد دو رکعت نفل ادا کر لی جائے اور امید ہے کہ اس سے سنت فجر کا ثواب حاصل ہوگا انشاء اللہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے فجر کی دو رکعتیں ادا نہیں کی، اسے چاہئے کہ طلوع آفتاب کے بعد انہیں پڑھ لے:

"من لم يصل ركعتي الفجر فليصلهما بعد ما تطلع الشمس" (۲)

فجر کی نماز کے بعد سے تا طلوع آفتاب کسی نفل کے پڑھنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے، اس لئے آپ طلوع آفتاب کے بعد ہی یہ دو رکعتیں پڑھا کریں۔

فریضۂ فجر کے بعد سنت فجر کی ادائیگی

سوال:- {625} سعودیہ میں یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص فجر سے پہلے کی سنت نہیں پڑھ سکا تو فریضۂ

---

(۱) الهداية :۱/۱۵۳۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۴۲۳، باب ما جاء في إعادتهما بعد طلوع الشمس۔

فجر کے فوراً بعد لوگ کھڑے ہوکر فجر کی سنت ادا کرتے ہیں،
ہندوستان کے علماء اسے منع کرتے ہیں، صحیح طریقہ کیا ہے؟
(عبدالمقتدر، کھمم)

جواب:- حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے فجر کی دو رکعتیں نہیں پڑھیں اسے چاہئے کہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے:

" من لم يصل ركعتي الفجر فليصلهما بعد ما تطلع الشمس " (۱)

اس حدیث کی روشنی میں امام ابو حنیفہؒ اور اکثر فقہاء و محدثین کی رائے یہ ہے کہ فجر کی سنت چھوٹ جائے تو سورج نکل جانے اور مکروہ وقت گزرنے کے بعد اسے پڑھ سکتا ہے، امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے۔(۲) ویسے ایک حدیث میں یہ بات آئی ہے کہ فجر کی فرض نماز ادا کرنے کے فوراً بعد ایک صاحب نے سنت ادا کی اور حضور ﷺ نے اس کی اجازت دی، لیکن محدثین کے نزدیک یہ حدیث غیر معتبر ہے، امام ترمذیؒ نے بھی اس حدیث کو نامعتبر قرار دیا ہے۔(۳) اسی حدیث پر سعودی عرب وغیرہ میں لوگوں کا عمل ہے۔(۴)

---

(۱) الجامع للترمذی ، حدیث نمبر:۴۲۳، باب ما جاء في إعادتهما بعد طلوع الشمس۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۳) دیکھئے: الجامع للترمذی ، حدیث نمبر:۴۲۲، باب ما جاء فيمن تفوته قبل الفجر يصليهما بعد صلاة الصبح ۔

(۴) خود نبی ﷺ کی سنت فجر ایک دن قضاء ہوگئی تو آپ ﷺ نے اسے طلوع آفتاب کے بعد ہی ادا فرمایا ہے:" عن أبي هريرة ؓ أن النبي ﷺ نام عن ركعتي الفجر فقضاهما بعد ما طلعت الشمس "(سنن ابن ماجة ، حدیث نمبر:۱۱۵۵، باب ما جاء فيمن فاته الركعتان قبل صلاة الفجر متى يقضيهما) محشی۔

پہلے نماز جنازہ یا سنت ظہر؟

سوال:- {626} ظہر کی نماز کے وقت میت لائی جائے تو فرض نماز کے بعد پہلے نمازِ جنازہ ادا کرنا چاہئے یا ظہر کی دو رکعت سنت پڑھنے کے بعد نمازِ جنازہ پڑھی جائے؟

(شمشاد عالم، جالے)

جواب:- چوں کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور فرض کا درجہ سنت سے بڑھ کر ہے، اس لئے نمازِ ظہر کے بعد پہلے نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، پھر ظہر کی سنت ادا کی جائے گی، فتاوی عالمگیری میں بعینہ یہی مسئلہ نمازِ مغرب کے سلسلہ میں ذکر کیا گیا ہے:

"حضرت وقت صلاة المغرب جنازة تقدم صلاة الجنازة على سنة المغرب" (۱)

لیکن اگر یہ اندیشہ ہو کہ نمازِ جنازہ پہلے ادا کر لینے کی وجہ سے بہت سے لوگ سنت پڑھے بغیر چلے جائیں گے، تو اس کی بھی گنجائش ہے کہ نمازیوں کو نمازِ جنازہ کے بارے میں اطلاع دے دی جائے اور سنت کی ادائیگی کے بعد نمازِ جنازہ ادا کی جائے۔

ظہر سے پہلے کی سنت نہ پڑھے

سوال:- {627} اگر ظہر سے پہلے کی چار رکعت سنت ادا نہیں کر سکا تو کیا ظہر کی فرض پڑھنے کے بعد اسے ادا کرے؟ اور ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ پہلے دو رکعت سنت پڑھے یا چار رکعت؟

(سید سمیع احمد، پٹن چرو)

جواب:- اگر ظہر سے پہلے کی سنت ادا نہ کر سکے تو فرض ادا کرنے کے بعد پڑھنا چاہئے،

---

(۱) الفتاوی الهندیة: ۱/۱۶۴۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اگر ظہر سے پہلے چار رکعت نہیں پڑھ پاتے تو ظہر کے بعد پڑھ لیتے:

"كان اذا لم يصل أربعا قبل الظهر صلاهن بعدها" (۱)

ترتیب کے اعتبار سے دونوں صورتیں درست ہیں، یہ کہ پہلے بعد والی دو رکعت پڑھ لی جائے، پھر پہلے کی چار رکعتیں ادا کی جائیں، اور یہ بھی درست ہے کہ پہلے چار رکعت ادا کی جائے، پھر دو رکعت، البتہ بہتر یہی ہے کہ پہلے دو رکعت ادا کرے، اس کے بعد پہلے کی چار رکعت، کیونکہ ایک نماز تو اپنی جگہ سے ہٹ ہی چکی ہے، اگر پہلے کی سنت کو فرض کے بعد پہلے ادا کیا جائے تو دوسری نماز بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے گی، اور اگر دو رکعت پڑھ کر پہلے چار رکعت کی قضاء کر لیں تو کم از کم ایک سنت تو اپنے وقت پر ادا ہوگی۔

جمعہ کے بعد سنت

سوال:- {628} اگر جمعہ کی فرض نماز کے بعد چار رکعت سنت نہ پڑھی جائے تو گناہ تو نہیں ہوگا؟

(حفیظ الرحمٰن، نظام آباد)

جواب:- حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے جو جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہے تو چاہئے کہ چار رکعت پڑھے" (۲) اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے" (۳) اسی لئے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ (جو امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں) نے ان دونوں کو جمع کر کے

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۴۲۴، باب ماجاء في الأربع قبل الظهر - محشی۔
(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۵۲۳، باب ما جاء في الصلاة قبل الجمعة و بعدها۔
(۳) حوالہ سابق، حدیث نمبر:۵۲۱۔

بطور سنت چھ رکعت پڑھنے کا حکم دیا ہے، اور بعض صحابہ ؓ کا بھی یہی معمول تھا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے بارے میں امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے کہ وہ جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت اور پھر چار رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔(۱) اس لئے کم سے کم چار رکعت اور محتاط قول پر چھ رکعت نماز جمعہ کے بعد پڑھنی چاہئے۔

سنت مؤکدہ کا چھوڑنا عتاب اور مواخذہ کا باعث ہے، اور چونکہ ایک روایت میں آیا ہے کہ "من ترك سنتي لم ينل شفاعتي "جس نے میری سنت کو چھوڑا وہ میری شفاعت نہیں پائے گا، اس حدیث کی روشنی میں علامہ شامیؒ نے سنت مؤکدہ کے چھوڑنے کو بھی گناہ قرار دیا ہے،(۲) کیونکہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو کسی مؤمن کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی محرومی نہیں ہوسکتی۔

مغرب کی اذان کے بعد نفل

سوال:- {629} سعودی عرب میں عام طور پر مغرب کی اذان کے بعد مختصر سا وقفہ دیا جاتا ہے، جس میں دو ہلکی رکعتیں ادا کی جاسکیں، ہندوستان اور پاکستان کے لوگ اس وقفہ میں بیٹھے رہتے ہیں، عرب حضرات نماز پڑھتے ہیں، ان کا دیکھا دیکھی ہند و پاک کے بعض مسلمان بھی نماز پڑھ لیتے ہیں، اس موقع پر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ (محمد طاہر، مغلپورہ)

جواب:- دوسرے فقہاء کے نزدیک مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان دو رکعت نفل نماز پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر دو اذان یعنی اذان و اقامت کے درمیان نماز ہے،(۳) بخاری اور ابوداؤد میں حضرت انس ؓ سے روایت منقول ہے، جس

(۱) الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۵۲۳، باب ما جاء في الصلاة قبل الجمعة و بعدها۔
(۲) ردالمحتار :۹/۴۸۷۔
(۳) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۱۲۸۳، باب الصلاة قبل المغرب۔ محشی۔

میں صراحتاً اس نماز کا ذکر ہے، (۱) لیکن چونکہ خود رسول اللہ ﷺ سے اس وقت نماز کا پڑھنا ثابت نہیں اور اس نماز کی وجہ سے مغرب کی جماعت میں تاخیر کا اندیشہ ہے، حالانکہ مغرب کی جماعت میں بہ حدِ امکان عجلت برتنا مستحب ہے،، اس لئے حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اس وقت نماز پڑھنا مستحب نہیں، لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس نماز کا پڑھنا مکروہ ہے، بلکہ مباح اور جائز ہے، جب وہاں آپ کے نماز نہ پڑھنے کے باوجود مغرب کی جماعت میں اتنی تاخیر ہوتی ہی ہو تو پڑھ لینا بہتر ہے، تاکہ یہ دوسرے مسلمانوں کے لئے توحش کا باعث نہ ہو، علامہ ابن ہمامؒ نے لکھا ہے کہ دو رکعت کے بقدر تاخیر میں کوئی کراہت نہیں، اس لئے ان دو رکعتوں کا پڑھ لینا جائز ہے۔

" ثم الثابت بعد هذا هو نفي المندوبية أما ثبوت الكراهية فلا... قد قدمنا من القنية استثناء القليل والركعتان لا تزيد على القليل " (۲)

علماء ہند میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ (۳)

عشاء سے پہلے چار رکعتیں

سوال:- {630} اگر نماز عشاء میں چار رکعت نفل اتفاقاً ادا نہ ہوں یا عمداً ادا ہی نہ کرے تو کیا یہ عمل درست رہے گا؟ (شیخ جمال، منگل ہاٹ)

---

(۱) دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۲۸۱، عن عبد الله المزني، باب الصلاة قبل المغرب، كتاب الصلاة۔ محشی۔

(۲) فتح القدير: ۱/۴۴۶۔

(۳) العرف الشذى على جامع الترمذي: ۱/۴۶، باب ما جاء في الصلاة قبل المغرب۔ محشی۔

جواب:- نمازِ عشاء سے پہلے جو چار رکعت نماز پڑھی جاتی ہے اس کی حیثیت محض نفل اور مستحب کی ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اذان اور اقامت کے درمیان نماز کی ترغیب دی ہے: ''بین کل اذان واقامة صلاة'' (۱) اور حنفیہ کے نزدیک دن ہو یا رات، ایک سلام سے چار رکعت ادا کرنا بہتر ہے (۲) اس لئے اس موقع پر چار رکعت پڑھنے کو فقہاء نے مستحب قرار دیا ہے، (۳) رسول اللہ ﷺ سے اس نماز کے پڑھنے کی کوئی روایت نہیں ملتی، اس لئے یہ مستحب کے درجہ میں ہے، اگر نہ پڑھی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں، پڑھا جائے تو باعث اجر ہے۔

وتر کے بعد نفل

سوال:- {631} کیا وتر کے بعد نفل نمازیں پڑھ سکتے ہیں؟ (ایم، اے بشیر، پالونچہ)

جواب:- نماز وتر کے بعد رسول اللہ ﷺ کا دو رکعت نفل پڑھنا ثابت ہے، حضرت ابو امامہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھا کرتے تھے اور ان دو رکعتوں میں ''إذا زلزلت'' اور ''قل یاایها الکافرون'' کی تلاوت فرماتے۔ (۳) بعض دوسری روایات میں بھی اسی کا ذکر ہے، (۴) رسول اللہ ﷺ کا بیٹھ کر ان رکعات کو ادا کرنا اس وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ کی شب کا بڑا حصہ نماز تہجد میں گزرتا تھا، (۵) اس لئے تھکان ہو جاتی تھی اور بعض

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۲۸۳، باب الصلاة قبل المغرب۔ محشی۔

(۲) "و الأفضل فیهما رباع" (الفتاوی الهندیة: ۱/۱۱۳، باب فی النوافل) محشی۔

(۳) فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاوی ہندیہ میں یہی بات لکھی ہوئی ہے: "و ندب الأربع قبل العصر و العشاء" (الفتاوی الهندیة: ۱/۱۱۲، باب فی النوافل) محشی۔

(۳) مشکوۃ شریف بحوالہ مسند احمد: ۱/۱۱۳۔

(۴) دیکھئے: سنن أبي داؤد: ۱/۱۸۹، حدیث نمبر: ۱۳۴۹، باب صلاة اللیل۔

(۵) عن یزید بن خمیر قال: سمعت عبد الله بن أبي قیس یقول: قالت عائشة رضی الله تعالیٰ عنها: لا تدع قیام اللیل، فإن رسول الله ﷺ کان لا یدعه و کان إذا مرض أو کسل صلیٰ قاعدًا" (سنن أبي داؤد: ۱/۱۸۵) محشی۔

اوقات تو پائے مبارک پر ورم بھی آجایا کرتا تھا، اس لیے جن حضرات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں مشکل نہ ہو، ان کے لئے ان دو رکعتوں کو بھی کھڑے ہو کر ادا کرنا بہتر اور زیادہ باعث اجر ہے ، کیونکہ آپ ﷺ نے بمقابلہ بیٹھ کر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کو دوہرے اجر کا باعث قرار دیا ہے۔

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب

سوال:- {632} نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے سے ثواب آدھا ہو جاتا ہے، کیا حضور ﷺ عشاء کی نفل بیٹھ کر ادا کیا کرتے تھے؟ (سید مزمل حسین، پنج محلہ)

جواب:- یہ صحیح ہے کہ جو شخص کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو اگر وہ بیٹھ کر نفل نماز پڑھے تو اس کو آدھا اجر حاصل ہوگا، حدیث میں اس کا ذکر موجود ہے، یہ بات بھی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کے بعد دوگانہ نفل بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے، کیونکہ تہجد اور تہجد میں طویل قیام وقراءت کی وجہ سے آپ کو تھکان ہو جایا کرتی تھی، علامہ طحطاویؒ نے اس سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حق میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب اتنا ہی تھا جتنا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر ہے اور یہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہیں:

"فإن أجر صلوته قاعدا كأجر صلوته قائما فهو من خصوصياته" (1)

عام لوگوں کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھیں کہ اس میں زیادہ اجر وثواب ہے۔

بیٹھ کر نفل نماز کی ادائیگی

سوال:- {633} اکثر دیکھا جاتا ہے کہ نوجوان نوافل

---

(1) طحطاوی : ص:۲۲۰۔

بیٹھ کر پڑھتے ہیں، کیا حضور ﷺ نے بھی بہ حالت صحت بیٹھ کر نماز ادا فرمائی ہے؟ (محمد فیاض، خانہ پور)

جواب:- اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر ہو، تو اس کے لئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں زیادہ اجر ہے، اور بیٹھ کر نماز پڑھنے میں اس کا نصف، نوجوان کو اسی پر عمل کی کوشش کرنی چاہئے، تاہم بیٹھ کر بھی نفل نماز ادا کی جا سکتی ہے، اور نہ پڑھنے سے بیٹھ کر پڑھ لینا بہتر ہے، رسول اللہ ﷺ سے کھڑے ہونے پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا ثابت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز بہت طویل پڑھتے تھے، کبھی کھڑے ہو کر اور کبھی بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے، (۱) حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی منقول ہے کہ وفات سے ایک سال پہلے انہوں نے آپ ﷺ کو بیٹھ کر نفل نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، (۲) جبکہ آپ ﷺ کے قویٰ مرض وفات تک مستحکم تھے، ظاہر ہے آپ ﷺ کا یہ فعل امت پر شفقت کرتے ہوئے اور ان کے لئے آسانی پیدا کرنے کی غرض سے تھا، کیونکہ آپ بعض خلاف اولیٰ کام بھی جواز کو بتانے اور امت کے لئے سہولت پیدا کرنے کی غرض سے کیا کرتے تھے۔ وصلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم۔

مسجد میں داخل ہوتے ہی سنت کی ادائیگی

سوال:- {634} مسجد میں داخل ہونے کے بعد کچھ دیر بیٹھنا چاہئے پھر کھڑے ہو کر سنت ادا کرنی چاہئے، یا بیٹھے بغیر بھی سنتیں پڑھ سکتے ہیں؟ (محمد احسان اللہ، لنگر حوض)

جواب:- مسجد میں پہونچتے ہی بیٹھے بغیر بھی سنت ادا کی جا سکتی ہے، احادیث میں

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۹۵۵، باب في صلاة القاعد۔

(۲) الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۳۷۳، باب ما جاء في من يتطوع جالسًا۔

کہیں بھی اس کی ممانعت نہیں آئی، بلکہ تحیۃ المسجد بھی سنن غیر مؤکدہ میں سے ہے اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس نماز کو بیٹھنے سے پہلے ہی ادا کر لے۔

سنت ونفل کے لئے جگہ کی تبدیلی

سوال:- {635} جماعت سے فرض نماز پڑھنے کے بعد سنتوں کی ادائیگی کے لئے جگہ بدلنا ضروری ہے؟ یا پھر اسی جگہ کھڑے ہوکر سنت اور نوافل ادا کی جاسکتی ہیں؟ کبھی کبھار جگہ کی تنگی کی وجہ سے اسی جگہ سنت ادا کرلی جائے تو کیا کچھ حرج ہے؟ (سید سبحان محی الدین، ورنگل)

جواب:- جس جگہ فرض کی ادا کی گئی ہے، اس سے ہٹ کر سنت ادا کرنا محض مستحب ہے، (۱) نہ کہ واجب، اس سے دو مصلحتیں متعلق ہیں، ایک مصلحت تو آخرت سے متعلق ہے کہ انسان جتنی زیادہ جگہوں پر اللہ کی بندگی کرے گا، اتنی تمام جگہیں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دیں گی، دوسری مصلحت یہ ہے کہ اگر فرض ہی کی طرح لوگ اپنی اپنی جگہ سنت ادا کرنے میں مشغول رہیں تو باہر سے جو لوگ آئیں گے، ان کو اندازہ کرنے میں دقت ہوگی کہ لوگ فرض ادا کر رہے ہیں، اور جماعت ہو رہی ہے، یا سنت ادا کر رہے ہیں؟ —— تاہم جگہ بدلنا کچھ ضروری نہیں، اس لئے اگر اژدحام ہو تو فرض کے بعد اسی جگہ سنت ادا کی جاسکتی ہے۔

---

(۱) بلکہ مستحب سے بڑھ کر یہ سنت کے درجہ میں ہے، نبی کریم ﷺ نے اس کی بڑی تاکید فرمائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "أيعجز أحدكم – قال عن عبد الوارث – أن يتقدم أو يتأخر أو عن يمينه أو عن شماله" (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۱۰۰۶، باب في الرجل يتطوع في مكانه الذي يصلي فيه المكتوبة) چنانچہ حضرت ابوبکر ؓ، عمر ؓ کا بھی معمول مبارک یہی تھا۔ (دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۱۰۰۷) محشی۔

سنتوں کی اہمیت

سوال:- {636} فرض نمازوں کے ساتھ اگر نفل اور سنت نمازیں ادا نہ ہوں تو کیا فرض نمازیں اکارت جائیں گی؟ یا نفل اور سنت نمازیں نہ پڑھنے سے گناہ لازم ہوگا؟

(عبدالقدوس بیگ، نظام آباد)

جواب:- سنت غیر مؤکدہ اگر نہ پڑھی جائے تو حرج نہیں، لیکن کبھی کبھی پڑھ لینا چاہئے، البتہ سنت مؤکدہ کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہئے، ایسا تو نہیں ہے کہ ان سنتوں کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے فرض نمازیں اکارت ہو جائیں، لیکن حدیثوں (۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ سنتیں فرض کا تکملہ ہیں، فرض میں خشوع وخضوع اور آداب وغیرہ کے اعتبار سے جو کمی رہ جاتی ہے، سنتیں اس کی تکمیل کرتی ہیں، اگر مسلسل ان سنتوں کو ترک کیا جائے تو گناہ ہے۔

سنتوں کے وقت تذکیر وبیان

سوال:- {637} شہر کے دور علاقہ میں رہنے والے مولانا عصر، مغرب کے درمیانی اوقات میں کچھ اپنی مصروفیت کی غرض سے شہر سے آیا کرتے ہیں، دینی قابلیت کے اعتبار سے ان کو نماز پڑھانے کا موقع دیا جاتا ہے، وہ مولانا عالم بھی ہیں، مغرب کی فرض نماز کے بعد فوراً کھڑے ہو کر نماز کے مسائل پیش کرتے رہتے ہیں، اس سے ہم کو معلومات میں اضافہ ہو رہا ہے، لیکن جو حضرات دوسری یا تیسری رکعت میں

---

(۱) "لا ينتقص أحدكم من صلاته شيئًا إلا أتمها الله من سبحته" (كنز العمال، حدیث نمبر: ۲۱۳۴۲، باب صلاة النوافل، الترغيب فيها) محشی۔

شریک ہوئے ہوں اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد باقی رکعتیں پوری کر رہے ہوں، انہیں خلل ہوتا ہے، خیالات منتشر ہوتے ہیں، اس بات کو مولانا کے سامنے کیسے پیش کروں، مشورہ چاہئے؟ (شیخ حسین، قاضی پورہ)

جواب:- نماز کے مسائل و احکام بیان کرنا بہت ہی مبارک بات ہے، اور موجودہ حالات میں نہایت ہی ضروری ہے، لیکن اس بات کی رعایت ضروری ہے کہ نمازیوں کو خلل واقع نہ ہو، اس لئے امام صاحب کو چاہئے کہ نماز کے فوراً بعد نماز کے مسائل بیان کرنے کے بجائے اعلان کردیں کہ میں نماز کے کچھ ضروری مسائل بیان کرنا چاہتا ہوں، آپ حضرات سنتوں سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر ٹھہر جائیں، اور جب لوگ سنت ادا کرلیں تو مسائل بیان کردیں، ذمہ دار حضرات مذکورہ عالم صاحب کا پورا احترام برقرار رکھتے ہوئے مصلیوں کے احساسات کا حوالہ دے کر ان سے خواہش کریں، تو مجھے امید ہے کہ انہیں ناگواری نہیں ہوگی۔

فجر سے پہلے تحیۃ المسجد

سوال:- {638} بعض لوگ فجر کی اذان کے بعد مسجد میں داخل ہو کر بہ طور تحیۃ المسجد دو رکعت پڑھتے ہیں، اور پھر دو رکعت سنت ادا کرتے ہیں، کیا یہ عمل درست ہے؟

(محمد احسان اللہ، ہاشم نگر)

جواب:- حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب فجر طلوع ہوجاتی تو رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ سوائے دو رکعت فجر کے کوئی اور نماز نہیں پڑھتے تھے: "إذا طلع الفجر لا يصلي إلا ركعتي الفجر" (۱) اس لئے اس وقت تحیۃ المسجد نہ پڑھنی چاہئے،

---

(۱) صحیح مسلم: ۱/۲۵، حدیث نمبر: ۱۷۲۳، باب استحباب ركعتي سنة الفجر۔ نیز دیکھئے: صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۶۱۸، باب الأذان بعد الفجر۔ محشی۔

اسی حدیث کے پیش نظر فقہاء نے اس موقع پر تحیۃ المسجد کے لئے مستقل نماز کو مکروہ قرار دیا ہے: ''فتکرہ تحیة المسجد فیھما للعموم ''(۱) البتہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد اگر متصلا فرض یا سنت ادا کی جائے تو وہ تحیۃ المسجد کے بھی قائم مقام ہوجائے گی:

"کل صلاۃ صلاھا عند دخولہ فرضا أو سنة
فانھا تقوم مقام التحیة بلا نیة " (۲)

کیا سنت کے ضمن میں تحیۃ المسجد ادا ہوجائے گی؟

سوال:- {639} مسجد میں داخل ہوکر بیٹھے بغیر سنت نمازیں پڑھیں تو کیا تحیۃ المسجد ادا ہوجائے گی؟

(محمد احسان اللہ، لنگر حوض)

جواب:- مسجد میں داخل ہونے کے بعد کوئی فرض یا سنت پڑھ لی جائے تو اس میں تحیۃ المسجد کی نیت بھی کی جاسکتی ہے، بلکہ اگر بغیر نیت مسجد میں داخل ہونے کے بعد متصلا نماز ادا کرے تو یہ بھی تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہوجائے گی:

"کل صلاۃ صلاھا عند دخولہ فرضا أو سنة
فانھا تقوم مقام التحیة بلا نیة " (۳)

نماز اشراق ــــ کچھ احکام

سوال:-{640} طلوع آفتاب کے بعد دو رکعت نماز کب پڑھنا چاہئے، اس کا کیا طریقہ ہے؟ اور اس پر کیا اجر

(۱) البحر الرائق :۱/۲۵۲۔
(۲) حوالہ سابق:۲/۳۶۔
(۳) حوالہ سابق

ہے؟ (م،م، باکارم)

جواب:- طلوع آفتاب بعد جو نفل پڑھی جاتی ہے، اسے نماز اشراق کہتے ہیں، یہ نماز سورج کے اچھی طرح طلوع ہونے اور وقت مکروہ کے گزر جانے کے بعد ادا کرنی چاہئے:

"أولها عند طلوع الشمس الى أن ترتفع الشمس و تبيض قدر رُمح أو رمحين" (۱)

اہل علم کا خیال ہے کہ طلوع آفتاب کے آغاز سے پندرہ، بیس منٹ کے اندر وقت مکروہ ختم ہو جاتا ہے۔

اس نماز کا طریقہ وہی ہے جو عام نفل نمازوں کا ہے، حضرت معاذ بن انس جہنی ﷛ کی روایت میں دو رکعت اور حضرت ابو درداء ﷛ اور حضرت ابو ذر ﷛ کی روایت میں چار رکعت کا ذکر ہے، (۲) حضرت ابو ذر ﷛ اور ابو درداء ﷛ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: جو شخص دن کی ابتداء میں یہ نماز پڑھ لے، میں دن کے آخر تک اس کے لئے کفایت کروں گا، (۳) اور حضرت معاذ ﷛ کی حدیث میں ہے کہ اگر اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں تو اللہ انہیں معاف کر دیں گے، (۴) اس سے اس نماز کی اہمیت اور فضائل و فوائد کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اشراق و اوّابین کی نمازیں

سوال:- {641} اشراق، اور اوابین کی نمازوں کی کیا

---

(۱) طحطاوی :۱/۱۰۶۔

(۲) مشکوۃ المصابیح :۱/۱۱۶۔

(۳) دیکھئے: الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۴۷۵، باب في صلاۃ الضحیٰ، نیز دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۲۸۹، باب صلاۃ الضحیٰ۔ محشی۔

(۴) دیکھئے: الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۴۷۶، باب في صلاۃ الضحیٰ، نیز دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۲۸۷، باب صلاۃ الضحیٰ۔ محشی۔

فضیلت ہے؟ ان کے اوقات کیا ہیں، اور رکعات کی تعداد کیا
ہے؟ نیز ان کو اشراق اور اوابین کیوں کہتے ہیں؟

(محمد مطہر الدین، مقام نامعلوم)

جواب:- نماز اشراق کا وقت تو طلوع آفتاب کے بعد سے زوال تک ہے، لیکن بہتر وقت وہ ہے جب صبح صادق سے دن کا چوتھائی حصہ گذر جائے، کم سے کم دو رکعتیں ہیں، زیادہ سے زیادہ بارہ، اور اوسط درجہ آٹھ رکعت کا ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ کو دو رکعت کی نصیحت فرمائی تھی، اس روایت کو امام بخاریؒ نے نقل فرمایا ہے، (۱) مسلم وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ نماز اشراق چار رکعت پڑھتے تھے، (۲) اور ترمذی کی روایت ہے کہ جس نے بارہ رکعت یہ نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنائیں گے، (۳) یہ حدیث گو ضعیف ہے، لیکن فضائل میں ضعیف حدیثوں پر بھی عمل کرنا درست ہے، (۴)

ان روایات سے نماز اشراق کی فضیلت بھی معلوم ہوگئی کہ حضور ﷺ نے خود اس کے پڑھنے کا اہتمام فرمایا، صحابہ ؓ کو اس کی نصیحت فرمائی اور اس پر جنت کی خوشخبری دی، اشراق کے معنی سورج نکلنے کے ہیں، چونکہ یہ نماز سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے، اسی

---

(۱) "عن أبي هريرة ؓ قال : أوصاني خليلي ﷺ بثلاث : صيام ثلاثة أيام من كل شهر، و ركعتي الضحىٰ ، و أن أوتر قبل أن أنام "(صحيح البخاري، حديث نمبر:۱۹۸۱، باب صيام أيام البيض ثلاث عشرة و أربع عشرة) نیز دیکھئے: صحيح مسلم ، حدیث نمبر:۷۲۱، باب صلاة الضحىٰ الخ ۔محشی۔

(۲) "كم كان رسول الله ﷺ يصلي صلاة الضحىٰ ؟ قالت أربع ركعات و يزيد ما شاء " (صحيح مسلم، حدیث نمبر:۷۱۹، باب استحباب صلاة الضحىٰ) محشی۔

(۳) "عن أنس بن مالك ؓ قال: قال رسول الله ﷺ : من صلى الضحىٰ ثنتى عشر ركعة بنى الله له قصرا من ذهب في الجنة " (الجامع للترمذي، حدیث نمبر:۴۷۳، باب ما جاء في صلاة الضحىٰ) محشی۔

(۴) ملخص از ردالمحتار :۲/۴۶۵۔

مناسبت سے اسے نماز اشراق کہا جاتا ہے، حدیث میں اس نماز کو اور نماز چاشت کو " صلاۃ الضحیٰ " سے تعبیر کیا گیا ہے۔

" آوّاب " کے معنی خوب توبہ کرنے والے، اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے کے ہیں، (۱) گویا یہ نماز توبہ واستغفار کی ہے، یہ کم سے کم چار رکعت اور زیادہ سے زیادہ چھ رکعت ثابت ہے، حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے مروی ہے:

" جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھی وہ " اوابین "
یعنی توبہ کرنے والوں میں لکھا جائے گا " (۲)

حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ

" جس نے مغرب کے بعد کسی سے گفتگو کرنے سے پہلے چار
رکعت نماز پڑھی وہ علیین میں اٹھایا جائے گا، یعنی اس جگہ
جہاں صالحین کی روحین رکھی جائیں گی " (۳)

بہتر ہے کہ اگر چھ رکعت پڑھے تو دو دو رکعت پر سلام پھیرے، یہ بھی درست ہے کہ ایک سلام چار رکعت پر اور دوسرا سلام اگلی دو رکعت پر پھیرا جائے، ایک سلام سے چھ رکعت بھی پڑھی جاسکتی ہے، لیکن یہ خلاف اولیٰ ہے۔ (۴)

اشراق اور چاشت کی نمازیں

سوال:- {642} (الف) روزنامہ منصف ۲۰/ اگست
میں ارشاد نبوی کے مضمون کے تحت آیا ہے کہ " فجر کی نماز پڑھ کر

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح: ۳/۳۹۲، ط: اسلامک بنگلہ اکیڈمی، دیوبند۔
(۲) الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۴۳۵، سنن ابن ماجة، حدیث نمبر: ۱۱۶۷۔ محشی۔
(۳) کبیری: ص:: ۳۸۵۔
(۴) دیکھئے: ردالمحتار: ۲/۴۵۲۔

اسی جگہ بیٹھا رہے اور بوقت چاشت دو رکعت پڑھ لے تو اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں" یہ حدیث کیسی ہے؟ اور اس کا تعلق کس نماز سے ہے؟

(ب) اشراق اور چاشت کے ابتدائی اور انتہائی اوقات کیا ہیں؟

(ج) اشراق اور چاشت کی نبی ﷺ کتنی کتنی رکعتیں پڑھا کرتے تھے؟ کیا اشراق کی نماز پڑھنے کے لئے بیٹھے رہنا ضروری ہے؟

(د) کیا مسجد میں فجر پڑھ کر گھر آکر کلام پاک اور درود و تسبیح پڑھنے کے بعد گھر پر اشراق پڑھی جاسکتی ہے؟

(نزہت جہاں خاتون، چراغ علی لین)

جواب:- (الف) آپ نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے، اس طرح کی روایتیں کتب احادیث میں وارد ہوئی ہیں، ترمذی میں حضرت انس بن مالک ؓ سے حضور ﷺ کا ارشاد اس طرح منقول ہے:

"من صلى الغداة في جماعة ثم قعد يذكر الله حتى تطلع الشمس ثم صلى ركعتين كانت له كأجر حجة و عمرة ، قال رسول الله ﷺ : تامة .تامة .تامة " (۱)

"جس نے جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، پھر طلوع آفتاب تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہا، پھر آفتاب

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۵۸۶، باب ذکر ما یستحب من الجلوس في المسجد الخ۔ محشی

طلوع ہونے کے بعد اس نے دو رکعت نماز پڑھی، تو اس کو
ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملے گا، پھر آپ ﷺ نے ازراہ
تاکید ارشاد فرمایا: پورے پورے حج وعمرہ کا"

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، نیز حضرت جابر ؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک فجر کی نماز پڑھنے کے بعد طلوع آفتاب تک اسی جگہ بیٹھنے کا تھا: "إذا صلی الفجر قعد في مصلاه حتی تطلع الشمس "(۱) یہ حدیث بھی صحیح ومستند ذریعہ سے منقول ہے، اس سے مراد نماز اشراق ہے، اس لئے کہ طلوع آفتاب کے بعد ابتدائی اوقات میں جو نفل نماز پڑھی جاتی ہے، وہ نماز اشراق ہی ہے۔

(ب) فرض نمازوں کی طرح رسول اللہ ﷺ نے نفل نمازوں کے ابتدائی اور انتہائی اوقات کی عام طور پر قطعی حد بندی نہیں فرمائی ہے، البتہ حضرت علی ؓ سے مروی ہے:

"آفتاب مشرقی سمت میں جب اتنا بلند ہوتا، جتنا کہ مغربی
سمت میں عصر کے وقت رہتا ہے، تو آپ ﷺ دو رکعت نماز
ادا فرماتے، اور ظہر کے وقت آفتاب جتنی بلندی پر مغرب کی
جانب ہوتا ہے، جب مشرق کی سمت میں آفتاب اتنی بلندی
پر آتا تو آپ ﷺ چار رکعت نفل نماز پڑھا کرتے"(۲)

اس میں پہلی نماز اشراق ہوئی اور دوسری چاشت، چنانچہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے:

"نماز اشراق اس وقت پڑھی جائے جب سورج نصف
نیزہ کے بقدر بلند ہوجائے اور چاشت اس وقت جب دن

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۵۸۵، باب ذکر ما یستحب من الجلوس في المسجد ألخ۔ محشی۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۵۹۸، باب کیف کان تطوع النبي ﷺ بالنهار۔

کا ایک چوتھائی حصہ گزر جائے"(۱)

آپ اس کو آسان طریقہ پر اس طرح سمجھیں کہ نماز اشراق طلوع آفتاب کے بعد وقت مکروہ گزرنے کے بعد ادا کرسکتی ہیں، اور نماز چاشت کے لئے بہتر وقت طلوع آفتاب اور زوال کے ٹھیک بیچ کا وقت ہے۔ واللہ اعلم۔

(ج) نماز اشراق آپ ﷺ سے دو رکعت بھی ثابت ہے، جیسا کہ حضرت علی ؓ کی روایت مذکور ہوئی، اور جیسا کہ حضرت انس بن مالک ؓ سے آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے، اور ایک روایت سے چار رکعت بھی معلوم ہوتا ہے، حضرت ابو درداء ؓ اور حضرت ابو ذر ؓ نے آپ ﷺ سے حدیث قدسی نقل کی ہے کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"أركع لی من أول النهار أربع ركعات اكفك آخره" (۲)

"ابن آدم میرے لئے دن کی ابتداء میں چار رکعت کا اہتمام کر، میں دن کے اخیر تک تمہارے لئے کفایت کروں گا"

نماز چاشت آپ ﷺ نے آٹھ رکعت بھی ادا فرمائی ہے، یہ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کا حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر میں پڑھنا ثابت ہے۔ (۳) اور حضرت انس ؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے نماز چاشت بارہ رکعت پڑھی، اللہ تعالی اس کے لئے جنت میں سونے کا گھر بنائیں گے" (۴)

---

(۱) احیاء العلوم: ۱/۱۹۷۔
(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۴۷۵، باب ماجاء في صلاة الضحى ۔
(۳) حوالہ سابق، حدیث نمبر: ۴۷۴، باب ماجاء في صلاة الضحى ۔
(۴) حوالہ سابق

ویسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عام معمول مبارک چار رکعت نماز چاشت ادا کرنے کا تھا۔(۱)

(د) یہ ضروری نہیں کہ جہاں نماز فجر ادا کی ہو، اشراق تک وہیں بیٹھے رہا جائے، لیکن بہتر ہے کہ وہیں بیٹھ کر ذکر میں اپنا وقت گزارا جائے۔

(ہ) گھر آکر بھی قرآن مجید کی تلاوت اور درود و تسبیح پڑھ سکتے ہیں، البتہ مسجد میں ہی اشراق تک بیٹھ کر ذکر کرنا زیادہ افضل ہے۔

صلاۃ التسبیح میں تسبیح کی ترتیب

سوال:- {643} صلاۃ التسبیح میں سوم کلمہ پڑھنے کی ترتیب کیا ہے؟ کب کب کتنی کتنی بار پڑھنا چاہئے؟

(نزہت جہاں خاتون، چراغ علی لین)

جواب:- صلاۃ التسبیح ادا کرنے کا طریقہ اور اس سلسلہ میں بعض دیگر تفصیلات چند ہی ہفتہ قبل شرعی مسائل کے کالم میں آچکی ہیں، آپ ملاحظہ کرلیں، تسبیح کی ترتیب دو طرح سے منقول ہے، حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ نے آنحضور ﷺ سے اس طرح نقل کیا ہے:

"اللہ أکبر، والحمد للہ، وسبحان اللہ، ولا إلہ إلا اللہ"(۲)

اور امام عبداللہ بن مبارک سے اس طرح منقول ہیں:

"سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، و اللہ اکبر"(۳)

---

(۱) دیکھئے: صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۷۱۹، باب استحباب صلاۃ الضحیٰ الخ۔ محشی۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر ۴۸۲، باب ماج فی صلاۃ التسبیح۔

(۳) حوالہ سابق، حدیث نمبر ۴۸۱، باب ماجاء فی صلاۃ التسبیح۔

دن میں صلاۃ التسبیح

سوال:- {644} صلاۃ التسبیح کیا رات ہی میں پڑھنی ضروری ہے؟ یا دن کے وقت میں بھی پڑھ سکتے ہیں؟ کیا میں ظہر کی نماز کے بعد صلاۃ التسبیح پڑھ سکتی ہوں؟

(فوزیہ جبین، جگتیال)

جواب:- مکروہ اوقات کو چھوڑ کر کسی بھی وقت صلاۃ التسبیح پڑھی جا سکتی ہے:

"یفعلها في کل وقت لا کراهة فیه، أو في کل یوم أو لیلة" (۱)

بلکہ ظہر کے بعد ادا کرنا بہتر ہے۔

صلاۃ التسبیح کا بہتر وقت

سوال:- {645} میں مسلسل ایک سال سے زیادہ عرصہ سے صلاۃ التسبیح پڑھتی ہوں، جس کا فائدہ یہ ہوا کہ میری کم مائیگی کے باوجود اچانک مع شوہر کے حج کو جانے کا موقع بھی مل گیا، مگر میں کس ٹائم پر پڑھوں یہ طے نہیں کر پاتی، جب بھی وقت ملتا ہے پڑھ لیتی ہوں، فضیلت والا وقت بتائیں، تو مہربانی ہوگی؟

(ت، ق، س، بورابنڈہ)

جواب:- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ﷺ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو آفتاب ڈھلنے، یعنی ظہر کا وقت شروع ہونے کے بعد نماز تسبیح پڑھنے کی تلقین کی تھی، حضرت عبداللہ ﷺ نے پوچھا کہ اگر اس وقت یہ نماز نہ پڑھ سکوں؟ تو ارشاد فرمایا کہ پھر دن

---

(۱) رد المحتار: ۳/۲۷۱۔

ورات میں جس وقت بھی موقع ملے پڑھ لو: " صلها من الليل والنهار "(۱) اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کے ابتدائی وقت میں اس نماز کا پڑھنا بہتر ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کسی بھی وقت پڑھی جاسکتی ہے، بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو۔

نمازِ اوّابین

سوال:- {646} نمازاوابین مغرب کی نماز کے بعد کب پڑھنی چاہئے؟ اور کتنی رکعتیں؟ نیز یہ نماز نفل ہے یا کچھ اور؟ (سید احمد، شیام نگر)

جواب:- حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھی اور درمیان میں کوئی بری بات نہیں کہی، تو یہ بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوگی"(۲)

یہی حدیث نماز اوابین کے سلسلہ میں اصل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اوابین چھ رکعت ہے، اسے مغرب کے بعد ادا کرنا ہے، خواہ عشاء سے پہلے جب بھی ادا کرلے، اس طرح ادا کرے کہ درمیان میں نامناسب گفتگو نہ کرے، (۳) اس سے اس بات کا بھی اشارہ ملتا ہے کہ دو۲ دو۲ رکعت پر سلام پھیر دے، کیونکہ اگر دو رکعت پر سلام نہ پھیرے تو درمیان میں گفتگو کا کوئی امکان ہی نہیں ہے، پھر ایسی صورت میں گفتگو سے منع کرنا ایک بے معنی بات ہوگی، یہ نماز مستحب ہے۔

---

(۱) سنن أبي داؤد ،حدیث نمبر:۱۲۹۸،باب صلاة التسبيح ۔

(۲) الجامع للترمذی :۲/۲۹۹،حدیث نمبر:۴۳۵،باب ما جاء في فضل التطوع و ست ركعات بعد المغرب۔

(۳) دیکھئے:تحفة الأحوذي :۲/۴۲۱۔

اوابین اور صلاۃ التسبیح کا حدیث سے ثبوت

سوال:- {647} میں پابندی سے صلاۃ الاوابین اور صلاۃ التسبیح پڑھا کرتا تھا، بمبئی سے شائع ہونے والا ماہانہ ''صوت الإسلام'' نظروں سے گزرا جس میں ان دونوں نمازوں کے صحیح احادیث سے ثابت نہ ہونے کا تیقن دیا گیا ہے، جس سے خواہ مخواہ الجھن پیدا ہوگئی ہے، اس کی وضاحت فرمائیں؟ (حاجی سید صابر علی چشتی، ناندیڑ)

جواب:- یہ دونوں نمازیں مستند و معتبر روایات سے ثابت ہیں اور سلف صالحین کا ان پر عمل رہا ہے، چنانچہ صلاۃ الاوابین کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''جس نے مغرب کے بعد چھ رکعت نماز ادا کی اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہیں کہی، تو یہ بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوں گی'' (۱)

اور صلاۃ التسبیح کے بارے میں معروف محدث امام ابوداؤدؒ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے تفصیلی روایت نقل کی ہے، اور اس پر کوئی جرح و تنقید نہیں کی ہے۔ (۲) اور اہل علم کے نزدیک یہ بات قاعدہ کے درجہ میں ہے کہ اگر ابوداؤد میں کوئی حدیث مروی ہو اور اس پر جرح نہ کی گئی ہو، تو یہ ان کی طرف سے اس حدیث کی توثیق اور اس پر اعتبار و اعتماد کا اظہار ہوتا ہے، ابوداؤد میں صلاۃ التسبیح کی ایک روایت حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ سے بھی نقل

---

(۱) الجامع للترمذی: ۲/۲۹۹، حدیث نمبر: ۴۳۵، باب ما جاء في فضل التطوع و ست ركعات بعد المغرب۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۲۹۷، باب صلاة التسبيح۔

کی گئی ہے، جس میں دس دس ہی بار تسبیح وتکبیر اور تحمید وتہلیل کہنے کا ذکر ہے۔(۱) گویا یہ مختصر صلاۃ التسبیح ہے؛ اس لئے آپ ان نوافل کے اہتمام کا معمول قائم رکھیں اور الجھن میں مبتلا نہ ہوں۔

صلاۃ التسبیح اور تہجد کی جماعت

سوال:- {648} کیا نفل نمازوں کی جماعت جائز ہے؟ رمضان المبارک میں صلاۃ التسبیح اور نماز تہجد کا جماعت کے ساتھ اہتمام کیا جاتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

(معین احمد، مغلپورہ)

جواب:- رمضان کے علاوہ جماعت کے ساتھ کسی بھی نفل کا اس طرح ادا کرنا کہ لوگوں کو جماعت میں شرکت کی دعوت دی گئی ہو، حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب "الدر المختار" میں ہے:

"ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان أی یکره ذالك لو علی سبیل التداعی"(۲)

اس سے صرف تراویح کی نماز مستثنیٰ ہے۔ عام فقہاء احناف کی رائے میں رمضان المبارک میں بھی نماز تہجد جماعت کے ساتھ ادا نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس میں کراہت ہے، اور اسی پر فتوی ہے، لیکن چونکہ کتب فقہ میں قیام رمضان میں جماعت کی اجازت ملتی ہے:

"إن الجماعة في التطوع لیست بسنة إلا في قیام رمضان "(۳)

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۱۲۹۸، باب صلاۃ التسبیح۔
(۲) الدر المختار مع رد :۲/۵۰۰۔
(۳) رد المحتار :۲/۵۰۰۔

اور قیام رمضان میں تہجد بھی شامل ہے، اس لئے ہندوستان میں بعض بزرگوں کے یہاں تہجد کو جماعت سے پڑھنے کا معمول تھا، مولانا محمد علی مونگیریؒ، خلیفہ حضرت شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادی اور مولانا حسین احمد مدنیؒ کے یہاں بھی نماز تہجد جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی تھی، —— جہاں تک صلاۃ التسبیح کی بات ہے تو اس میں جماعت کا کوئی ثبوت نہیں۔

رکعات تہجد اور معمول نبوی ﷺ

سوال:- {649} تہجد کی کتنی رکعات ہیں اور نبی کریم ﷺ نے کتنی رکعات پڑھی ہیں؟ (پروین اقبال، سید علی گوڑہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ سے کم سے کم چار رکعت تہجد پڑھنا ثابت ہے، چنانچہ سیدنا حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ کی عمر زیادہ ہوگئی، اور ضعیف ہوگئے، تو آپ ﷺ سات رکعت وتر پڑھا کرتے تھے، (۱) سات رکعت وتر سے مراد چار رکعت تہجد اور تین رکعت نماز وتر ہے اور آپ ﷺ سے زیادہ سے زیادہ رات میں سترہ رکعت پڑھنا ثابت ہے۔(۲) سترہ رکعت میں تین رکعت وتر کی ہے، اور دو رکعت وتر کے بعد کی نفل، اس طرح تہجد کی نماز بارہ رکعت ہوئی، گویا زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت نماز تہجد پڑھا کرتے تھے، ویسے تہجد کے سلسلہ میں عمومی طور پر آٹھ رکعت پڑھنے کا معمول تھا، چنانچہ سیدنا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی تہجد رمضان اور غیر رمضان میں (عموماً) گیارہ رکعت سے زیادہ نہ ہوتی تھی، چار رکعت پھر چار رکعت اور اس کے بعد تین رکعت۔ (۳) اس میں تین رکعت وتر کی ہیں، اور آٹھ رکعت تہجد کی۔

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۴۵۷، باب ماجاء في الوتر بسبع۔
(۲) معارف السنن: ۴/۱۲۳۔
(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۴۳۹، باب ماجاء في وصف صلاة النبي ﷺ بالليل۔

نمازِ تہجد کی فضیلت

سوال:- {650} نماز تہجد کی کیا فضیلت ہے، کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئے، اوراس کا انتہائی وقت کیا ہے؟

(محمد غوث الدین قدیر، کریم نگر)

جواب:- نفل نمازوں میں سنتِ مؤکدہ کے بعد تہجد کی نماز افضل ترین نماز ہے، رسول اللہ ﷺ پر تہجد فرض تھی، اس سے اس نماز کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرائض کے بعد سب سے افضل نماز، نمازِ تہجد (صلاة الليل) ہے:

"أفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل" (۱)

تہجد کی کم سے کم مقدار دو رکعت ہے، متوسط درجہ چار رکعت پڑھنا ہے، اور بہتر ہے کہ آٹھ رکعت پڑھی جائے:

" أقل التهجد ركعتان وأوسطه أربع وأكثره ثمان" (۲)

رسول اللہ ﷺ کا عام معمول مبارک آٹھ رکعت تہجد پڑھنے کا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایسا ہی منقول ہے۔ (۳) البتہ آپ کی نماز بہت طویل ہوتی تھی، قراءت بھی طویل، رکوع اور سجدہ بھی طویل۔ (۴)

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۴۳۸، باب ماجاء في فضل صلاة الليل۔

(۲) ردالمحتار: ۲/۴۶۸۔

(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۴۳۹، باب ماجاء في وصف صلاة النبي ﷺ بالليل۔ نیز دیکھئے: صحیح البخاري، حدیث نمبر: ۱۱۴۷، باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان و غيره ۔ محشی۔

(۴) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۴۳۹، باب ماجاء في وصف صلاة النبي ﷺ بالليل۔

عشاء کی نماز کے بعد کسی بھی وقت تہجد ادا کی جاسکتی ہے، چنانچہ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ عشاء کے بعد جو بھی نفل پڑھی جائے وہ "صلاۃ اللیل" ہے:

"وما كان بعد صلاة العشاء فهو من الليل"(۱)

البتہ سوکر اٹھنے کے بعد تہجد بہتر ہے۔ فجر کا وقت شروع ہونے سے پہلے پہلے تک کبھی بھی تہجد کی نماز ادا کی جاسکتی ہے، تاہم حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کے آخری تہائی حصہ میں تہجد پڑھنا افضل ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالی ہر شب جب رات کا آخری تہائی باقی رہ جاتا ہے تو سماء دنیا کی طرف اترتے ہیں، اور ارشاد فرماتے ہیں: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعاء قبول کروں، کون مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں اسے عطاء کروں، اور کون ہے مجھ سے مغفرت کا طلب گار کہ میں اس کا گناہ بخش دوں؟"(۲)

اس سے معلوم ہوا کہ شب کا آخری حصہ دعاء اور عبادت کی قبولیت کا ہے، نیز رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک بھی آخر شب میں تہجد پڑھنے کا تھا، اس لئے شب کے آخری حصہ میں تہجد پڑھنا افضل ہے۔

تہجد — وقت اور رکعتیں

سوال:- {651} تہجد کی ابتدا اور انتہاء کب ہوتی ہے؟ اور تہجد کتنی رکعت پڑھنی چاہئے؟ (شبانہ سلطانہ، بہادر پور)

---

(۱) مجمع الزوائد :۲/۲۵۲۔

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۱۱۴۵، باب الدعاء و الصلاة من آخر الليل۔

جواب:- نماز تہجد کا وقت نمازِ عشاء کے بعد سے نمازِ فجر کا وقت شروع ہونے سے پہلے تک ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص سونے سے پہلے بھی چند رکعتیں تہجد کی نیت سے پڑھ لے تو تہجد ادا ہو جائے گی، تاہم سو کر اٹھے پھر نماز پڑھے، یہ زیادہ افضل ہے کہ یہی رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک تھا، اور تہجد کے معنی سو کر اٹھنے کے بعد نفل پڑھنے کے ہیں، بلکہ طبرانی کی ایک روایت میں حضرت حجاج ابن عمرو کا قول نقل کیا گیا ہے کہ تہجد وہ نماز ہے جس کو آدمی نیند کے بعد ادا کرتا ہے: "أما التهجد المرء يصلي الصلاة بعد رقدة "(۱) فقہاء نے لکھا ہے کہ جس شخص کا معمول آدھی رات سونے اور آدھی رات عبادت کرنے کا ہو اس کے لئے افضل طریقہ یہ ہے کہ رات کے آخری حصہ میں نماز تہجد ادا کرے، اور جس کا معمول ایک تہائی عبادت کرنے اور دو تہائی سونے کا ہو، اس کے لئے بہتر ہے کہ ایک تہائی حصہ سونے کے بعد درمیانی حصہ میں نماز تہجد ادا کرے اور پھر آخری تہائی حصہ تہجد میں گزارے:

" لو جعله اثلاثا فالأوسط افضل ولو انصافا فالأخير أفضل " (۲)

نماز تہجد کی کم از کم دو رکعتیں ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" جو شخص رات میں خواب سے بیدار ہو، اور اپنی بیوی کو بیدار کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے تو ان دونوں کو بہت زیادہ ذکر کرنے والے مردوں، اور ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھا جائے گا" (۳)

---

(۱) دیکھئے: کنز العمال، حدیث نمبر: ۲۱۸۱۱، باب أدب التهجد ۔ محشی۔
(۲) الدر المختار : ۲/۴۶۸۔
(۳) مستدرک حاکم : ۱/۳۱۶، نیز دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۳۰۹، باب قیام اللیل۔ محشی۔

نمازِ تہجد یوں تو زیادہ رکعتوں کے ساتھ بھی ثابت ہے، لیکن آپ ﷺ کا عام معمول مبارک آٹھ رکعتوں کا تھا، (۱) اسی لئے فقہاء نے آٹھ رکعتوں کو مسنون قرار دیا ہے، آٹھ رکعت اس طرح ادا کی جائے کہ ہر دو دو رکعت پہ سلام پھیرا جائے: ''والسنة فيها ثمان ركعات بأربع تسليمات'' (۲) لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ معمول نبوی ﷺ چار چار رکعتیں ادا کرنے کا تھا۔ (۳) اس لیے اس کا اہتمام بہتر معلوم ہوتا ہے۔

نماز استسقاء —— کچھ آداب واحکام

سوال:- {652} ان دنوں حیدر آباد اور مختلف شہروں میں جابجا نمازِ استسقاء کا اہتمام کیا جارہا ہے، عوام بڑی تعداد میں شرکت بھی کرتی ہے، لیکن دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ اکثر لوگ اس نماز کے طریقہ سے ناواقف ہیں، تفصیل سے بتائیں کہ نماز استسقاء کی کتنی رکعتیں ہیں؟ ان میں کن سورتوں کو پڑھنا چاہئے؟ خطبہ ہوگا یا نہیں؟ نیز اس کے آداب کیا ہیں؟

(ڈاکٹر محمد سلمان، کنگ کوٹھی)

جواب:- رسول اللہ ﷺ مصیبت ومشکلات کے موقع پر دعا اور نماز کا اہتمام فرمایا

---

(۱) "عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أنه أخبره : أنه سأل عائشه رضي الله تعالىٰ عنها كيف كانت صلاة رسول الله ﷺ في رمضان ؟فقالت : ،ما كان رسول الله ﷺ يزيدفي رمضان و لا في غيره على إحدىٰ عشرة ركعة ، يصلى أربعا ، فلا تسئل عن حسنهن و طولهن ، ثم يصلى أربعا، فلا تسئل عن حسنهن و طولهن ، ثم يصلى ثلاثا" (صحيح البخاري ،حدیث نمبر:۱۱۴۷، باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان و غيره) محشی۔

(۲) رد المحتار :۲/۳۶۸۔

(۳) صحيح البخاري ،حدیث نمبر:۱۱۴۷۔

کرتے تھے، اور قحط، خشک سالی، پانی کا ختم ہوجانا وغیرہ بھی آفات ہی میں سے ہے، چنانچہ ایسے موقع پر آپ ﷺ نے نمازِ استسقاء کا اہتمام فرمایا، نماز استسقاء کی کل دو رکعتیں ہیں، جو جماعت کے ساتھ ادا کی جائیں گی، اور ان میں قراءت جہری ہوگی:

"إن النبي ﷺ خرج بالناس يستسقی لهم فتوجه الی القبلة يدعو، و حوّل رداءه، ثم صلی رکعتين يجهر فيهما بالقراءة" (۱)

اور بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی" اور دوسری رکعت میں "هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ" پڑھے۔(۲) پھر اس کے بعد خطبہ ہے، جو بغیر منبر کے زمین پر کھڑے ہوکر دیا جائے گا:

"فقام بهم علی رجليه، علی غير منبر فاستسقی ... و لم يؤذن" (۳)

پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے گی، امام خطبہ دیتے ہوئے لوگوں کی طرف متوجہ رہے اور دعا کرتے وقت قبلہ کی سمت، نیز خطبہ میں عصا استعمال کرے۔(۴)

نمازِ استسقاء کے آداب یہ ہیں کہ لوگ آبادی سے دور کسی میدان میں جمع ہوں، کسی قدر پراگندہ حال ہوں، جانے سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کریں، صدقہ دیں اور گریہ وزاری کے ساتھ دعاء کریں، اگر بارش نہ ہو تو تین دن مسلسل نمازِ استسقاء پورے اہتمام کے ساتھ پڑھیں:

"واتفقوا علی أن السنة الخروج الی الاستسقاء

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۱۰۲۴۔
(۲) بدائع الصنائع :۱/۶۳۴۔
(۳) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۱۰۲۲۔
(۴) بدائع الصنائع :۱/۶۳۴۔

ثلاثة أيام ان تأخرت السقايا مشاة في ثياب
رثة متذللين متواضعين ... و قدموا التوبة و
يقدمون الصدقة في كل يوم قبل خروجهم"(۱)

نمازِ استسقاء میں بوڑھوں، بچوں کو بھی ساتھ رکھنا چاہئے، بلکہ جانوروں کو بھی:

"و يستسقون الضعفة و الشيوخ والعجائز و
الصبيان ... و يستحب اخراج الدواب " (۲)

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ استسقاء کی دعاء کرتے وقت ہاتھ کے پشت کا حصہ آسمان کی طرف اور ہتھیلی کا حصہ زمین کی طرف ہونا چاہئے، امام مسلمؒ نے یہ روایت حضرت انس ؓ سے نقل کی ہے۔(۳) بعض اور احادیث میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے۔(۴)

نماز استسقاء —— ضروری احکام

سوال:- {653} نماز استسقاء کب پڑھی جائے گی؟
اس کے پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور استسقاء کی کیا دعا منقول
ہے؟ (محمد جعفر، سکندرآباد)

جواب:- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ سے مدد چاہو" (۵) گویا نماز اللہ سے مدد حاصل کرنے کی کلید ہے، چنانچہ مختلف ضرورتوں کے موقع پر مخصوص نمازیں اور کسی بھی ضرورت کے لیے نماز حاجت رکھی گئی ہے، انسان کی ایک بڑی ضرورت پانی ہے،

---

(۱) کبیری :ص:۴۰۶۔
(۲) الدر المختار مع الرد :۳/۷۲۔
(۳) صحیح مسلم ،حدیث نمبر:۸۹۶۔
(۴) دیکھئے:جمع الفوائد ،حدیث نمبر:۲۰۸۱۔
(۵) البقرة :۱۵۳۔

اگر لوگ قحط سے دوچار ہوجائیں تو اس موقع کے لیے یہ مخصوص نماز ''استسقاء'' رکھی گئی ہے، استسقاء سے متعلق ضروری احکام اس طرح ہیں:

۱) جب نہریں اور کنویں خشک ہوجائیں، انسان وحیوان کے پینے کی ضرورت نیز کاشت کی ضرورت کے لیے پانی میسر نہ ہو، یا پانی کی ناکافی مقدار ہو، تو ایسی صورت میں استسقاء مسنون ہے:

"وهو مسنون عند الحاجة إليه في موضع لايكون لأهله أو دية ألخ"(۱)

۲) نماز استسقاء کے اصل معنی پانی طلب کرنے کے ہیں، اس لیے پانی کے لیے کی جانے والی دعاء اور نماز دونوں کو ''استسقاء'' کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ سے جمعہ کے دن خطبہ میں بارش کی دعاء پر اکتفاء کرنا بھی ثابت ہے (۲) اور دو رکعت نماز استسقاء پڑھنا بھی؛ (۳) اسی لیے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دونوں باتوں کی گنجائش ہے، یہ بھی کہ دعاء پر اکتفاء کیا جائے اور یہ بھی کہ باضابطہ نماز ادا کی جائے؛ البتہ چوں کہ قرآن مجید میں نماز کو اللہ تعالی کی مدد کی کلید قرار دیا گیا ہے، اس لیے نماز پڑھنا بہتر ہے۔

۳) مستحب طریقہ یہ ہے کہ نماز استسقاء پڑھنے سے پہلے تین دن روزہ رکھا جائے، گناہوں سے توبہ کی جائے اور اگر کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی ہورہی ہو تو اس کی تلافی کی جائے:

"يستحب للإمام أن يأمر الناس أولا بصيام ثلثة أيام "(۴)

---

(۱) طحطاوی علی المراقی: ص:۲۹۹۔
(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۱۰۳۳۔
(۳) سنن أبي داؤد، عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها، حدیث نمبر:۱۱۷۳۔
(۴) طحطاوی علی المراقی: ص:۳۰۰۔

۴) پھر چوتھے دن نماز کے لیے نکلے، پیدل جانا بہتر ہے، پرانے دھلے ہوئے کپڑے ہوں، اگر پیوند والے کپڑے ہوں تو وہ پہن لیے جائیں، چلتے ہوئے سر جھکائے رہیں، فروتنی اور عاجزی کی کیفیت ایک ایک ادا سے نمایاں ہو، توبہ اور استغفار کرتے رہیں اور بہتر ہے کہ نکلنے سے پہلے کچھ صدقہ بھی کرلیں: ''ویخرجون مشاۃ فی ثیاب الخ''(۱)

۵) استسقاء میں بوڑھوں، بچوں، یہاں تک کہ جانوروں کو بھی ساتھ لے جانا مستحب ہے، گویا یہ اللہ تعالی سے رحم کی اپیل ہے کہ ان کمزوروں کے طفیل ہم سب کو پانی سے نوازا جائے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو تمہارے کمزوروں ہی کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے، ''ھل ترزقون وتنصرون إلا بضعفائکم''۔(۲)

۶) نماز استسقاء مکہ، مدینہ اور بیت المقدس میں تو مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصی میں پڑھی جائے گی، لیکن دوسرے مقامات پر بہتر ہے کہ باہر نکل کر صحراء میں نماز ادا کی جائے:

"ویخرجون الی الصحراء إلافی مکۃ الخ "(۳)

۷) نماز استسقاء انفرادا یعنی تنہا تنہا بھی پڑھی جاسکتی ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز استسقاء کے لیے جماعت ضروری نہیں، لیکن جماعت کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جماعت کے ساتھ یہ نماز ادا فرمائی ہے اور جس عمل میں جماعت ثابت ہو اس کو اجتماعی طور پر کرنا بہتر ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالی کی مدد شامل حال ہوتی ہے: ''ید اللہ علی الجماعۃ "(۴)

---

(۱) مراقی الفلاح مع الطحطاوی :ص:۳۰۰۔

(۲) "عن مصعب بن سعد ﷺ قال : رأی سعد أن لہ فضلا علی من دونہ فقال رسول اللہ ﷺ : ھل تنصرون و ترزقون إلا بضعفائکم " (مشکوۃ المصابیح :ص: ۴۴۶،باب فضل الفقراء و ما کان من عیش النبي ﷺ)محشی۔

(۳) مراقی الفلاح مع الطحطاوی :ص:۳۰۱۔

(۴) "قال رسول اللہ ﷺ : ید اللّٰہ علی الجماعۃ " عن ابن عباس ﷺ ،(الجامع للترمذي،حدیث نمبر:۲۱۶۶،باب ما جاء في لزوم الجماعۃ)محشی۔

۸) نماز کی کیفیت یہ ہوگی کہ امام دو رکعت نماز پڑھائے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ ؓ کو دو رکعت نماز پڑھائی ہے۔(۱)

۹) بہتر ہے کہ نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ پڑھی جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے نماز استسقاء میں ان سورتوں کا پڑھنا ثابت ہے۔(۲) قراءت جہر کے ساتھ کی جائے گی۔(۳) کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے نماز عید کی طرح نماز استسقاء پڑھائی۔(۴) اور نماز عید میں قراءت زور سے کی جاتی ہے۔

۱۰) نماز کے بعد امام خطبہ دے گا، یہ خطبہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مسنون ہے: ''ثم يخطب أي يسن له ذلك''(۵) جیسا کہ نماز عید کے بعد خطبہ دیا جاتا ہے، یہ خطبہ زمین ہی پر کھڑے ہو کر دیا جائے گا۔(۶)

۱۱) خطبہ کے بعد امام قبلہ رخ ہو کر دعا کرے گا، دعا زور سے بھی کی جا سکتی ہے اور آہستہ بھی، دوسرے لوگ امام کے پیچھے قبلہ رخ بیٹھیں گے اور دعا کریں گے۔

اگر امام بلند آواز سے دعا کر رہا ہو تو لوگ اس پر آمین کہتے جائیں گے: ''وذلك أن يدعو الإمام قائما، الخ''(۷)

۱۲) عام دعاؤں میں ہاتھ سینے تک اٹھایا جائے گا، لیکن نماز استسقاء میں ہاتھ سر تک اٹھانا مسنون ہے، حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اتنا بلند فرمایا کہ بغل مبارک کی

---

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۵۵۷۔
(۲) مجمع الزوائد :۲/۲۱۲
(۳) مراقی الفلاح :ص:۳۰۰۔
(۴) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۵۵۸۔
(۵) رد المحتار :۱/۶۲۳، ط: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ پاکستان۔
(۶) حوالۂ سابق:۱/۶۲۴۔
(۷) حوالۂ سابق:۳/۷۰۔

سفیدی نظر آتی تھی، البتہ ہاتھ کو سر کی مقدار سے اونچا نہیں ہونا چاہیے، کہ رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح دعا کرنا منقول ہے۔(۱) خاص طور پر استسقاء کی نماز میں ہاتھ اس طرح اٹھایا جائے گا کہ پشت اوپر کی طرف ہو اور ہتھیلی زمین کی طرف، کہ حضرت انس ؓ نے حضور ﷺ کا یہی عمل نقل کیا ہے۔(۲) بعض دوسری روایات میں بھی یہ بات منقول ہے۔

۱۳) رسول اللہ ﷺ نے نیک فالی کے طور پر چادر کو پلٹ دیا تھا،(۳) اسی لیے امام محمدؒ کی رائے ہے کہ خطبہ کا کچھ حصہ پڑھنے کے بعد چادر پلٹ دی جائے: ''قلب الإمام رداء إذا مضی صدر من خطبته''(۴) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز سے پہلے ہی چادر پلٹ دی تھی۔(۵) اور بعض روایات میں ہے کہ دعا سے پہلے آپ ﷺ نے یہ عمل کیا تھا۔(۶) اس لیے خطبہ کے بعد دعا سے پہلے، یا نماز سے پہلے اس عمل کو کرنا چاہیے، اس کا مقصد نیک فالی ہے کہ: اے اللہ جیسے ہماری اس حالت میں تغیر ہوا ہے ویسے ہی موسم میں بھی تغیر فرما دیجئے۔

چادر کو پلٹنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، پہلے اوڑھتے ہوئے جو حصہ اوپر تھا، اب اسے نیچے کر دیا جائے، یا جو حصہ دائیں تھا بائیں کر دیا جائے، یا اندر کے حصہ کو باہر یا باہر کے حصہ کو اندر کر دیا جائے۔(۷)

۱۴) دعا میں خوب الحاح کی کیفیت ہونی چاہیے، رسول اللہ ﷺ سے دعا کے مختلف

---

(۱) سنن أبي دؤد، حدیث نمبر:۱۱۶۸۔
(۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر:۸۹۶۔
(۳) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۱۰۲۵۔
(۴) رد المحتار:۳/۷۱۔
(۵) صحیح البخاری، عن عباد بن تمیم، حدیث:۱۰۲۵۔
(۶) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۱۱۶۲۔
(۷) رد المحتار:۳/۷۱۔

الفاظ منقول ہیں، یہاں ایک مختصر دعا نقل کی جاتی ہے، جسے امام ابوداودؒ نے حضرت عبداللہ بن جابرؓ کے واسطہ سے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے:

"اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ"(۱)

"اے اللہ! ہمیں بھر پور، خوشگوار، شادابی لانے والی، نفع بخش، غیر نقصان دہ، جلدی نہ کہ تاخیر والی بارش عطا فرمایئے"

بہرحال موجودہ حالات میں نماز استسقاء اور دعاءِ استسقاء کا خوب اہتمام کرنا چاہیے، دعا اپنی زبان میں بھی کی جاسکتی ہے، عربی ہی میں کرنا ضروری نہیں۔

نمازِ استخارہ

سوال:- {654} استخارہ کرنا کہاں تک درست ہے اور اس کا طریقۂ کار کیا ہے؟ استخارہ کرنے کے بعد خواب میں پانی دیکھنا یا پانی سے منہ دھونا، یا پھر انڈے دیکھنا اچھی تعبیر ہے یا نہیں؟ (یعقوب بیگم مسرور، ادمکیٹ، حیدرآباد)

جواب:- استخارہ کے معنی خیر اور بھلائی طلب کرنے کے ہیں، اسلام سے پہلے عربوں کا طریقہ یہ تھا کہ سفر یا کاروبار شروع کرتے یا نکاح کرتے، تو دیویوں، دیوتاؤں کے سامنے جاکر پانسے نکالتے تھے، کسی پانسہ پر ہاں لکھا ہوتا کسی پر نہیں، کسی پر نفع بخش اور کسی پر نقصان دہ، اس عمل کی جڑیں ان کے مشرکانہ عمل میں پیوست تھی، اس لئے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا، اور اس کے بجائے استخارہ کا حکم فرمایا، تاکہ اللہ ہی سے انسان اپنے معاملہ میں بھلائی اور بھلائی کی رہنمائی کو طلب کرے۔

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۱۷۳۔

جن باتوں کا کرنا واجب یا ناجائز ہو، ان میں استخارہ نہیں، استخارہ ایسے کاموں کے بارے میں ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے دونوں پہلوؤں کی اجازت دی ہو، (۱) استخارہ کا مقصد رفع تردد ہے کہ اگر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں اطمینان نہ ہو، تو اطمینان حاصل کیا جائے۔

استخارہ کا طریقہ آپ ﷺ نے یہ بتایا کہ دو رکعت نفل نماز پڑھے اور اس کے بعد دعاء کرے:

" اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَ اَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعِیْشَتِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ ، اَوْ قَالَ : فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ آجِلِهٖ ، فَیَسِّرْهُ لِیْ ، ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ ، وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعِیْشَتِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ، اَوْ قَالَ : فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ آجِلِهٖ ، فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ، ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ "(۲)

" اے اللہ! میں آپ کے علم کے مطابق آپ سے بھلائی کا طلب گار ہوں، آپ کے خزانہ قدرت کا خواستگار ہوں، آپ سے آپ کی عظیم مہربانی مانگتا ہوں، آپ قادر ہیں، میں قادر نہیں، آپ باخبر ہیں، میں باخبر نہیں، آپ غیب کی

(۱) دیکھئے :عمدۃ القاری شرح البخاری:۳/۲۵۰۔
(۲) الجامع للترمذی ،حدیث نمبر:۴۸۰،باب ماجاء فی صلاۃ الاستخارۃ ۔

باتوں کو بھی جانتے ہیں، اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ
بات میرے لئے دین و دنیا اور انجام کے اعتبار سے بہتر
ہے، تو اس کو میرے لئے آسان فرما دیجئے، پھر میرے لئے
اس میں برکت دیجئے اور اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ چیز
میرے لئے دین و دنیا اور انجام کے اعتبار سے بہتر نہیں تو
اس کو مجھ سے پھیر دیجئے، اور مجھ کو اس سے اور میرے لئے
جہاں کہیں بھی بھلائی ہو اس کو میرے لیے مقدر فرما دیجئے،
پھر مجھ کو اس پر راضی کر دیجئے''

اس دعاء کے بعد جس چیز کے بارے میں استخارہ کرنا چاہتے ہیں، اس کا ذکر کرے۔
دعاء کے لئے کوئی خاص زبان متعین نہیں، اگر عربی زبان میں دعاء کرنا دشوار ہو تو اس دعا کا مفہوم اردو زبان میں ہی ادا کر سکتے ہیں، استخارہ کے بعد یہ ضروری نہیں کہ خواب کے ذریعہ ہی رہنمائی ہو، اور نہ یہ ضروری ہے کہ جو خواب دیکھے وہ استخارہ ہی سے متعلق ہو۔(۱) استخارہ کرنے کے بعد جس بات پر قلب مطمئن ہو جائے اسے اختیار کریں، البتہ ممکن ہے کہ کبھی یہ اطمینان قلبی خواب کی بناء پر حاصل ہو جائے، جب تک قلب کو طمانیت نہ ہو، استخارہ کا سلسلہ جاری رکھنا چاہئے۔

جہاں تک آپ کے خواب کی بات ہے تو بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ خواب میں سفیدی یا سبزہ کو دیکھنا نیک فال ہے، اور اس بات کے بہتر ہونے کی علامت ہے، اور سیاہ یا سرخ چیز کا دیکھنا اس امر کے نامناسب ہونے کا اشارہ ہے، مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے علامہ شامیؒ کے حوالہ سے یہ بات نقل کی ہے۔(۲) لہذا آپ کا پانی یا انڈے دیکھنا بظاہر اس امر کے بہتر ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

---

(۱) دیکھئے: فتح الباری: ۱۱/۱۵۸۔
(۲) معارف السنن: ۴/۲۷۸۔

نمازِ معکوس

سوال:- {655} بعض اولیاء کرام کے بارے میں یہ ذکر ملتا ہے کہ انہوں نے ۴۰ دن الٹے لٹک کر نماز ادا کی، ایک بزرگ کی سوانح میں ہے کہ انہوں نے ۴۰ چالیس دن اپنے پاؤں باندھ کر کنویں میں خود کو راتوں کے اوقات الٹا لٹکا لیا اور اسی حالت میں نماز ادا کی اور سجدے کئے، اسی کو" نمازِ معکوس" کا نام دیا گیا تو ایسی معکوس نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا حضور ﷺ نے بھی کبھی ایسی نماز پڑھی ہے؟ اور کیا اولیاء کرام انسانی تقاضوں اور بشری ضرورتوں سے بے نیاز ہوتے ہیں؟

(محمد طالب، سنتوش نگر)

جواب:- رسول اللہ ﷺ ، صحابہ ؓ اور سلف صالحینؒ نے کبھی ایسی نماز نہیں پڑھی، اسلام دین فطرت ہے اس نے کبھی غیر فطری طریقۂ عمل پر لوگوں کو مجبور نہیں کیا، آپ ﷺ نے نماز کی تفصیلی کیفیت اپنے ارشادات اور عمل کے ذریعہ بیان فرمادی ہے، اولیاء کرام جو آپ ﷺ کی ایک ایک سنت کی پیروی کرتے ہیں، حضور ﷺ کے قول وعمل کے خلاف کیسے کر سکتے ہیں؟ یہ واقعات غلط طریقہ سے ان کی طرف منسوب کر دئے گئے ہیں، ان غلط حکایات کی وجہ سے بزرگوں سے بدگمان نہ ہونا چاہئے، اسلام سے پہلے لوگوں نے انبیاء کی طرف بھی کیا کچھ باتیں منسوب نہیں کی تھیں، انسانی تقاضے اور ضروریات اولیاء کے ساتھ بھی ہوتی ہیں، صحابہ امت میں سب سے بڑے اولیاء تھے، ان کے حالات مستند طریقہ پر منقول ہیں، ان کے واقعات سے بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے کہ بشری تقاضے ان کے ساتھ بھی تھے، البتہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو شرعی حدود کا پابند رکھتے تھے، اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دوسرے انسانوں کے لئے نمونہ کیسے بنتے؟

نوشہ کا دوگانہ شکر ادا کرنا

سوال:- {656} نکاح سے پہلے نوشہ کو قاضی صاحب دو رکعت شکرانہ ادا کراتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(محمد عبدالواحد، پالونجہ)

جواب:- خوشی کے موقع پر نماز شکر ادا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، (۱) اس لئے اس کے پڑھنے کی گنجائش ہے، البتہ خاص اس موقع پر نماز ادا کرنا رسول اللہ ﷺ یا صحابہ ؓ سے ثابت نہیں، اور آج کل بعض مقامات پر اس کو رواج بنالیا گیا ہے، پس، جہاں بہ طور رواج کے اس طرح نماز ادا کی جاتی ہو، وہاں نہ پڑھنا بہتر ہے۔

(۱) مجمع الزوائد:۲/۲۸۲، باب صلاۃ الشکر۔ محشی۔

نماز تراویح کا بیان

نابالغ کے پیچھے نمازِ تراویح

سوال:- {657} ہمارے محلہ میں اس سال ایک لڑکے نے حفظ مکمل کیا ہے، لیکن ابھی اس کی عمر پندرہ سال سے کم ہے اور وہ نابالغ ہے، تراویح چوں کہ نفل نماز ہے، تو کیا اس کے پیچھے تراویح ادا کی جاسکتی ہے؟

(محمد شمشاد قاسمی، ناندیڑ)

جواب:- راجح اور درست قول یہی ہے کہ تراویح میں بھی نابالغ، بالغ نمازیوں کی امامت نہیں کرسکتا، فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امام مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہے۔ ''الإمام ضامن'' (۱) اور کوئی چیز اپنے سے کمتر کو شامل ہوسکتی ہے نہ کہ اپنے سے برتر کو، اور صورتِ حال یہ ہے کہ نابالغ کی نماز نفل ہونے کے باجود کم درجہ کی ہے اور بالغوں کی نماز شروع کرنے کے بعد واجب ہوجاتی ہے، اس کی تائید حضرت عبداللہ بن

(۱) کنز العمال، حدیث نمبر: ۲۰۳۹۱، بحوالہ ترمذی، ابوداؤد، مسند احمد۔

مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فتاوی سے بھی ہوتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بریدہ کو اس بات پر تنبیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ تم کو چھوٹے بچوں کو امام نہیں بنانا چاہئے تھا، آپ کا مکتوب یہ ہے: " ما كان نَولُكَ ! أي : ما كان ينبغي لك أن تقدم للناس غلاما لم تجب عليه الحدود "(۱) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تک بالغ نہ ہو جائے امامت نہیں کرسکتا۔ " لا يؤم الغلام حتى يحتلم " (۲)

خواتین اور تراویح

سوال:- {658} کیا تراویح کی نماز عورت کو بھی پڑھنا ضروری ہے؟ اگر کسی عورت کو دس سورتیں ہی یاد ہوں، تو کیا ان ہی دس سورتوں کو بیس رکعتوں میں پڑھ سکتی ہے؟

(ایک بہن، جگتیال)

جواب:- تراویح کی نماز کا حکم عورتوں کے لیے بھی وہی ہے جو مردوں کے لیے ہے، عورتیں بھی اگر تراویح کو بلا عذر ترک کردیں، تو ترکِ سنت کا گناہ ہوگا، اگر دس سورتیں یاد ہوں تو یہ درست ہے کہ پہلی دس رکعت میں ان سورتوں کو پڑھ جائے، پھر اگلی دس رکعت میں دوبارہ ان ہی سورتوں کو پڑھے، یا ایک رکعت میں کوئی ایک سورت اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھتی جائے، یہ تو آپ کے سوال کا جواب ہے، اس کے ساتھ ساتھ آپ کے دینی بھائی کی حیثیت سے ایک خیر خواہانہ مشورہ یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کی کچھ اور سورتیں یاد کرلیں، ان شاء اللہ تھوڑی محنت سے آپ مزید سورتیں یاد کرسکتی ہیں، قرآن یاد کرنے اور دین کا علم حاصل کرنے کے لیے کوئی عمر متعین نہیں ہے۔

---

(۱) مصنف عبد الرزاق :۲/۳۹۸۔ مرتب۔
(۲) دیکھئے: نیل الأوطار :۳/۴۳۔

خواتین اور تراویح و عیدین

سوال:- {659} میرے پڑوس میں چند خواتین نہ تو تراویح کی نماز پڑھتی ہیں نہ تو عید کی، پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ تراویح اور عید کی نماز پڑھنا ضروری نہیں، پڑھیں تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں؟ (ناصرہ بیگم، یاقوت پورہ)

جواب:- تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے مردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی، اس پر امت کا اجماع واتفاق ہے:

"التراویح سنة مؤكدة للرجال والنساء إجماعا"(۱)

یہ ضرور ہے کہ مردوں کے لئے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا افضل ہے اور عورتوں کے لئے تنہا پڑھنا بہتر ہے، البتہ عید کی نماز مردوں پر واجب ہے، عورتوں پر واجب نہیں:

" تجب صلاة العيد على كل من تجب عليه الجمعة " (۲)

" لاتجب الجمعة على النساء" (۳)

آج کل چونکہ عورتوں کے عیدگاہ جانے اور عید کی نماز میں شریک ہونے میں فتنہ کا اندیشہ ہے، اس لئے خواتین کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ عید کی نماز میں شرکت نہ کریں۔

ایک ہی مسجد میں تراویح کی تین جماعتیں

سوال:- {660} شہر نظام آباد کی ایک مشہور مسجد میں

---

(۱) الدر المختار مع رد :۲/۴۹۳۔
(۲) الفتاوی الهندية:۱/۱۵۰۔
(۳) الفتاوی الهندية:۱/۱۴۴۔

تین علیحدہ علیحدہ وقتوں میں نمازِ تراویح کا اہتمام کیا گیا ہے، بعد عشاء سواپارہ، مسجد کے بالائی حصہ میں آٹھ بج کر ۱۵ر منٹ پر روزانہ تین پارے، مسجد کے نچلے حصہ میں دس بج کر چالیس منٹ سے روزانہ سواپارہ۔ کیا یہ درست ہے؟

(محمد فہیم الدین عظمیٰ، نظام آباد)

جواب:- جیسے فرض نمازوں میں تکرار جماعت مکروہ ہے، اسی طرح فقہاء نے نمازِ تراویح میں بھی مکرر جماعت کو منع فرمایا ہے،(۱) اس لئے اس سے اجتناب کرنا چاہئے، مسجد میں ایک ہی جماعت کی جائے، باقی جماعتیں مسجد سے باہر گھر میں یا کسی اور مقام پر کی جاسکتی ہیں۔

تراویح میں ثناء اور تعوذ

سوال:- {661} تراویح میں یہ بات دیکھنے میں آتی ہے کہ حفاظ کرام تکبیر تحریمہ کے بعد فوراً قرآن مجید کی قراءت شروع کردیتے ہیں، شاید ثناء وغیرہ نہیں پڑھتے، تو کیا تراویح کے لئے ثناء وغیرہ سے متعلق احکام مختلف ہیں؟ اور چونکہ طویل نماز ہوتی ہے، اس لئے قراءت پر اکتفاء کرلینا درست ہے؟

(عبدالمغنی، دبیر پورہ)

جواب:- تراویح کی نماز میں بھی ہر دو رکعت کے شروع میں ثناء، تعوذ اور بسم اللہ پڑھنے کا وہی حکم ہے جو دوسری نمازوں میں ہے، اس لئے عجلت کی وجہ سے ان کا چھوڑ دینا، اسی طرح رکوع اور سجدے اور دونوں سجدوں کے درمیان کے وقفہ کو اتنی جلدی ادا کرنا کہ طمانینت کے ساتھ یہ ادا نہ ہو پائیں درست نہیں ہے، علامہ ابن نجیم مصریؒ نے ان سب کو نماز تراویح کے منکرات میں شمار کیا ہے:

(۱) "و لو صلی التراویح مرتین في مسجد واحد یکرہ" (الفتاوی الهندیة :۱/۱۱۶)

"مع اشتمالها على ترك الثناء و التعوذ و البسملة في أول كل شفع" (۱)

تراویح میں تذکیر اور ختم قرآن پر دعا

سوال:- {662} حافظِ قرآن تراویح کی نماز پڑھائے اور ترویحہ کے وقفہ میں مسجد کا امام اللہ اور رسول ﷺ کے ارشادات بلند آواز سے پڑھ کر سنائے، نیز بیس رکعت کے آخر میں ایک مرتبہ دعاء کی جائے، تو کیا یہ درست ہے؟

(شیخ حسن، کھمم)

جواب:- ترویحہ کے وقفہ میں کوئی خاص عمل متعین نہیں، ذکر کیا جاسکتا ہے، قرآن کی تلاوت کی جاسکتی ہے، نفل نماز پڑھی جاسکتی ہے، دعاء کی جاسکتی ہے اور خاموشی بھی اختیار کی جاسکتی ہے، اللہ ورسول اللہ ﷺ کے ارشادات نقل کرنا بھی ایک کام ہے، اس لئے ان کا سنانا درست ہے، بلکہ بہتر ہے، تاکہ لوگوں تک دین کی بہتر باتیں پہونچ جائیں، تراویح کے ختم پر دعاء کرنا بھی درست ہے، کیونکہ نمازوں کے بعد دعاء کرنا مستحب ہے، اور ظاہر ہے کہ نماز میں تراویح بھی داخل ہے۔

تراویح و وتر کی رکعات و کیفیت

سوال:- {663} (الف) رسول اللہ ﷺ نے کتنی رکعت تراویح پڑھائی اور امت کو کتنی رکعت پڑھنے کا حکم دیا؟

(ب) آپ ﷺ نے وتر کی کتنی رکعتیں پڑھیں اور ایک سلام کے ساتھ، یا دو سلام کے ساتھ؟

(احمد محی الدین ہاشمی، عثمانیہ یونیورسٹی)

---

(۱) البحر الرائق: ۲/۶۹۔

جواب:- (الف) رسول اللہ ﷺ نے اس خیال سے کہ کہیں نماز تراویح واجب نہ ہو جائے، صرف دو تین دنوں جماعت کے ساتھ تراویح کی نماز پڑھی ہے، اس لئے آپ ﷺ نے کتنی رکعت تراویح پڑھی؟ اس بارے میں کوئی صحیح روایت منقول نہیں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد سے آج تک بیس رکعت کا معمول رہا ہے، یہ احادیث سے ثابت ہے، اور ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی ایسی بات پر متفق نہیں ہو سکتے جو دین میں ثابت نہ ہو، اس سلسلہ میں مولانا حبیب الرحمان اعظمیؒ کی "رکعات التراویح" کا مطالعہ مفید ہوگا۔

(ب) رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک تین رکعت نمازِ وتر پڑھنے کا تھا، بعض روایتوں میں پانچ یا سات، یا ایک رکعت کا بھی ذکر ہے، لیکن ان کے بارے میں محقق علماء کا خیال ہے کہ اس حدیث کا منشا وتر اور اس کے ساتھ دو رکعت یا چار رکعت نفل کی ادائیگی ہے، اور ایک رکعت سے وتر پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ دو کے ساتھ ایک رکعت ملا کر اس سے طاق عدد بنایا جاتا تھا، کیونکہ آپ ﷺ کے ارشادات اور زیادہ تر معمولات میں تین ہی رکعت کا ذکر ہے۔

یہ تین رکعت ایک ہی سلام کے ساتھ پڑھی جائے گی، حضرت ثابتؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں تعلیم دینے کے لئے تین رکعت وتر پڑھائی، اور صرف اخیر میں سلام پھیرا: "لم یسلم إلا في آخرهن "(۱)

تین بار سورۂ اخلاص کی نماز تراویح میں تلاوت

سوال:- {664} بعض حفاظ کرام تراویح کی کسی رکعت میں تین بار سورۂ اخلاص کی تلاوت کرتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (ظہیر انور، ٹولی چوکی)

جواب:- نفل نمازوں میں ایک ہی سورت کو تکرار کے ساتھ پڑھنے کی گنجائش ہے،

---

(۱) آثار السنن، بحوالہ طحاوی، حدیث نمبر: ۶۲۰۔

لیکن سلف صالحین کے دور سے تراویح میں اس طرح کا معمول ثابت نہیں، نہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی نماز میں اس سورت کو تین بار پڑھا ہے، حافظوں کی تراویح میں اس طرح سورۂ اخلاص کو تین بار پڑھنے کی وجہ سے لوگوں کو یہ خیال ہو رہا ہے کہ اس طرح پڑھنا مسنون ومطلوب ہے، جو ظاہر ہے کہ درست نہیں، اس لئے راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس سے احتراز کرنا چاہئے، دین میں جس چیز کو جو اہمیت حاصل نہ ہو اس کو اس اہمیت کے ساتھ ادا کرنا، یا اس کا التزام کرنا درست نہیں۔

جو شخص روزہ نہ رکھ پائے اس کے لئے تراویح کا حکم

سوال:- {665} میں بیمار ہونے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ پاتا ہوں، ڈاکٹر نے مجھے روزہ رکھنے سے منع کیا ہے، تو کیا میرے لئے تراویح کا پڑھنا سنت ہوگا؟ (محمد فیاض، گنٹور)

جواب:- روزہ مستقل عمل ہے اور نماز تراویح مستقل عمل، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اس ماہ کے روزے فرض کئے گئے ہیں، اور رات کا قیام یعنی تراویح نفل" (۱) معلوم ہوا کہ یہ دو مستقل عمل ہے، اگر کسی وجہ سے آدمی ایک عمل سے معذور ہو تو اس کی وجہ سے دوسرا عمل معاف نہیں ہو سکتا، اس لئے آپ کو تراویح ادا کرنی چاہئے، ورنہ ترک سنت کی وجہ سے عند اللہ جواب دہی ہو سکتی ہے۔

تراویح کی رکعات

سوال:- {666} بیس رکعت تراویح کے سلسلہ میں کیا

---

(۱) "خطبنا رسول الله ﷺ في آخر يوم من شعبان فقال : يا أيها الناس قد أظلكم شهر عظيم مبارك شهر فيه ليلة خير من ألف شهر جعل الله صيامه فريضة و قيام ليله تطوعا ألخ" (مشكوة المصابيح :۱/۱۷۳) مرتب۔

کوئی صحیح حدیث ہے؟ اور یہ صرف احناف کا مسلک ہے یا دوسرے ائمہ کا بھی؟ واضح ہو کہ ہمارے شہر کی ایک مسجد میں کچھ لوگ آٹھ رکعت پڑھنا چاہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ بیس رکعت کا کوئی ثبوت نہیں اور زیادہ تر لوگ بیس رکعت پڑھنے والے ہیں، اس کی وجہ سے آپس میں سخت جھگڑے کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ (رفیق الدین، ظہیرآباد)

جواب:- حضرت عمر فاروق ؓ کے دور سے بیس رکعت تراویح کا معمول ہے اور اسی پر سلف صالحین کا عمل رہا ہے، چنانچہ یزید بن رومانؒ سے بسند صحیح منقول ہے کہ حضرت عمر ؓ کے زمانہ میں رمضان میں ۲۳/ رکعت پڑھی جاتی تھی:

"كان يقومون فى زمان عمر بن الخطاب بثلث وعشرين ركعة" (۱)

۲۳/ رکعت سے مراد ۲۰/ رکعت تراویح اور ۳/ رکعت نماز وتر ہے، یہ صرف امام ابوحنیفہؒ کا نقطۂ نظر نہیں، بلکہ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے اور زیادہ تر سلف صالحین کی یہی رائے تھی، حافظ ابن رُشد لکھتے ہیں:

"واختلفوا فى المختار من عدد الركعات التى يقوم بها الناس فى رمضان فاختار مالك فى أحد قوليه و ابو حنيفة والشافعى و أحمد و داؤد القيام بعشرين ركعة سوى الوتر" (۲)

---

(۱) المؤطا للإمام مالك، حدیث نمبر: ۲۵۴، باب ماجاء فى قيام رمضان۔
نیز دیکھئے: جمع الفوائد، حدیث نمبر: ۲۲۸۲، باب قيام رمضان و تراويح۔ "وسن في رمضان عشرون ركعة بعد العشاء قبل الوتر" (البحر الرائق: ۲/۱۱۵) محشی۔
(۲) بداية المجتهد: ۱/۲۸۸، ط: دار المعرفة، بیروت۔

" رمضان کی نماز تراویح کی رکعات کے سلسلہ میں کتنی رکعتیں پڑھنی چاہیئے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام داؤد ظاہریؒ اور ایک قول کے مطابق امام مالکؒ نے وتر کے علاوہ بیس رکعت کی رائے اختیار کی ہے"

تاہم ان مسائل میں باہم جدال ونزاع مناسب نہیں، اگر کچھ لوگ آٹھ رکعت پڑھنا چاہتے ہوں اور کچھ لوگ بیس رکعت، تو آٹھ رکعت پڑھنے والے آٹھ رکعت پر اکتفاء کرلیں، اور باقی حضرات بیس رکعت پوری کرلیں، اس طرح دونوں گروہوں کا اپنے نقطۂ نظر پر عمل ہوجائے گا، یوں تو امت کا اتحاد ہر حال میں ضروری ہے، لیکن موجودہ حالات میں اگر مسلمانوں نے ایک دوسرے کی رائے کا احترام اور اختلاف رائے کے باوجود اتحاد کا سبق نہیں سیکھا، تو سخت نقصان اٹھائیں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں وقت کے تیور کو پہچاننے اور اختلاف رائے کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تراویح میں بسم اللہ زور سے پڑھنا

سوال:- {667} نماز تراویح میں بسم اللہ زور سے پڑھنا درست ہے؟ عام طور پر حفاظ ختم قرآن کے دن سورۂ اخلاص سے پہلے زور سے بسم اللہ پڑھتے ہیں؟

(صبغۃ اللہ، وقار آباد)

جواب:- چونکہ بسم اللہ ایک مستقل آیت ہے، جو سورتوں کے درمیان فصل پیدا کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے، سورتوں کا جزء نہیں ہے، اس لئے سورتوں کے شروع میں اسے آہستہ پڑھا جائے گا، حدیث سے بھی ایسا ہی ثابت ہے، البتہ تراویح میں کہیں ایک جگہ زور سے پڑھ لینا

چاہئے تاکہ قرآن مکمل ہوجائے، ناقص نہ رہے، سورۂ اخلاص سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں، لیکن اسی سورت کے شروع میں پڑھنا ضروری نہیں، کسی بھی سورت کے شروع میں پڑھا جاسکتا ہے۔

"ینبغی ان یقرأھا في التراویح بالجھر مرة ولا تتادی سنة الختم دونھا" (۱)

خواتین کی جماعت تراویح

سوال:- {668} کیا خواتین کے لئے نماز تراویح پڑھنا ضروری ہے، نیز ان کے لیے کسی گھر میں جمع ہوکر کسی خاتون کی امامت میں تراویح پڑھ لینا جائز ہے؟ اور تنہا نماز تراویح پڑھی جائے تو کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئے؟

(تسنیم تبسم، امان نگر)

جواب:- (الف) جیسے مردوں کے لئے تراویح سنت مؤکدہ ہے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی سنت مؤکدہ ہے، تراویح کے حکم میں مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق نہیں۔ (۲)

(ب) خواتین گھر میں جمع ہوکر کسی خاتون کی اقتداء میں تراویح پڑھ لیں، تو دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے، ایک یہ کہ آواز اتنی بلند نہ ہو کہ غیر محرم مردوں تک پہونچے، دوسرے اتنی دور سے نہ آتی ہوں کہ فتنہ یعنی راستہ میں چھیڑ چھاڑ یا بدنگاہی وغیرہ کا اندیشہ ہو، مگر اس کے باوجود ان کے لیے تنہا نماز تراویح پڑھنا زیادہ باعث ثواب ہے، علامہ ابن ہمامؒ نے اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

"فإنما یفید نسخ السنیة و ھو لا یستلزم ثبوت کراھة التحریم فی النفل بل التنزیه و مرجعھما

(۱) فواتح الرحموت مع المستصفی :۲/۱۴۔

(۲) "وھي سنة للرجال و النساء" (الفتاوی الھندیة:۱/۱۱۶) محشی۔

إلی خلاف الأولی"(۱)

"عورتوں کے لیے جماعت سنیت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، یہ نسل میں جماعت کے مکروہ تحریمی ہونے کو متلازم نہیں ہے اور کراہت تنزیہی کے ساتھ جواز کا حکم باقی ہے، زیادہ سے زیادہ خلاف اولی کہا جاسکتا ہے"

البتہ اس صورت میں امامت کرنے والی عورت صف سے آگے کھڑی ہونے کے بجائے پہلی صف کے وسط میں کھڑی ہوگی، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا معمول منقول ہے، وہ رمضان المبارک کے مہینہ میں خواتین کی امامت فرمایا کرتی تھیں، اور صف کے بیچ میں کھڑی ہوتی تھیں۔(۲)

(ج) نماز تراویح جماعت سے پڑھی جائے یا تنہا، رکعات کی تعداد میں کوئی فرق نہیں ہے، ہر صورت میں بیس رکعت ادا کی جائے گی۔

تبلیغی جماعت کے حافظ کے پیچھے تراویح

سوال:- {669} تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والے حافظ صاحب کے پیچھے تراویح کی نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بعض لوگ ان کے پیچھے تراویح پڑھنے کو درست نہیں سمجھتے؟ (اراکین شوری و معتمد تنظیم المساجد، سدی پیٹ)

جواب:- تبلیغی جماعت کے لوگ ایمان اور عمل صالح کی طرف دعوت دیتے ہیں، کسی بری بات کی طرف نہیں بلاتے، اس لئے ان کے پیچھے نماز کیوں درست نہیں ہوگی؟ تبلیغی جماعت سے منسلک حفاظ کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا بلاشبہ درست ہے۔

---

(۱) فتح القدیر :۱/۳۰۷۔

(۲) کتاب الآثار لإمام محمد:۱/۶۰۳۔

حافظہ لڑکی کا خواتین کو تراویح پڑھانا

سوال:- {670} حافظہ لڑکیوں کے قرآن کی حفاظت کے لئے اپنے ہی مکان میں موجود خواتین کو جوڑ کر جماعت کے ساتھ تراویح پڑھانے کی شرعاً گنجائش ہے یا نہیں؟ اگر گھر میں خواتین نہ ہوں، تو کیا پڑوسی خواتین بلا اعلان جمع ہو کر اس طرح تراویح پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟ غالباً مسائل تراویح (ترتیب: مفتی رفعت قاسمی) میں مولانا عبدالحئی صاحب کے حوالہ سے اس کی اجازت دی ہے، آپ کی کیا رائے ہے؟

(محمد نصیر عالم، جالے، دربھنگہ)

جواب:- اگر خواتین اپنی جماعت بنا کر نماز پڑھ لیں، تو نماز کے درست ہو جانے پر تو محل جمہور کا اتفاق ہے، علامہ ابن ہمامؒ بڑے محقق، فقیہ اور محدث ہیں، وہ تو اس سلسلہ میں اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں: "فإنهن لو صلين جماعة جازت بالإجماع "(۱) مگر اجماع کا دعویٰ نظر ہے، مالکیہ کے یہاں خواتین کی جماعت جائز نہیں، (۲) البتہ اس میں شبہ نہیں کہ خواتین کی جماعت کا اہتمام بہتر نہیں ہے، کیونکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے، اسی اندیشہ کے تحت رسول اللہ ﷺ نے ایک طرف مردوں پر جماعت کو واجب قرار دیا اور دوسری طرف عورتوں کے لئے مستحب بھی نہیں رکھا، بلکہ فرمایا کہ ان کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، (۳)

---

(۱) فتح القدير :۱/۳۰۶۔

(۲) الخرشي :۲/۱۳۵۔

(۳) نبی ﷺ نے فرمایا:" و صلاتك في دارك خير لك من صلاتك في مسجد قومك الخ "(دیکھئے: مسند أحمد بن حنبل ،حدیث نمبر:۲۶۵۵۰، بحوالہ جمع الفوائد :۱/۲۰۴، حدیث نمبر:۱۲۱۵، باب المساجد) محشی۔

اس لئے خواتین کے لئے تراویح کی جماعتوں کا اہتمام ایسا عمل نہیں ہے کہ اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

فتنہ کا اندیشہ دو وجوہ سے پیدا ہوتا ہے، ایک تو دور دور سے خواتین کا آنا، دوسرے نماز پڑھانے والی حافظ کی آواز، اس لئے اگر گھر کی خواتین یا پڑوس کی خواتین ایسے محفوظ گھر میں جمع ہوجائیں جہاں پردہ کا پورا اہتمام ہو اور دور سے آنا نہ پڑے، نیز امامت کرنے والی حافظ خاتون قرآن ایسی معتدل آواز میں پڑھے کہ آواز نماز میں شریک ہونے والی خواتین تک محدود رہے، غیر محرموں تک نہ پہنچے، تو اس کی گنجائش ہے، البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مطابق خواتین امامت کرتے ہوئے صف کے بیچ میں ہی کھڑی ہوں گی، نہ کہ صف کے آگے، چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رمضان کے مہینہ میں خواتین کی امامت کرتی تھیں اور بیچ میں کھڑی ہوتی تھیں: ''کانت تؤم النساء في شهر رمضان فتقوم وسطا ''(۱) یہی رائے میرے استاذ حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمیؒ سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند کی بھی ہے، چنانچہ اپنے ایک تفصیلی فتوی کے اخیر میں فرماتے ہیں:

> (ب) اگر اتنی بڑی جماعت کی امامت ہو، جس میں آواز معتاد آواز سے زائد ہو تو تمام قیود و شرائط کے باوجود مکروہ تحریمی و ناجائز ہوگا۔
>
> (ج) اگر ماہِ رمضان میں حافظ قرآن عورتوں کی چھوٹی جماعت جس میں آواز معتاد کے اندر اندر رہے اور تمام قیود و شرائط کے اندر رہے اور عورت صف سے صرف چار انگل آگے رہے تو " الأمور بمقاصدها " کے تحت یہ فعل جائز رہے گا۔

---

(۱) کتاب الآثار: حدیث نمبر: ۲۱۷، باب المرأة تؤم النساء و كيف تجلس في الصلاة۔ محشی۔

(د) اگر ماہِ رمضان المبارک میں صرف دو دو، تین تین عورتوں کی جماعت جو محض بہ نیت حفظِ قرآن پاک اور بطور دور ہو، اور قیود و شرائط کے موافق ہو اور مکان محفوظ کے اندر ہو، جس میں آواز اپنی معتاد آواز سے زائد نہ رہے تو بلاشبہ جائز رہے گی، بلکہ " الأمور بمقاصدها " کے تحت مستحسن بھی ہو سکتی ہے۔ والعلم عند الله ۔(۱)

تراویح کس مسجد میں پڑھی جائے؟

سوال:- {671} تراویح کس مسجد میں افضل ہے؟ آج کل بعض لوگ محلہ کی مسجد چھوڑ کر دوسری مساجد میں تراویح پڑھتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

(سید زاہدہ فروین، یاقوت پورہ)

جواب:- نماز خواہ کوئی بھی ہو، مسجدِ محلہ کا حق زیادہ ہے، البتہ اگر اس کے دوسری جگہ نماز پڑھنے کے باوجود محلہ کی جماعت باقی رہے اور یہ مسجد جماعتِ تراویح سے محروم نہ ہو جائے، نیز اپنی کسی سہولت یا امام کے زیادہ متقی اور اچھے ہونے یا قرآن کے زیادہ حصہ کی تلاوت کرنے کی وجہ سے دوسری مسجد میں تراویح کی نماز ادا کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

تراویح میں لقمہ

سوال:- {672} کیا تراویح پڑھتے وقت حافظ صاحب آیت بھول جائیں تو لقمہ دے سکتے ہیں؟ (واحد، آصف نگر)

جواب:- اگر امام سے قرآن پڑھنے میں بھول ہو جائے تو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے،

(۱) مطبوعہ سہ ماہی حراء، شمارہ نمبر:۱ صفحہ نمبر:۸۳۔

لقمہ دیتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ امام مزید التباس میں نہ پڑ جائے، یعنی اگر امام صحیح طور پر پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو تو اوّلاً اس کو موقعہ دیا جائے، اگر امام نہ پڑھ پائے تو لقمہ دیا جائے، لقمہ کوئی ایک شخص دے اور اس طرح پڑھے کہ امام کو سمجھ میں آجائے، جو شخص نماز میں شریک نہ ہو اس کو لقمہ نہ دینا چاہئے اور اگر اس نے لقمہ دے ہی دیا اور امام نے قبول کرلیا، تو نماز فاسد ہو جائے گی۔(۱)

جنازہ پہلے یا تراویح پہلے؟

سوال:- {673} رمضان کے مہینہ میں عشاء کے وقت اگر جنازہ آجائے تو نمازِ جنازہ فرض نماز کے بعد ادا کرنا چاہئے یا تراویح کے بعد؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر نماز مغرب کے وقت جنازہ آجائے تو مغرب کی فرض نماز کے بعد اور سنت سے پہلے نماز جنازہ ادا کی جائے: "تقدم صلاة الجنازة على سنة المغرب"(۲) اس سے معلوم ہوا کہ فریضۂ عشاء کے بعد اور نمازِ تراویح سے پہلے نمازِ جنازہ ادا کرنی چاہئے۔

ایک مسجد میں تراویح کی دو جماعتیں

سوال:- {674} بعض مسجدوں میں بیک وقت تراویح کی دو جماعتیں ہوتی ہیں، ایک اوپر کی منزل میں اور ایک نیچے، یا ایک اندر اور ایک صحن میں، ایک جگہ زیادہ قرآن پڑھا جاتا

---

(۱) "وإن فتح غير المصلي على المصلي فأخذ بفتحه تفسد كذا في منية المصلي" (الفتاوى الهندية :۱/۹۹، باب في ما يفسد الصلاة الخ) محشی۔

(۲) الفتاوى الهندية:۱/۱۶۴۔

ہے اور دوسری جگہ کم، کیا اس طرح تراویح کی ایک سے زیادہ
جماعتیں درست ہیں؟ (محمد کبیر، شاہین نگر)

جواب:- نماز میں قرآن کی کتنی مقدار پڑھی گئی؟ اس سے زیادہ اہمیت اجتماعیت کو برقرار رکھنے کی ہے، کثرت جماعت سے مسلمانوں کی اجتماعیت کا اظہار ہوتا ہے، چنانچہ حضرت عمر ؓ کے دور میں ابتداءً چھوٹی چھوٹی علاحدہ جماعتیں ہوا کرتی تھیں، آپ ؓ نے اس سلسلہ کو ختم فرما کر ایک جماعت کر دی، اور حضرت ابی بن کعب ؓ کو اس کا امام مقرر فرمایا، (۱) اسی طرح فقہاءؒ نے یکے بعد دیگرے بھی ایک مسجد میں تراویح کی دو جماعتوں کو مکروہ قرار دیا ہے:

"ولو صلى التراويح مرتين في مسجد واحد يكره" (۲)

لہذا ایک وقت دو جماعتیں تو بدرجۂ اولی مکروہ ہوں گی۔

دو امام مل کر تراویح پڑھائیں؟

سوال:- {675} اگر دو امام مل کر تراویح کی نماز پڑھائیں، دس رکعت پہلا امام اور دس رکعت دوسرا امام، تو کیا اس طرح تراویح پڑھانا درست ہے؟ (عبدالمجید، مشیر آباد)

جواب:- بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک ہی امام پوری بیس رکعتیں پڑھائے، اگر دو امام پڑھائیں تو مستحب ہے کہ پہلا امام ترویحہ مکمل ہونے پر دوسرے امام کو آگے بڑھائے، مثلاً: وہ آٹھ رکعت پڑھائے اور دوسرا بارہ رکعت، یا وہ بارہ رکعت پڑھائے اور دوسرا آٹھ رکعت:

"الأفضل أن يصلي التراويح بامام واحد، فان

---

(۱) دیکھئے: صحيح البخاری، حدیث نمبر: ۲۰۱۰، باب فضل من قام رمضان، كتاب صلاة التراويح۔ محشی۔

(۲) (الفتاوى قاضی خان علی هامش الفتاوی الهندية: ۲۳۴/۱) محشی۔

صلوها بامامين فالمستحب أن يكون انصراف
كل واحد على كمال الترويحة " (۱)

عشاء، وتر اور تراویح علیحدہ امام پڑھائیں؟

سوال:- {676} بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ مستقل امام صاحب نماز عشاء اور وتر پڑھا دیتے ہیں اور حافظ صاحب تراویح، کیا یہ صورت درست ہے؟ (محمد بدرالدین، کرنول)

جواب:- اس طرح نماز پڑھانا درست ہے، حضرت عمر ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نمازِ عشاء اور وتر خود پڑھایا کرتے تھے اور نماز تراویح حضرت ابی بن کعب ﷺ پڑھایا کرتے تھے:

" وقد كان عمر ﷺ يؤمهم في الفريضة وكان
أُبي ﷺ يؤمهم في التراويح " (۲)

پہلے تراویح کی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرے یا وتر با جماعت؟

سوال:- {677} اگر کسی کی تراویح کی چند رکعتیں چھوٹ جائیں تو اسے پہلے یہ رکعتیں ادا کرنی چاہئیں یا وتر کی جماعت میں شامل ہو جانا چاہئے؟ (عبدالمتین، سدی پیٹ)

جواب:- ایسی صورت میں بہتر ہے کہ پہلے وتر جماعت کے ساتھ پڑھ لے، پھر تراویح کی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرلے۔

" وإذا فاتته ترويحة أو ترويحتان فإذا اشتغل

---

(۱) الفتاوى الهندية:۱/۱۱۶۔
(۲) حوالہ سابق

بها يفوته الوتر بالجماعة ، يشتغل بالوتر، ثم يصلي ما فاته من التراويح " (۱)

تراویح کی بعض رکعتیں طویل اور بعض مختصر

سوال:- {678} عام طور پر تراویح میں ختم قرآن کے دن ابتدائی رکعتوں میں قرآن مجید کی زیادہ مقدار پڑھی جاتی ہے اور آخری چار رکعت میں کچھ چھوٹی چھوٹی سورتیں کیا ایسا کرنا بہتر ہے؟ (مصلح الدین، کوہیر)

جواب:- بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ تمام ترویحات میں قرآن برابر پڑھا جائے، البتہ ایک میں زیادہ اور ایک میں کم پڑھنے میں بھی قباحت نہیں، بشرطیکہ مصلیوں کو اس سے بوجھ نہ ہوتا ہو:

" الأفضل تعديل القراءة بين التسليمات فان خالف فلا بأس به " (۲)

تراویح کی قضا

سوال:- {679} اگر کسی شخص کی تراویح قضا ہو جائے تو وہ کس طرح اس کی قضا پڑھے؟ (عابد علی، قلعہ گولکنڈہ)

جواب:- اگر تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھ سکا، تو اسی شب میں صبح ہونے سے پہلے پہلے کسی بھی وقت تراویح ادا کر لے، جب رات گزر گئی اور اگلا دن شروع ہو گیا، تو اب تراویح کی قضاء کی گنجائش نہیں، نہ تنہا اور نہ جماعت کے ساتھ، اب اپنی کوتاہی کے لئے استغفار کرے :

---

(۱) الفتاوی الهندية : ۱/۱۱۷۔

(۲) حوالہ سابق

" إذا فاتت التراويح لا تقضى بجماعة ولا بغيرها وهو الصحيح " (۱)

تراویح کے درمیان گرین لائٹ جلانا

سوال:- {680} ہمارے پاس والی مسجد میں تراویح کے درمیان گرین لائٹ جلا دی جاتی ہے، جس کی وجہ سے مصلیان پر نیند کا غلبہ ہوتا رہتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(محمد جاوید اقبال، ناندیڑ)

جواب:- اسلام میں اس کی اہمیت نہیں کہ نماز کے وقت لائٹ جلائی جائے یا نہ جلائی جائے اور جلائی جائے تو کس رنگ کی؟ اہمیت اس بات کی ہے کہ اس نماز کو اس کے آداب اور خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھی جائے، اس لئے یہ نماز پڑھنے والوں کی سہولت اور منتظمین کی صواب دید سے متعلق ہے، تاہم ایسی باتوں کو باہمی اختلاف اور انتشار کا سبب نہ بننے دیجئے۔

نماز تراویح کی نیت

سوال:- {681} نماز تراویح کی نیت کس طرح باندھی جائے؟ بحیثیت فرض کے یا سنت مؤکدہ کے یا نفل کے؟

(سید نظام علی عابدی، پانی کی ٹانکی، قدیم ملک پیٹ)

جواب:- نماز تراویح کے سلسلہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ تراویح یا قیام لیل یا سنت وقت کی نیت کی جائے، تاہم مطلق نفل یا سنت کی نیت کرلے تو بھی کافی ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے:

" و يكفيه مطلق النيه للنفل و السنة والتراويح و

---

(۱) الفتاوى الهندية : ۱/۱۱۷۔

هو الصحيح ... والاحتياط في التراويح أن ينوي التراويح او سنة الوقت أو قيام الليل"(۱)

کیا حضور ﷺ نے تراویح کا حکم دیا؟

سوال:- {682} کیا حضور ﷺ نے نماز تراویح کا حکم دیا؟ (سید نظام علی عابدی، قدیم ملک پیٹ)

جواب:- حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من صام رمضان و قامه إيمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه".(۲)

''جس نے رمضان کے روزے رکھا اور قیام رمضان کیا اخلاص کے ساتھ، اس کے پچھلے گناہ معاف کردئے جائیں گے''

یہاں قیام رمضان سے رمضان کی مخصوص نماز یعنی تراویح مراد ہے، اس سے تراویح کی تاکید معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے قیام رمضان یعنی تراویح کو صیام رمضان یعنی روزہ کے ہم درجہ کی حیثیت سے ذکر فرمایا ہے، جبکہ روزے فرض ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ تراویح گو سنت ہے، لیکن شریعت میں یہ بہت ہی مؤکد اور مہتم بالشان عمل ہے۔

ایک شبی اور سہ شبی شبینہ

سوال:- {683} مسجد میں آخری عشرہ میں ایک شبی شبینہ اور کبھی سہ شبی شبینہ کیا جاتا ہے اور اکثر مساجد میں اس کا

---

(۱) الفتاوى الهندية:۱/۶۵۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۶۸۳، باب ما جاء في فضل شهر رمضان ۔

اہتمام کیا جاتا ہے؛ کیا یہ عمل دور رسالت مآب ﷺ وخلافت راشدہ میں رائج تھا؟

(س، ج، سنتوش نگر، محمد منظور احمد شریف، ملک پیٹ)

جواب:- چونکہ نماز میں قرآن مجید پڑھنے کی کوئی قطعی حد مقرر نہیں ہے، اس لئے اگر اس طرح نماز پڑھائی جائے تو نماز ہو جائے گی؛ لیکن رسول اللہ ﷺ یا صحابہ ؓ کے عہد میں ایک شب یا تین شب میں پورے قرآن مجید کی تکمیل کا اہتمام نہ تھا، بلکہ غالباً ثبوت بھی نہیں، عام طور پر فقہاء نے پورے ماہ میں ایک ختم مسنون قرار دیا ہے، فقہاء حنفیہ میں صدر الشہید بہت اعلیٰ درجہ کے فقیہ ہیں، انہوں نے لکھا ہے کہ ہر رکعت میں دس آیات پڑھنی چاہیے (۱) بعض حضرات نے دو ختم کو افضل قرار دیا ہے، (۲) ایک اور دو ختم کی بات اس لیے بھی قرین قیاس ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے درمیان جو مذاکرۂ قرآنی ہوا کرتا تھا، وہ پورے رمضان میں ایک ختم قرآن پر مشتمل ہوتا تھا اور جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال کے مذاکرہ میں دو دفعہ قرآن ختم ہوا اور تراویح میں اس سنت کی پیروی کا پہلو بھی ملحوظ ہے، فتاویٰ عالمگیری میں تین ختم تک اجازت دی گئی ہے، لیکن یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھا کرتے تھے، نیز یہ لکھا ہے کہ اتنا قرآن نہ پڑھا جائے کہ لوگ جماعت سے بھاگنے لگیں۔ (۳)

آج کل جو شبینے منعقد کئے جاتے ہیں، اس میں قرآن اتنا تیز پڑھا جاتا ہے کہ تجوید کا لحاظ نہیں ہو پاتا، بلکہ اکثر اوقات تو الفاظ بھی سمجھ میں نہیں آتے، کچھ لوگ رکوع کا انتظار کر کے جماعت میں شریک ہوتے ہیں اور جو لوگ شروع سے شامل ہو کر پڑھتے ہیں وہ بھی تکان

---

(۱) خلاصة الفتاوی: ۱/۶۴۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۳) الفتاوی الهندیة: ۱/۱۱۸-۱۱۷۔

وجہ سے کسل مندی سے دو چار ہوتے ہیں، کچھ لوگ چند دنوں میں قرآن ختم کر کے باقی دنوں میں تراویح ہی کو خیر آباد کہہ دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں کراہت سے خالی نہیں اور ایسی صورتوں میں قرآن کی بے احترامی اور بے تکریمی کا اندیشہ ہے، اس لئے ایسا غلو مناسب نظر نہیں آتا، ہاں اگر کسی شخص میں حوصلہ و ہمت ہو وہ خود تنہا اس طرح نماز پڑھ لے تو شاید مضائقہ نہ ہو۔ واللہ اعلم

ہر ترویحہ پر اجتماعی تسبیح

سوال:- {684} نماز تراویح کی ہر چار رکعت پر جو تسبیح پڑھی جاتی ہے، کیا ان تسبیحات کا پڑھنا اور اجتماعی طور پر پڑھنا حدیث یا صحابہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے؟

(عبدالرشید، سکندرآباد)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے اس وجہ سے کہ احکام شریعت کے نزول کا سلسلہ جاری ہے کہیں نماز تراویح امت پر واجب نہ قرار دیا جائے، جو آئندہ امت کے لئے باعث مشقت ہو، اہتمام کے ساتھ روزانہ تراویح کی نماز نہیں پڑھائی، چنانچہ احادیث میں کیفیت تراویح کے بارے میں زیادہ تفصیل نہیں ملتی اور ائمہ مجتہدین کے دور میں بھی خاص ان کلمات کے ساتھ تسبیح پڑھنے کا ثبوت نہیں جن کو عام طور پر پڑھا جاتا ہے، بلکہ بعض لوگ تسبیح پڑھ لیتے بعض کوئی اور ذکر کر لیتے، مدینہ میں زیادہ معمول ہر ترویحہ کے بعد چار رکعت نفل پڑھنے کا تھا، مکہ میں لوگ اس وقفہ میں طواف کر لیتے یا دو رکعت نفل پڑھ لیتے، چنانچہ فقہاء نے یہی لکھا ہے کہ دو ترویحہ کے درمیان کوئی ذکر یا دعا متعین نہیں، چاہے تو کچھ تسبیح پڑھ لیں یا خاموش بیٹھے رہیں (۱) پھر تسبیح میں کیا کلمات پڑھے جائیں؟ اس کی بھی تعیین نہیں، ویسے تسبیح کے جو کلمات عام طور پر پڑھے جاتے

(۱) الفتاوی الهندية:۱/۱۱۵، بدائع الصنائع :۱/۶۴۸، البحر الرائق :۲/۱۲۲۔

ہیں، وہ متفرق طور پر اور دوسرے مواقع پر حدیث سے ثابت ہیں، اس لئے انہیں پڑھ لینے میں بھی حرج نہیں، جہاں تک اجتماعی طور پر پڑھنے کی بات ہے، تو جیسے ہی سلام پھیرا گیا جماعتی عمل ختم ہوگیا، اب ہر شخص کو انفرادی طور پر ذکر کرنا ہے، اس لئے تسبیحات بھی انفرادی طور پر پڑھنی چاہئیں، خواہ تسبیح کے یہ کلمات پڑھیں یا کچھ اور، یا تسبیح کے بجائے ذکر و دعا کریں۔

تراویح کی رکعات

سوال:- {685} تراویح آٹھ رکعت سنت ہے یا بیس رکعت؟ (محمد صلاح الدین، معین باغ)

جواب:- حدیث کی ایک اہم کتاب مصنف ابن ابی شیبہ ہے، اس میں حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں بیس رکعت اور نماز وتر ادا فرمایا کرتے تھے، اس روایت میں گو کچھ کلام ہے، لیکن یہ بات صحیح سند سے ثابت ہے کہ حضرت عمر ﷺ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح کا اہتمام ہوتا تھا، امام مالک یزید بن رومان سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر ﷺ کے زمانہ میں لوگ رمضان المبارک میں تئیس رکعت پڑھا کرتے تھے (۱) یعنی بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر، حضرت عمر ﷺ کے اس عمل پر کسی صحابی ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی، بلکہ دوسرے خلفاء راشدین ﷺ کے عہد میں بھی اسی پر عمل رہا، (۲) حالانکہ اس زمانہ میں اکابر صحابہ ﷺ موجود تھے، اس سے اس روایت کو تقویت پہونچتی ہے جس میں آپ ﷺ کے بیس رکعت تراویح پڑھنے کا ذکر ہے، نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے طریقہ اور خلفاء راشدین کے طریقہ کو اختیار کرو:

---

(۱) مؤطا إمام مالك :۱/۴۰۔

(۲) ”عن أبي الحسناء أن علي بن أبي طالب أمر رجلا ليصلي بالناس خمس ترويحات عشرين ركعة“ (كنز العمال، حدیث نمبر:۲۳۴۷۴، باب صلاة التراويح) محشی۔

"عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين"(۱)

اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین کی اس متفقہ سنت سے اعراض نہ ہونا چاہئے، آٹھ رکعت کے بہ طور تراویح پڑھنے کا حدیث میں ذکر نہیں، ہاں نماز تہجد میں آٹھ رکعت کا معمول ثابت ہے،(۲) چنانچہ ائمہ اربعہ بیس رکعت تراویح پر متفق ہیں،(۳) بلکہ علامہ کاسانیؒ نے لکھا ہے کہ اس پر صحابہ ﷺ کا اجماع ہے۔(۴)

تراویح سنت ہے یا مستحب؟

سوال:- {686} بعض لوگ کہتے ہیں کہ تراویح سنت ہے اور بعض کہتے ہیں مستحب، میرے ایک دوست مرزا مبین بیگ نے ایک کتاب دکھا کر ثابت کردیا ہے کہ تراویح سنت ہے، جبکہ ۲۴/ نومبر کے مینارۂ نور میں درس حدیث کے تحت بیان کیا گیا کہ نماز تراویح نفل ہے، ان دو باتوں میں سے کونسی بات درست ہے؟ وضاحت کیجئے۔(خواجہ نجم الدین، کریم نگر)

---

(۱) دیکھئے: سنن ابن ماجة ،حدیث نمبر: ۴۲-۴۳،باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين۔

(۲) "عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أنه أخبره : أنه سأل عائشه رضي الله تعالىٰ عنها كيف كانت صلاة رسول الله ﷺ في رمضان ؟فقالت : ،ماكان رسول الله ﷺ يزيدفي رمضان و لا في غيره علىٰ إحدىٰ عشرة ركعة ، يصلى أربعا ، فلا تسئل عن حسنهن و طولهن ، ثم يصلى أربعا، فلا تسئل عن حسنهن و طولهن ، ثم يصلى ثلاثا" (صحيح البخاري ،حدیث نمبر:۱۱۴۷، باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان و غيره) مرتب۔

(۳) دیکھئے: تقریر ترمذی مولانا محمود حسن: ص:۲۴۔

(۴) بدائع الصنائع :۱/۶۴۴۔

جو اب :- اہل سنت والجماعت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نماز تراویح اور اس کا جماعت سے ادا کرنا سنت موکدہ ہے:

"لا خلاف بين أهل السنة في سنية التراويح و أدائها بالجماعة سنة مؤكدة "(۱)

کیونکہ حضرت عمرؓ کے دور سے باہتمام نماز تراویح کا ادا کرنا ثابت ہے، البتہ تراویح انفرادی طور پر بھی سنت موکدہ ہے، اور تراویح کی جماعت سنت موکدہ علی الکفایہ ہے، کہ اگر کچھ لوگ مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرلیں اور باقی لوگ گھر میں تو تارک سنت نہیں ہوں گے، اور اگر مسجد میں تراویح کی جماعت ہی نہیں ہوتی تو سب لوگوں کو ترک سنت کا گناہ ہوگا، جہاں تک تراویح کو نفل کہنے کی بات ہے تو یاد رکھنا چاہئے کہ بعض دفعہ نفل کہہ کر مستحب مراد لیا جاتا ہے اور بعض دفعہ ان تمام احکام کو نفل سے تعبیر کردیا جاتا ہے جو واجب نہ ہوں، اس لحاظ سے سنت پر بھی نفل کا اطلاق ہوتا ہے، آپ نے جس عبارت کا حوالہ دیا ہے اس میں نماز تراویح کو نفل کہنے کا مقصد یہی ہے۔

میدان اور گھر میں تراویح

سوال:- {687} ماہ رمضان المبارک میں مساجد کے علاوہ شادی خانہ یا کسی کے مکان پر تراویح کا اہتمام کیا جارہا ہے، جس میں تین پارے، پانچ پارے بھی سنائے جاتے ہیں، کیا تراویح کی جماعت مسجد کو چھوڑ کو شادی خانہ یا کسی کے گھر پر ادا کی جاسکتی ہے؟ (محمد عبدالسلیم، مشیر آباد)

جو اب:- مساجد میں تراویح کا ادا کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، یعنی اگر محلہ کی مسجد

---

(۱) تقریر ترمذی: ص: ۲۲۴۔

میں تراویح کا اہتمام ہی نہ ہو پائے اور تمام لوگ اپنے اپنے گھروں میں یا کسی میدان میں نماز ادا کرلیں تو سبھی حضرات تارک سنت سمجھے جائیں گے، لیکن اگر مسجد میں بھی تراویح ہورہی ہو اور کچھ لوگ اپنے گھر میں یا کسی میدان میں تراویح کی جماعت کرلیں، تو اس میں مضائقہ نہیں، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے لئے پوری روئے ارض کو نماز کی جگہ بنایا گیا ہے، ''جعلت لی الأرض مسجدا ''(۱) یعنی پچھلی امتوں میں یہ حکم تھا کہ لوگ اپنی عبادت گاہ ہی میں نماز ادا کیا کریں، لیکن امت مسلمہ کو اللہ تعالی کی جانب سے یہ خصوصیت عطا فرمائی گئی کہ وہ روئے ارض پر کہیں بھی نماز ادا کر سکتے ہیں، تین پارے، پانچ پارے یا چھ پارے پڑھنا شرکاء نماز کے نشاط پر موقوف ہے، اگر لوگ نشاط و توجہ کے ساتھ اتنے پارے پڑھ اور سن سکتے ہوں تو تراویح میں قرآن کی اس مقدار کا پڑھنا درست ہے، اگر قرآن کی زیادہ مقدار کی وجہ سے لوگوں میں بے توجہی اور سستی پیدا ہو جائے تو ایسے لوگوں کو کم مقدار والی تراویح میں شرکت کرنی چاہئے، کیونکہ قرآن کے احترام کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے کم قرآن مجید سننا بے احترامی اور بے رغبتی کے ساتھ زیادہ قرآن مجید پڑھنے اور سننے کے مقابلہ میں بہتر ہے۔

مساجد میں خواتین کی تراویح اور سماعت قرآن مجید

سوال:- {688} (الف) محلہ کی مساجد میں نماز تراویح کے لئے مستورات کا جمع ہونا کیا درست ہے؟ جب کہ اس پرفتن دور میں خواتین کا رات کے وقت اپنے گھروں سے نکلنا خطرہ سے خالی نظر نہیں آتا، کیا اسی طرح خواتین کسی ایک گھر میں جمع ہو کہ حافظہ خاتون کے ساتھ نماز تراویح ادا کر سکتی ہیں؟

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۴۳۸، باب قول النبی ﷺ جعلت لی الأرض مسجدا و طهورا۔

(ب) کیا صرف خواتین کسی گھر میں جمع ہو کر مرد حافظ کے پیچھے نماز تراویح پڑھ سکتی ہیں؟

(ج) خواتین دن میں کسی جگہ جمع ہو کر مرد حافظ سے تین دن یا پانچ دن میں مکمل قرآن مجید سن سکتی ہیں؟

(د) کیا کوئی حافظ لڑکی حفظ کو باقی رکھنے کی غرض سے دن میں اپنے قریبی رشتہ دار خواتین سے جو پاس ہی رہتی ہوں، بغیر کسی اعلان اور اشتہار کے روزانہ پانچ پارے باتجوید مصحف دیکھے بغیر سنانے کا اہتمام کرسکتی ہے؟ اگر نہیں تو پھر حافظ لڑکیوں کے لئے حفظ کو باقی رکھنے کی کیا صورت ہوگی؟

(م، ع، غ، واجد، مادنا پیٹ، سعید آباد)

جواب:- (الف-ج) رسول اللہ ﷺ نے خواتین کے لئے اسی کو پسند فرمایا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہتے ہوئے عبادت کریں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"عورت کا اپنے چھوٹے کمرہ میں نماز پڑھنا دالان میں نماز پڑھنے سے اور دالان میں نماز پڑھنا گھر کے احاطہ میں نماز ادا کرنے سے اور گھر کے احاطہ میں نماز ادا کرنا محلّہ کی مسجد میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔(۱)

حضرت ام حمید ساعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی، ظاہر ہے کہ یہ نماز مسجد اور مسجد نبوی جیسی

---

(۱) بیہقی :۳/۱۳۱۔

عالی مرتبت مسجد میں ادا ہوتی اور وہ بھی آپ ﷺ کی اقتداء
میں، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان کو تلقین فرمائی کہ وہ
اپنے گھر میں نماز پڑھیں، یہ زیادہ بہتر ہے" (۱)

اسی لئے عام طور پر فقہاءؒ نے لکھا کہ عورتوں کا مسجدوں میں آنا بہتر نہیں، یہ رائے صرف حنفیہ کی نہیں، بلکہ دوسرے فقہاء کی بھی ہے، فقہاء شوافع میں مشہور محدث اور فقیہ امام نوویؒ نے شرح مہذب (۲) میں اور فقہاء حنابلہ میں ابن قدامہ مقدسیؒ نے اپنی مشہور کتاب "المغنی" (۳) میں بھی یہی لکھا ہے، اس لئے محلہ کی مساجد ہوں یا محلہ کا کوئی مکان، تراویح پڑھانے والا مرد ہو یا عورت، یہ اجتماع نماز پڑھنے کے لئے ہو یا محض قرآن سننے کے لئے، موجودہ حالات میں کراہت سے خالی نہیں کہ اس میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔

مسجدوں کو بازار اور دوسرے مواقع پر قیاس نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اگر ان مقامات پر کوئی ناشائستہ بات پیش آتی ہے تو یہ برائی دنیا کی طرف منسوب ہوتی ہے، اس سے بازار بدنام ہوں گے، لیکن وہی بات بلکہ اس سے کمتر درجہ کی بات بھی کسی دینی مرکز پر یا مسجد میں پیش آئے تو اب یہ برائی دین کی طرف منسوب ہوگی، دینی مراکز بدنام ہوں گے اور دین کے وقار و اعتبار کو نقصان پہنچے گا، اس لئے صحیح طریقہ یہی ہے کہ خواتین اپنے گھروں میں نماز پڑھیں اور جب نماز کے لئے باہر نکلنا مناسب نہیں جب کہ نماز میں جماعت مطلوب ہے تو محض قرآن مجید سننے کے لئے باہر نکلنے کے کیا معنی؟

اصل خوشنودی اور رضا حاصل کرنا ہے نہ کہ اپنے جذبات کی تکمیل اور خواہشات کی تسکین، پس جب شریعت نے خواتین کے لئے یہ رعایت رکھی ہے کہ گھر میں نماز ادا کرنے میں زیادہ اجر

(۱) فتح الباری: ۳۵۰/۲۔ نیز دیکھئے: مسند أحمد بن حنبل، حدیث نمبر: ۲۶۵۵، بحوالہ جمع الفوائد، حدیث نمبر: ۱۲۱۵۔ محشی۔
(۲) الشرح المهذب: ۱۹۸/۴۔
(۳) المغنی: ۱۸/۲۔

وثواب ہے تو مسجدوں میں اور دوسرے مقامات پر جا کر نماز ادا کرنے میں کیا فائدہ ہے؟ گھر میں نماز ادا کرنے میں زیادہ اجر وثواب کا حاصل ہونا یقینی ہے، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے اور باہر جا کر نماز پڑھنے میں گناہ کا اندیشہ ہے، تو یقینی اجر وثواب کو چھوڑ کر اندیشۂ گناہ مول لینا کیا عقلمندی کی بات ہوسکتی ہے؟

(د) حافظہ خاتون کے لئے حفظ باقی رکھنے کی صورت یہ ہے کہ تلاوت کلام پاک کی کثرت رکھیں، تنہا نماز ادا کرتے ہوئے قرآن مکمل کرلیں اور اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ اپنے ہی گھر کی خواتین کو کسی کمرہ میں اکٹھا کر کے تراویح پڑھا دیں اور قرآن اس طرح پڑھا جائے کہ غیر محرم مردوں تک آواز نہ پہنچے، چونکہ اس صورت میں فتنہ کا اندیشہ نہیں، اس لئے اس کی گنجائش ہے، البتہ اس صورت میں امام کو پہلی صف کے وسط میں کھڑا ہونا چاہئے، نہ کہ نمازیوں سے آگے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہی عمل منقول ہے(۱)

پیسے لے کر قرآن سننا

سوال:- {689} زید حافظ قرآن ہے اور وہ ہر سال تراویح میں قرآن سناتا ہے اور اپنے قرآن سنانے کا وہ روپیہ یعنی ہدیہ بھی لیتا ہے، گذشتہ رمضان میں ختم قرآن کے دن ایک صاحب نے غیر ضروری شوشہ چھوڑا کہ قرآن سنانے کے پیسے لینا جائز نہیں اور اگر زید اگلے سال روپیہ لے کر قرآن سنانے کی بات کرے گا تو ہم زید کے پیچھے قرآن نہیں سنیں گے، جب کہ زید کہتا ہے کہ ہم اپنے قیمتی وقت اور محنت کے پیسے لیتے ہیں؟ (مولوی محمد رہبر عالم، رعدی، ہوڑگی، بہار)

جواب:- تراویح میں قرآن مجید سنانے کی اجرت لینا جائز نہیں، اجرت سے مراد یہ

(۱) الهداية: ۱/۱۲۶، ط: کراچی۔

ہے کہ کوئی شخص تراویح سے پہلے یا تراویح پڑھانے کے بعد معاوضہ کا مطالبہ کرے، یا اسی امید پر پڑھائے کہ لوگ اجرت ادا کریں گے، اگر اس کی امید نہ ہوتی تو نہ پڑھاتا، ہاں اگر مطالبہ بھی نہیں تھا اور دل میں یہ خیال بھی نہ تھا کہ اگر اجرت نہیں ملے گی تو نہ پڑھاؤں گا، حافظ کے زبان و دل سے انکار کے باوجود لوگوں نے تحفہ پیش کر دیا تو اب اس کے قبول کر لینے کی گنجائش ہے، اس لئے کہ نہ اس میں طلب ہے اور نہ اشراف، قرآن کا سنانا عبادت ہے اور عبادت کے ادا کرنے میں جو محنت لگے اور وقت صرف ہو، اس کی اجرت لینا جائز نہیں، پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ تراویح میں ختم قرآن ضروری نہیں اور اسی پر تراویح کا درست ہونا موقوف نہیں۔

تراویح میں عورتوں کی امامت

سوال:- {690} عورتوں کے لئے عورت کی امامت مکروہ بتلائی گئی ہے، لیکن علم الفقہ میں جائز لکھا ہے، صحیح مسئلہ کیا ہے؟ آج کل تراویح میں حافظہ عورت قرآن سنائے تو بہت سی عورتوں کو نماز کا ذوق بھی ہو سکتا ہے، اور قرآن سننے کا موقع بھی مل سکتا ہے، فی زمانہ دینی حالات کے اعتبار سے اس کی اجازت ہے یا نہیں؟ (محمد تقی الدین، مدرسہ نور)

جواب:- قرآن و حدیث سے تو ایسی کوئی صراحت نہیں ملتی ہے کہ عورتوں کی جماعت اور ان میں کسی خاتون ہی کی امامت سے منع کیا گیا ہو، بلکہ بعض روایات سے عورتوں کی امامت کرنا معلوم ہوتا ہے، دارقطنی، مصنف عبد الرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رمضان المبارک میں عورتوں کی امامت فرمایا کرتی تھیں، (۱)

---

(۱) "عن عائشة أم المؤمنين رضي الله تعالىٰ عنها أنها كانت تؤم النساء في شهر رمضان فتقوم وسطا" (كتاب الآثار للإمام محمد :۱/۴۴، حدیث نمبر: ۲۱۷، باب المرأة تؤم النساء و كيف تجلس في الصلاة) محشی۔

ابوداؤد، دارقطنی اور حاکم نے نقل کیا ہے:

"آپ ﷺ نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دے دی تھی کہ اپنے گھر ہی میں اہل خانہ کی امامت کرلیا کریں "(۱)

امام عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے:

"حضرت علی ؓ نے اپنے عہد خلافت میں مردوں کے لئے تراویح کا علاحدہ امام اور عورتوں کے لئے علاحدہ امام مقرر کر دیا تھا"(۲)

ظاہر ہے عورتوں کے لئے ایک علاحدہ امام خاتون ہی رہی ہوں گی، اس لئے کہ خالص عورتوں کے لئے مرد امام کا تقرر فتنہ سے خالی نہیں۔

البتہ صاحب ہدایہ کا خیال ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ابتدائے اسلام کا ہے: "و حمل فعلها الجماعة على ابتداء الإسلام "(۳) لیکن یہ قرین قیاس نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کم عمر صحابیات میں ہیں اور مدنی زندگی میں آپ ﷺ کی رفیقۂ حیات رہی ہیں، اس لئے یہ عمل حضور ﷺ کی اخیر زندگی کا ہے، حضرت علی ؓ کے عمل سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعد کے ادوار میں فقہاء نے فتنہ کو پیش نظر رکھ کر خالصۃ عورتوں کی جماعت کو مکروہ قرار دیا ہے، اور یہ عورتوں سے متعلق دین کے مجموعی احکام اور ان کی روح کے مطابق بھی ہے، صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

---

(۱) "و أمرها أن تؤم أهل دارها "(سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۵۹۲، باب إمامة النساء) محشی۔

(۲) کشف الغمه :۱/۱۶۷۔

(۳) الهداية :۱/۱۲۳۔

" و يكره للنساء أن يصلين وحدهن الجماعة "(۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

" ويكره إمامة المرأة النساء فى الصلوة كلها من الفرائض و النوافل إلا فى صلوة الجنازة "(۲)

آپ نے جو صورت تحریر کی ہے اس میں چونکہ قرآن کے ضائع ہو جانے اور خواتین کے حفظ کرنے کے بعد پھر بھول جانے کا اندیشہ ہے اور نماز اور قرآن کے لئے ترغیب کا باعث بھی ہو سکتا ہے، اس لئے کوئی ایسا مکان ہو جس میں پردہ کا پورا پورا اہتمام ہو، صرف اس گھر یا قریب کے گھروں کی عورتیں جمع ہو جائیں، اجنبی اور غیر محرم مردوں کی اس طرف آمد نہ ہو اور بظاہر فتنہ و معصیت کا اندیشہ نہیں ہو، تو نماز پڑھ لی جا سکتی ہے، اس صورت میں امام کا طریقہ یہ ہے کہ امام آگے کھڑی ہونے کے بجائے صف کے وسط میں کھڑی ہو" وإن فعلن قامت الإمام وسطهن "(۳) مستدرک حاکم کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اسی طرح امامت کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ (۴)

تراویح میں ایک ہی آیت کی تکرار

سوال:- {691} اکثر حفاظ تراویح میں ایک آیت کی بار بار تکرار کرتے ہیں، کیا کثرت تکرار پر سجدہ سہو واجب ہے اور اس کی کیا حد ہے؟ (مولانا ہارون رشید قاسمی، ورنگل)

جواب:- نفل نماز میں تو قصداً بھی تکرار مکروہ نہیں، البتہ فرض نمازوں میں ایسا کرنا

---

(۱) الهداية :۱/۱۲۳۔

(۲) الفتاوى الهندية :۱/۸۵، نیز دیکھئے: الهداية :۱/۴۴۔

(۳) الهداية :۱/۱۲۳۔

(۴) الدراية في تخريج احاديث الهداية ، على هامش الهداية : ۱/۱۲۳۔

مکروہ ہے، لیکن عذر، مثلاً بھول جانے کی صورت میں تو فرض نمازوں میں بھی تکرار درست ہے اس سے نماز میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا جس کی تلافی کے لئے سجدہ سہو واجب ہو، تراویح کا شمار نفل نمازوں میں ہے، اس لئے بدرجہ اولی اس میں تکرار سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا:

" إذا كرر آية واحدة مرارا فإن كان فى التطوع الذى يصلى وحده فذلك غير مكروه وإن كان فى الصلوة المفروضة فهو مكروه فى حالة الاختيار وأما فى حالة العذر والنسيان فلا بأس " (۱)

تراویح میں قرآن کی مقدار

سوال:- {692} نماز تراویح میں کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ کتنا قرآن سنا جاسکتا ہے؟

(عبداللہ یونس، چندرائن گٹہ)

جواب:- کم سے کم اتنا قرآن پڑھنا بہتر ہے کہ مہینہ بھر میں ایک قرآن مکمل ہو جائے، اس سے زیادہ قرآن کا پڑھنا مقتدیوں کی بشاشت پر موقوف ہے، مقتدی بشاشت اور نشاط کے ساتھ جتنا قرآن سن سکیں، اتنا ہی قرآن سنانا چاہئے، یوں جہاں تک نماز تراویح ادا ہو جانے کی بات ہے تو اس میں جو حکم اور نمازوں کا ہے وہی حکم نماز تراویح کا بھی ہے، یعنی سورۂ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں کم سے کم تین چھوٹی آیتیں، یا تین چھوٹی آیت کے بقدر ایک بڑی آیت پڑھ لی جائے، تو نماز تراویح ہو جائے گی۔

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

(۱) الفتاوى الهندية :۱/۱۰۶۔

قضاء نمازوں کا بیان

نوافل کے بجائے فرائض کی قضاء

سوال:- {693} بعد نماز ظہر دو رکعت سنت ادا کرنے کے بعد کیا ہم نفل چھوڑ کر فجر یا کسی فرض کی قضاء کر سکتے ہیں؟

(م،م، معظم، مشیر آباد)

جواب:- سنت مؤکدہ کے ادا کرنے کا تو اہتمام کرنا چاہئے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بہ اہتمام ادا فرمایا ہے، البتہ سنن مؤکدہ کے علاوہ جو غیر مؤکدہ سنن اور نوافل ہیں، ان کے مقابلہ فوت شدہ فرائض کو ادا کر لینا زیادہ بہتر ہے؛ کیونکہ فرائض نوافل پر مقدم ہیں۔(۱) گو بعض فقہاء نے چاشت کی نماز، صلاۃ التسبیح، تحیۃ المسجد، صلاۃ الاوابین اور عصر سے پہلے چار رکعت کو بھی سنن مؤکدہ ہی کے حکم میں رکھا ہے۔(۲) لیکن ظاہر ہے کہ ان کی اہمیت بہ مقابلہ فرائض اور ان سے متعلق سنن راتبہ کے کم ہے۔

(۱) " الاشتغال بالفوائت أولى و أهم من النوافل إلا السنن المعروفة " (الفتاوى الهندية:۱/۱۲۵) محشی۔

(۲) دیکھئے: رد المحتار :۲/۵۳۶۔

آپ ﷺ کی نمازیں کب قضا ہوئیں؟

سوال:- {694} کس غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسلسل چار نمازیں قضا ہوگئیں اور ان نمازوں کی قضا ہونے کی وجہ کیا تھی؟ (فوزیہ جبین، جگتیال)

جواب:- یہ واقعہ غزوۂ خندق کا ہے، روایتوں میں فوت ہونے والی نمازوں کی مختلف تعداد منقول ہے، کیونکہ کئی دنوں تک مسلمانوں کا محاصرہ جاری تھا، اس لیے تعداد کا یہ فرق الگ الگ دنوں کا ہوسکتا ہے، یہ نمازیں اس لیے قضا ہوئیں کہ محاصرہ کرنے والے مشرکین کی طرف سے شدید تیر اندازی کا سلسلہ جاری تھا، آپ ﷺ سے غزوہ کی اس کیفیت اور مرض وفات میں مسلسل غشی کی وجہ سے بعض نمازیں قضا ہوئیں، باقی سخت سے سخت حالات میں بھی کبھی آپ ﷺ نے نماز قضاء نہیں ہونے دی، اس سے نماز کے اہتمام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

قضاء نماز پڑھنے کے اوقات

سوال:- {695} قضاء نماز پڑھنے کا کیا کوئی وقت مقرر ہے؟ اور کن اوقات میں قضاء نماز نہیں پڑھنی چاہئے؟
(آفتاب الدین، گلبرگہ)

جواب:- قضاء نماز انسان کے ذمہ اللہ تعالی کی نسبت سے ایک دین ہے، اور دین کو جس قدر جلد ممکن ہو، ادا کرنا چاہئے، اس لئے صحیح طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی نماز قضاء ہو جائے تو پہلی فرصت میں اسے ادا کرلے، تاہم اگر ایسا نہ کرسکے، تب بھی قضاء اس کے ذمہ باقی رہتی ہے، اور عمر بھر بھی اسے ادا کیا جاسکتا ہے:

" لیس للقضاء وقت معین بل جمیع اوقات

العمر وقت له " (۱)

رسول اللہ ﷺ نے سورج نکلنے، سورج ڈوبنے اور نصف النہار کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، (۲) اس لئے ان اوقات میں قضاء کی نماز کو پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہئے، باقی دوسرے اوقات میں کسی بھی وقت قضاء نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں، فجر کے بعد تا طلوع آفتاب اور نماز عصر کے بعد تا غروب آفتاب نفل نمازوں کی ممانعت ہے، لیکن ان اوقات میں بھی قضاء نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں۔

قضاء نمازوں میں "عصر" اور "کوثر" کی تلاوت

سوال:- {696} اگر کسی کو دو تین سال کی نمازیں قضاء کرنی پڑے تو کیا سورۂ عصر اور سورۂ کوثر کے ذریعہ نماز ادا کی جاسکتی ہے، کیونکہ اتنی نمازوں کی قضاء دشوار ہے؟

(س، ج، سنتوش نگر)

جواب:- قرآن مجید کی مقدار کے اعتبار سے قضاء اور ادا کا حکم ایک ہی ہے، یعنی ادا میں قرآن کی جتنی مقدار کا پڑھنا مستحب ہے، قضاء میں بھی اتنی مقدار کی تلاوت مستحب ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ اگر وقت پر نماز ادا کی جائے تو سورہ عصر اور سورہ کوثر کے ذریعہ نماز ادا ہو جائیگی، تو

---

(۱) الفتاوی الهندیة:۱/۱۲۱۔

(۲) " عن عقبة بن العامر الجهني ﷺ قال : ثلاث ساعات كان رسول الله ﷺ ينهانا أن نصلي فيهن ، أو أن نقبر فيهن موتانا : حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع و حين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس و حين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب " (صحيح مسلم ، حدیث نمبر:۸۳۱، باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها ، نیز دیکھئے: سنن أبي داؤد ، حدیث نمبر:۳۱۹۲، باب الدفن عند طلوع الشمس و عند غروبها ، الجامع للترمذي ، حدیث نمبر:۱۰۳۰، باب ما جاء في كراهية الصلاة على الجنازة عند طلوع الشمس و عند غروبها) محشی۔

قضا نماز بھی اس طرح ادا ہو جائیں گی، قضاء کی کثرت کی وجہ سے اگر اندیشہ ہو کہ طویل قراءت کرنے کی صورت میں قضاء کا ادا کرنا دشوار ہوگا، اور مختصر قراءت میں قضاء کی تکمیل ہو جائے گی تو ان مختصر سورتوں کے ذریعہ قضاء کر لینی چاہئے، کیونکہ قضاء واجب ہے اور قراءت کی مقدار کی رعایت مستحب، اور کسی مستحب کا چھوڑ دینا واجب کے چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

پہلے عصر کی قضا یا مغرب؟

سوال:- {697} عصر کی نما اگر قضاء ہو جائے اور مغرب کا وقت شروع ہو گیا تو پہلے عصر کی قضاء کر کے مغرب پڑھی جائے، یا مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد عصر کی قضاء کرے؟ (ایم اے خان، مہدی پٹنم)

جواب:- ایسا شخص جو صاحب ترتیب ہو یعنی جس کے ذمہ پانچ نمازوں کی قضاء نہ ہو، اس کے لئے واجب ہے کہ ترتیب کی رعایت کرتے ہوئے پہلے عصر ادا کر لے، اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھے، خواہ جماعت چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو؛ کیونکہ نمازوں کے درمیان ترتیب کی رعایت واجب ہے: ''الترتیب بین فروض الخمسة والوتر اداء و قضاء لازم'' (۱) لیکن جو صاحب ترتیب نہیں ہو یعنی اس پر پانچ سے زیادہ نمازوں کی قضاء واجب ہے، اس کے لئے جائز ہے کہ پہلے مغرب کی نماز ادا کرے، پھر عصر کی نماز ادا کرے۔

کئی نمازیں چھوٹ جائیں اور دن یاد نہ ہو؟

سوال:- {698} (الف) کسی شخص کی کئی نمازیں چھوٹ گئیں، اب یاد نہیں ہے کہ کس دن کی فجر، ظہر، یا کوئی اور نماز چھوٹی ہے، ایسی صورت میں وہ کس طرح چھوٹی ہوئی

---

(۱) الدر المختار علی ھامش رد المحتار: ۲/۵۲۳۔

نمازوں کی قضاء کرے؟ (ب) کیا وتر اور سنت فجر کی بھی قضاء کی جائے گی؟ (محمد نصیر عالم سبیلی، جالے)

جواب:- (الف) اگر یہ یاد نہ ہو کہ اس کی کون سی نمازیں اور کس کس دن کی فوت ہوئی ہیں، تو اپنے حالات کے تحت تحری اور اندازہ کرے، کہ اس کی کون سی نماز چھوٹی ہوگی، پھر اس طرح نیت کرے کہ میں اپنی چھوٹی ہوئی پہلی ظہر یا آخری ظہر ادا کرتا ہوں، علامہ ابن نجیم مصریؒ نے لکھا ہے کہ اس کے لئے خلاصی کی یہی صورت ہے،" و هذا هو المخلص لمن لم يعرف الأوقات الفائتة "(۱)

(ب) واجب نماز کی بھی قضاء واجب ہوتی ہے، سنت کی اصلاً قضاء نہیں ہے، (۲) ہاں فجر کی فرض نماز کے ساتھ فجر کی سنت بھی قضاء کی جاسکتی ہے نہ کہ تنہا سنت کی، ویسے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ سنت کی بھی قضاء کی جاسکتی ہے، البتہ فرض کی قضاء فرض ہوگی، واجب کی واجب اور سنت کی سنت۔ (۳)

وتر اور فجر کی سنت کی قضاء

سوال:- {699} اگر فجر اور عشاء کی نماز قضاء ہو جائے تو کیا فجر کی سنتیں اور عشاء کی وتر کی بھی قضاء کی جائے گی؟ (مقصود یمانی، اکبر باغ)

جواب:- (الف) وتر کی نماز تو واجب ہے، اس لیے جس طرح فرض کی قضاء واجب ہے، وتر کی قضاء بھی واجب ہے. فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ چاہے وتر سہواً چھوٹ گئی ہو یا قصداً، اور قریبی زمانہ میں چھوٹی ہو یا زیادہ عرصہ گذر چکا ہو، بہر صورت قضاء واجب ہوگی:

---

(۱) " والسنن إذا فاتت عن وقتها لم يقضها " (الفتاوى الهندية :۱/۱۲۲، باب النوافل) محشی۔

(۲) الأشباه والنظائر :ص:۶۰۔

(۳) حاشیہ مولانا احمد علی سہارنپوری علی الجامع للترمذی:۱/۹۹۔

"یجب القضاء بترکه ناسیًا أو عامدًا ، وإن طالت المدة" (۱)

(ب) سنت اور نفل کی یوں تو قضاء نہیں، قضاء تو فرائض و واجبات کی ہے، چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

"إن الأداء یشتمل الواجب و المندوب و القضاء یختص بالواجب" (۲)

لیکن فجر سے پہلے کی دوگانہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بڑی تاکید فرمائی ہے، اس لئے بہتر ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد یہ دو رکعتیں ادا کر لے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے فجر کی دو رکعت (سنت) ادا نہیں کی، اسے چاہئے کہ طلوع آفتاب کے بعد ان رکعتوں کو پڑھ لے'' (۳)

مشہور محقق اور حنفی عالم مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے بھی لکھا ہے کہ ان رکعتوں کو طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لینا چاہئے. (۴) اس لئے سنت فجر کی قضاء کر لینا بہتر ہے۔

نماز فجر کی قضاء

سوال:- {700} فجر کی نماز کی قضاء کا کیا وقت ہے؟ کیا ظہر میں فجر کی قضاء ملا کر پڑھی جائے؟

(سبحان محی الدین، ورنگل)

---

(۱) الفتاوى الهندية :۱/۱۱۱

(۲) رد المحتار:۲/۵۱۹۔

(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۴۲۳، باب ما جاء في إعادتهما بعد طلوع الشمس۔

(۴) معارف السنن :۳/۱۰۰-۹۹۔

جواب:- اگر آنکھ اس وقت کھلے جب سورج طلوع ہو رہا ہو تو وقت مکروہ شروع ہو جانے کی وجہ سے کچھ تاخیر سے فجر کی قضاء کر لینی چاہئے، تا کہ مکروہ وقت گذر جائے، اور سورج اچھی طرح نکل آئے، ایک بار سفر میں آپ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کو اس کی نوبت آئی تو آپ ﷺ نے کسی قدر تاخیر سے سورج اچھی طرح نکلنے کے بعد فجر کی قضاء فرمائی، (۱) اگر ظہر تک بھی فجر کی قضاء نہیں کر پایا تو ظہر سے پہلے ضرور قضاء کر لینی چاہئے، تا کہ غفلت نہ ہو، البتہ جو شخص صاحب ترتیب ہو یعنی اس پر چھ نمازوں سے کم نمازیں باقی ہوں، تو ایسے شخص کے لئے ظہر سے پہلے فجر کی قضاء کر لینی واجب ہے۔

جہری نماز کی قضاء کیسے کرے؟

سوال:- {701} اگر عشاء اور فجر کی نماز قضاء ہو جائے اور اسے ظہر کے وقت ادا کرے تو قراءت جہری ہو گی یا سری؟ اس طرح ظہر وعصر کی قضاء مغرب کے بعد کی جائے تو اس میں قراءت کس طرح ہو گی، سری یا جہری؟

(نادر المسدوسی، مغلپورہ)

جواب:- جن نمازوں میں سری قراءت ہے، قضاء میں بھی وہ نمازیں سری ہی ادا کی جائیں گی، جو نمازیں جہری ہیں، اگر جہری اوقات میں ادا کی جائیں تو بالاتفاق ان کی قضاء میں اختیار ہے۔ زور سے بھی قراءت کر سکتا ہے اور آہستہ بھی اور اگر دن کے اوقات میں جہری کی قضاء کی جائے تو فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، بعض حضرات کے نزدیک ایسی صورت میں سری قراءت واجب ہے، جہری قراءت جائز نہیں، اور بہت سے فقہاء کے نزدیک اس صورت

---

(۱) "فلما ارتفعت الشمس وابياضت قام فصلى" (صحيح البخاری، حدیث نمبر: ۵۹۵ ، باب الأذان بعد ذهاب الوقت، نیز دیکھئے: صحيح مسلم، حدیث نمبر: ۶۸۲، باب قضاء الفائتة و استحباب تعجيل قضائها) محشی۔

میں بھی اختیار ہے، جس طرح چاہے قراءت کرے، چنانچہ درمختار میں ہے:

" ویخافت المنفرد حتمًا أو وجوباً إن قضی الجهرية في وقت المخافة... لكن تعقبه غير واحد و رجحوا تخييره " (۱)

قضاء نمازیں یاد نہ ہوں

سوال:- {702} میری کتنی نمازیں چھوٹ گئی ہیں، وہ یاد نہیں، اب میں ان نمازوں کی قضاء کرنا چاہتی ہوں تو کس طرح کرسکتی ہوں؟ (عائشہ فردوس، گلبرگہ)

جواب:- اس کے لئے آپ کو خود اپنا ذہن ٹٹولنا ہوگا، اور اندازہ لگانا پڑے گا، نماز بالغ ہونے کے بعد فرض ہوئی ہے، عورتوں کے لئے یہ خصوصی رعایت ہے کہ حیض و نفاس کے ایام کی نمازیں ان سے معاف ہیں، اس لئے آپ پہلے اندازہ کریں کہ کتنوں دنوں سے آپ پر نماز فرض ہے اور مہینوں میں کتنے دنوں آپ کو نماز کی ضرورت نہیں ہوتی؟ پھر غور کیجئے کہ ان پانچوں نمازوں میں کون سی نماز آپ سے زیادہ فوت ہوتی رہتی ہے، اور کس نماز میں آپ زیادہ پابندی کا اہتمام کرتی رہتی ہیں؟ ان تمام امور کو ملحوظ رکھ کر اندازہ لگائیے اور جتنی نمازیں زیادہ آپ کے خیال میں قضاء ہوئی ہوں ان کو ادا کرنا شروع کردیجئے، اگر یہ اہتمام کرلیں کہ جو نماز ادا کریں اسی نماز کی باقی ماندہ نمازوں میں سے ایک نماز بھی ادا کرتی جائیں، تو آسانی ہوگی، نیت کا طریقہ یہ ہوگا کہ مثلاً یوں کہیں کہ میں فوت شدہ پہلی فجر ادا کرتی ہوں یا آخری فجر ادا کرتی ہوں، آپ کے خیال کے مطابق جب قضاء ادا ہوجائے تو آئندہ کوشش کریں کہ کوئی نماز قضاء ہونے نہ پائے، اس کے باوجود اگر کچھ نمازیں باقی رہ گئی تو اللہ تعالی کی شان کریمی سے امید ہے کہ اللہ اسے معاف کردیں گے۔

---

(۱) الدر المختار مع الرد :۲/۲۵۲-۲۵۱۔

عصر کے بعد قضاء عمری

سوال:- {703} عصر کی نماز کے بعد قضاء عمری کی نمازیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں پڑھ سکتے ہیں تو کن کن اوقات میں ممنوع ہے؟ (خورشید احمد، گری نگر، بالانگر)

جواب:- عصر اور فجر کے بعد قضاء نماز پڑھنا جائز ہے؛ البتہ طلوع شمس، استواء شمس اور غروب شمس کے وقت پڑھنا ممنوع ہے۔(۱)

✿ ✿ ✿ ✿ ✿

(۱) "ليس للقضاء وقت معين بل جميع أوقات العمر وقت له إلا ثلاثة وقت طلوع الشمس و وقت الزوال و وقت الغروب فإنه لا تجوز الصلاة في هذه الأوقات" (البحر الرائق :۲/۱۴۱)محشی۔

سجدہ سہو کا بیان

سورہ فاتحہ سے پہلے درود پڑھ لے

سوال:- {704} اگر تحریمہ باندھنے کے بعد اور تعوذ وتسمیہ پڑھنے سے پہلے غلطی سے کوئی دوسری سورت یا درود شریف تلاوت کرلے، پھر خیال آنے پر ثنا اور تعوذ وتسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد کوئی سورت ملالے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرلے، تو اس کی نماز ہوجائے گی یا لوٹانی پڑے گی؟

(خلیل الرحمان، مدینہ مسجد، محبوب نگر)

جواب:- چونکہ پہلے درود شریف یا سورۂ فاتحہ کے بجائے دوسری سورت پڑھنے کی وجہ سے وہ تاخیر رکن یا تاخیر واجب کا مرتکب ہوا؛ اس لئے اس پر سجدۂ سہو واجب ہوا، (۱) سجدۂ سہو کرلے تو نماز ادا ہوجائے گی، نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

---

(۱) " ولا يجب سجود إلا بترك الواجب أو تأخيره " (الفتاوى الهندية :۱/۱۲۶)

سورۂ فاتحہ مکمل پڑھنا واجب ہے؟

سوال:- {705} نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے تو مکمل سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے؟ اگر مصلی سورہ فاتحہ کی ایک آیت بھول جائے تو کیا سجدۂ سہو واجب ہے؟ اور سورہ فاتحہ کے ساتھ ملائی جانے والی سورہ کی ایک آیت کو سہوا دو مرتبہ پڑھ دے تو کیا تکرار واجب قرار پاکر سجدۂ سہو لازم ہوگا؟ (سید مصطفیٰ)

جواب:- جی ہاں! مکمل سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، اگر کوئی آیت بھول جائے تو ترک واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہے،(۱) اگر سورہ فاتحہ کے ساتھ پڑھی جانے والی سورہ کی ایک آیت کو دو مرتبہ پڑھ دے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔(۲)

---

(۱) اکثر متون میں یہ بات درج ہے کہ اکثر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، اگر کوئی آیت چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو واجب نہیں، لیکن ''قہستانی'' میں امام اعظمؒ کا مسلک نقل کیا گیا ہے کہ مکمل سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، لہذا اگر کوئی آیت بھی چھوٹ جائے تو ترک واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہے لیکن فتویٰ پہلے قول پر ہے کہ سجدۂ سہو واجب نہیں، ہاں! اگر سجدۂ سہو کرلے تو بہتر ہے۔

"وقرأة فاتحة الكتاب فيسجد للسهو بترك اكثرها لا أقلها ، ولكن في المجتبى يسجد بترك آية منها وهو أولى (الدر المختار) وفي القهستانى إنها بتمامها واجبة عنده فأما عندهما فأكثر ها" (رد المحتار :۱/۳۰۷)

(۲) "إذا كرر آية واحدة مرارًا إن كان في التطوع الذى يصليه وحده فذالك غير مكروه، وإن كان في الفريضة فهو مكروه ، وهذا في حالة الاختيار اما في حالة العذر والنسيان فلا باس به ، تتمات فيما يكره من القرأة في الصلاة" (كبيرى:ص:۴۶۲)

سورہ فاتحہ کی ایک آیت کا تکرار

سوال:- {706} (الف) نماز میں سورہ فاتحہ واجب ہے تو کیا اس کی ہر آیت واجب ہے؟

(ب) اگر کوئی مصلی سورہ فاتحہ کی ایک آیت سہواً دو مرتبہ پڑھے تو کیا تکرار واجب قرار پا کر اس مصلی پر سجدۂ سہو لازم ہوگا؟　　(سید محمد مصطفیٰ)

جواب:- (الف) جی ہاں! پوری سورہ فاتحہ کی قراءت واجب ہے، مسئلہ اختلافی ہے، لیکن فتوی امام صاحب کے قول پر ہے کہ ان کے نزدیک پوری سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔(۱)

(ب) سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا، کیونکہ آیت کا عذر کی بناء پر تکرار مکروہ نہیں، بلا عذر مکروہ ہے، لیکن اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

---

(۱) " قوله قراءة الفاتحة فيسجد بترك أكثرها الا أقلها، لكن في المجتبى : يسجد بترك آية منها، وهو أولى قلت عليه فكل آية واجبة " (الدر المختار على هامش رد المحتار:۱/ ۳۳۸)

"(قوله بترك أكثرها) يفيد أن الواجب الأكثر ولا يعرى عن تأمل - بحر - و في القهستاني : أنها بتمامها واجبة عنده ، وأما عندهما فأكثرها ، ولذا لا يجب السهو بنسيان الباقي ... (قوله عليه) أى و بناء على ما في المجتبى، فكل آية واجبة وفيه نظر: لأن الظاهر أن ما في المجتبى مبنى على قول الامام بأنها بتمامها واجبة ، وذكر الآية تمثيل لا تقييدا اذ بترك شيئ منها آية أو أقل ولو حرفا لا يكون آتيا بكلها الذى هو الواجب كما أن الواجب ضم ثلاث آيات فلو قرأ دونها كان تاركًا للواجب ، افاده الرحمتي . (رد المحتار :۱/ ۳۳۸، ط: رشیدیہ، پاکستان)

سورۂ فاتحہ کا نہ پڑھنا یاد آجائے

سوال:- {707} فرض نماز ہو کہ سنت، پہلی رکعت ہو کہ دوسری رکعت، انفرادی نماز ادا کرتے ہوئے ضم سورت کی قراءت کے وقت خیال آیا کہ شاید سورۂ فاتحہ کی تلاوت نہیں کی گئی، تو کیا ضم سورت کو درمیان میں چھوڑ کر پھر سے سورۂ فاتحہ پڑھ کر ضم سورت کرنی چاہئے؟　　(نادر المسدوسی، مغلپورہ)

جواب:- سورۂ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا خیال غالب گمان کے درجہ میں ضم سورت کے وقت آئے، بلکہ رکوع کے بعد بھی آئے تو سورۂ فاتحہ پڑھ کر ضم سورت کی جائے، اگر رکوع کے بعد یہ بات یاد آئی تو فاتحہ اور ضم سورت کر کے دوبارہ رکوع کرے گا، اور ہر دو صورت میں واجب کی ترتیب میں خلاف ورزی اور واجب یا رکن میں تاخیر کی وجہ سے اخیر میں سجدۂ سہو بھی کرے گا، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

" ولو تذكر ولو بعد الرفع من الركوع عاد ، ثم أعاد الركوع أنه في تذكر الفاتحة يعيد السورة أيضا "(۱)

فرض نماز کی پہلی دو رکعت میں سورہ بھول جائے تو سجدۂ سہو

سوال:- {708} اگر امام فرض نماز کی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ پڑھنا عصر یا ظہر میں بھول جائے تو کیا سجدۂ سہو واجب ہوگا؟　　(جنید بک ڈپو، مشیر آباد)

جواب:- اگر فرض کی پہلی یا دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت نہ

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار :۲/۵۴۴۔

ملائے، تو سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے:

" و لو قرأ الفاتحة و حدها و ترك السورة يجب عليه سجود السهو " (۱)

اس میں جہری اور سری نماز میں کوئی فرق نہیں۔

ان صورتوں میں سجدۂ سہو نہیں

سوال:- {709} اگر چار رکعت والی نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت بھی ملالے، یا قیام کی حالت میں تشہد پڑھ دیا، تو کیا اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا؟　　　　(خان فیروز خان، نظام آباد)

جواب:- تیسری چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ پر اکتفاء کرنا چاہئے، لیکن اگر سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت بھی پڑھ لے، یا غفلت میں سورۂ فاتحہ ہی کو مکرر پڑھ لے، یا قیام کی حالت میں تشہد پڑھ جائے تو ان صورتوں میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا:

" إن قرأ الفاتحة فی الأخریین مرتین أو ضم فیھا سورۃ أو قرأ التشھد مرتین فی الأخیرۃ أو تشھد قائماأو راکعا أو ساجدا لا سھو علیه "(۲)

ظہر وعصر میں زور سے قراءت

سوال:- {710} امام اگر ظہر یا عصر کی نماز میں غلطی سے زور سے قراءت کرنے لگے، تو کتنی مقدار پڑھنے پر سجدۂ

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۱/۱۲۶۔

(۲) حلبی کبیر: ص: ۴۶۰۔

سہو واجب ہوگا؟ (محمد یوسف، قاضی پورہ)

جواب:- سورہ فاتحہ کی ابتدائی تین آیات یعنی" مالك يوم الدين "تک اگر جہر کے ساتھ پڑھ دے، تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، اس سلسلہ میں اصول یہی ہے کہ تین آیات یا تین چھوٹی آیت کے جہر کے بجائے سر، سری کے بجائے جہر سے پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے:

"... قيل يعتبر في الفصلين بقدر ما تجوز به الصلاة، و هو الأصح" (۱)

لیکن یہ حکم امام کے لئے ہے، جو شخص تنہا نماز ادا کر رہا ہو، اگر وہ فجر، مغرب یا عشاء کو سراً پڑھ دے، تو سجدہ سہو واجب نہیں، البتہ ظہر وعصر میں جہر سے قراءت کر دے تو راجح قول پر سجدۂ سہو واجب ہوگا، کیوں کہ راجح یہی ہے کہ سری نمازوں میں تنہا نماز ادا کرنے والے کے لیے سراً نماز ادا کرنا واجب ہے۔ (۲) ہاں، اگر اعوذ باللہ، بسم اللہ اور آمین کو زور سے کہہ دے تو اس میں بھی سجدہ سہو واجب نہیں۔ (۳)

تیسری رکعت میں زور سے قراءت

سوال:- {711} امام نے تیسری رکعت میں زور سے قراءت شروع کر دی، تو کیا حکم ہوگا؟

(محمد یوسف، قاضی پورہ)

جواب:- سجدۂ سہو واجب ہوگا؛ کیوں کہ تیسری اور چوتھی رکعت میں آہستہ قرآن مجید پڑھنا واجب ہے، اور واجب کے ترک کرنے پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے:

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/ ۱۲۸۔
(۲) دیکھئے: الدر المختار مع رد المحتار: ۲/ ۲۵۱۔
(۳) الفتاوی الهندية: ۱/ ۱۲۸۔

"و الجهر للإمام و الإسرار للكل فيما يجهر فيه و يسر (در مختار) و الإسرار يجب على الإمام و المنفرد فيما يسر فيه و هو صلاة الظهر و العصر و الثالثة من المغرب و الأخريان من العشاء وصلاة الكسوف و الإستسقاء " (۱)

مغرب وعشاء کی تیسری رکعت میں ضم سورت

سوال:- {712} امام مغرب یا عشاء میں تیسری رکعت میں سورہ ملانا شروع کردے، تو کیا اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

(محمد یوسف، قاضی پورہ)

جواب:- اگر تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملالے، تو گو اسے ایسا نہیں کرنا چاہئے، لیکن اگر کرلے تو اس کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں، فتاویٰ عالمگیری میں علامہ سرخسی کی "کتاب محیط" کے حوالہ سے یہی بات لکھی گئی ہے:

"ولو قرأ فی الأخريين الفاتحة و السورة لا يلزمه السهو وهو الأصح " (۲)

تحمید زور سے پڑھنا

سوال:- {713} ہماری "مسجد خطیبان" میں کچھ لوگ امام کے پیچھے "سمع الله لمن حمده" کے بعد بآواز بلند "ربنا لك الحمد" پڑھتے ہیں، کیا اسے زور سے

(۱) رد المحتار :۲/۱۴۴۔
(۲) الفتاوی الهندية:۱/۱۲۶۔

پڑھنا چاہیے؟ (رمیز، اودگیر)

جواب:- مقتدی کو تمام اذکار بشمول تکبیرات انتقال اور "ربنا لك الحمد" آہستہ پڑھنا چاہیے، یہی مسنون طریقہ ہے اور یہی صحابہ ؓ کے زمانہ کا عام تعامل تھا، تاہم اگر تکبیرات انتقال کو زور سے کہہ دیا جائے، تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ ہی سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے؛ کیونکہ سجدۂ سہو قراءت قرآن میں جہر کی جگہ سر اور سر کی جگہ جہر سے واجب ہوتا ہے۔(۱)

پہلا قعدہ چھوٹ جائے

سوال:- {714} چار رکعت والی نماز میں دوسری رکعت سے سیدھے قیام میں چلے جائیں، قعدۂ اولی نہ کریں، تو کیا اس نماز کو مکمل کرنا چاہئے؟ یا ازسرنو نماز ادا کرنی چاہئے؟

(کے، ایم، عبدالباسط قادری رضوی، مشیر آباد)

جواب:- اس صورت میں ازسرنو نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں، پہلا قعدہ واجب ہے اور واجب کے چھوٹ جانے پر سجدۂ سہو کر لینا کافی ہے، لہذا اسی نماز کو مکمل کرتے ہوئے اخیر میں سجدۂ سہو کر لینا چاہئے:

" و يجب إذا قعد فيما يقام أو قام فيما يجلس فيه و هو إمام أو منفرد و أراد بالقيام إذا استتم قائما أو كان إلى القيام أقرب فإنه لا يعود إلى القعدة ، هكذا في قاضي خان و سجد للسهو " (۲)

(۱) " لو جهر الإمام فيما يخافت أو خافت فيما يجهر تلزمه سجدتا السهو " (الهداية:۱/۱۳۷) محشی۔

(۲) الفتاوى الهندية:۱/۱۲۷۔

امام قعدۂ اولیٰ بھول جائے تو کیا کرے؟

سوال:- {715} چار رکعت والی نماز میں امام صاحب قعدۂ اولیٰ میں بیٹھنا بھول گئے، اور قیام میں چلے گئے، پیچھے سے مقتدی کے لقمہ دینے سے قعدہ میں بیٹھ گئے تو کیا سجدۂ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی، یا دہرانی ہوگی؟

(حافظ محمد عبدالواحد، بہادر پورہ)

جواب:- ایسی صورت میں امام صاحب کو قعدہ میں لوٹے بغیر نماز پوری کر لینی چاہئے تھی، اخیر میں سجدۂ سہو کر لیتے، یہی کافی ہو جاتی، قیام میں پہونچنے کے بعد پھر قعدۂ اولیٰ میں واپس لوٹ آیا تو یہ فرض سے واجب کی طرف لوٹنا ہوا؛ لہٰذا نماز فاسد ہو جائے گی اور دوبارہ پڑھنا ہوگی، علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

"ثم لو عاد في موضع وجوب ، عدمه ، قيل : الأصح أنها تفسد لكمال الجناية ، برفض الفرض لما ليس بفرض " (۱)

قعدہ میں تشہد سے پہلے سورۂ فاتحہ

سوال:- {716} قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بجائے بھول کر سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرلے اور پھر یاد آنے پر پوری "التحیات" پڑھ لے تو کیا سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے؟

(محمد بن علی مسدوسی، مغلپورہ)

جواب:- اگر تشہد کی جگہ سورۂ فاتحہ پڑھ لے اور بعد میں تشہد پڑھے تو سجدۂ سہو واجب

---

(۱) فتح القدیر: ۱/۵۰۹۔

ہوگا، کیونکہ اس نے واجب کے ادا کرنے میں تاخیر کی اور اگر تشہد پڑھنے کے بعد بھول کر سورۂ فاتحہ پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب نہیں:

"إذا فرغ من التشهد وقرأ الفاتحة فلا سهو عليه ... إذا قرأ الفاتحة ثم التشهد كان عليه السهو "(۱)

اگر قعدۂ اولیٰ میں درود پڑھنے لگے؟

سوال:- {717} ایک شخص نے دوسری رکعت میں التحیات پڑھ کر کھڑا ہونے کے بجائے درود شریف بھی پڑھنا شروع کردیا، بعد میں یاد آیا، تو درود شریف کو درمیان میں چھوڑ کر کھڑا ہوگیا، تو کیا سجدۂ سہو لازم ہوگا؟ اور درود شریف کے کتنے الفاظ سے سجدۂ سہو کی ضرورت ہوگی؟

(محمد یوسف، قاضی پورہ، عبدالستار، مغل پورہ)

جواب:- اگر درود شریف "اَللّٰھُمَّ صل علی محمد" تک پڑھ چکا تھا کہ یاد آیا اور اٹھ گیا، تو "قیام" جو رکنِ نماز ہے، میں تاخیر کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگیا، سجدۂ سہو کرلے، نماز ہوجائے گی، سجدۂ سہو بھی نہ کی تو نماز کا لوٹانا واجب ہوگا، اگر اس سے کم ہی حصہ پڑھا تھا کہ اٹھ کھڑا ہوا، تو سجدۂ سہو واجب نہیں، یوں ہی نماز مکمل کرلے:

"وفي الزيلعي: الأصح وجوبه باللّٰهم صل على محمد"(۲)

"فقال بعضهم لا يجب عليه حتى يقول و على آل محمد والأول أصح" (۳)

---

(۱) الفتاوى الهندية:۱/۱۲۷، نیز دیکھئے: البحر الرائق :۲/۱۷۲۔

(۲) رد المحتار :۲/۵۴۴۔

(۳) الفتاوى الهندية:۱/۱۲۷۔

مغرب میں دو رکعت پر سلام پھیر دے

سوال:- {718} مغرب کی نماز میں امام صاحب سے سہو ہو گیا، انہوں نے دو ہی رکعت پر سلام پھیر دیا، حالانکہ مقتدیوں نے اللہ اکبر کہہ کر متنبہ بھی کیا تھا، امام صاحب نے قبلہ سے منہ پھیرا بھی نہیں تھا اور نہ بات کی تھی، پھر بھی شروع سے دوبارہ نماز پڑھائی، تو کیا اگر بھول کر دو رکعت پر سلام پھیر دے پھر یاد آئے تو کھڑا ہو کر تیسری رکعت مکمل نہیں کر سکتا؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اگر تین رکعت کے بجائے دو رکعت پر سلام پھیر دے اور بعد میں تیسری رکعت بھول جانا یاد آجائے، ابھی تک سینہ قبلہ سے ہٹا نہ ہو اور کوئی گفتگو یا نماز کے منافی عمل نہ کیا ہو تو اس کے لئے ایک رکعت پوری کر لینے کی گنجائش ہے، البتہ اخیر میں سجدۂ سہو کرنا پڑے گا، تاہم اگر امام صاحب نے نماز دہرا لیا، تو اس میں بھی حرج نہیں، بلکہ زیادہ احتیاط ہے:

"ویسجد للسھو ولو مع سلامه ... مالم یتحول عن القبلة أو یتکلم" (۱)

اگر خود یاد نہ آیا، بلکہ کسی اور نے یاد دلایا تو اگر اس نے ایک لمحہ تفکر کیا اور خود اسے یاد آگیا پھر اس نے کھڑے ہو کر نماز پوری کر لی تو یہ درست ہے؛ لیکن اگر اسے خود یاد نہیں آیا اور نماز سے باہر کسی شخص کی یاد دہانی پر کھڑا ہوا تو نماز درست نہیں ہوگی۔

قعدۂ اخیرہ بھول کر کھڑا ہو جائے

سوال:- {719} اگر کوئی شخص فجر و عصر کی آخری

---

(۱) الدر المختار :۵/۵۵۸۔

رکعت کے بعد قعدۂ اخیرہ میں بیٹھنے کے بجائے غلطی سے کھڑا ہوجائے اور کھڑے ہونے کے بعد اسے یاد آجائے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟ (جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اگر اس رکعت کا پہلا سجدہ کرنے سے پہلے یاد آجائے تو لوٹ آئے، قعدہ کرکے اخیر میں سجدۂ سہو کرلے، اگر اس رکعت کا سجدہ کرچکا تو اب بہ حیثیت فرض اس کی نماز باطل ہوگئی اور نماز نفل بن گئی، مزید ایک رکعت ملا کر سلام پھیر لے اور دوبارہ فرض نماز ادا کرے۔(۱)

اگر بھول کر پانچویں رکعت پڑھ لے؟

سوال:- {720} امام صاحب نے ظہر کی نماز میں چار رکعت کے بعد قعدہ اخیرہ کرکے پانچویں رکعت کے لئے اٹھ گئے اور پھر چھ رکعت پوری کرکے قعدہ اور سلام کیا، ایسی صورت میں سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟ مولوی فرید الحق صاحب نے اپنی ایک کتاب میں شرح الوقایہ اور درمختار کے حوالہ سے مسئلہ بیان کرتے ہوئے سجدۂ سہو کا ذکر نہیں کیا ہے، صرف اتنا لکھا ہے کہ ایسی صورت میں چار رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہوجائیں گی، آپ صحیح صورت حال سے ہمیں آگاہ فرمائیں کہ آیا اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟

(منیر خان، پوسٹ ماسٹر، گیشو گیری)

---

(۱) " و إذا لم يقعد قدر التشهد في الفجر بطل فرضه بترك القعود على الركعتين و التنفل قبل الفجر بأكثر من ركعتي الفجر مكروه بخلاف ما إذا قام إلى الخامسة في العصر قبل أن يقعد في الرابعة و قيدها بالسجدة حيث يضم إليها السادسة ؛ لأن التنفل قبل العصر ليس بمكروه " (الفتاوى الهندية :۱/۱۲۹) محشی۔

جواب:- مذکورہ صورت میں چار رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہوگی۔ البتہ امام صاحب کے لئے ضروری ہے کہ وہ سجدۂ سہو بھی کریں فقہ کی مشہور کتاب ھدایہ میں ہے:

"وإن قيد الخامسة بالسجدة ثم تذكر ضم إليها ركعة أخرى وتم فرضه ... ويسجد للسهو استحسانا، لتمكن النقصان في الفرض بالخروج لا على وجه المسنون وفي النفل بالدخول لا على وجه المسنون" (۱)

امام قعدۂ اخیرہ کے بعد کھڑا ہوجائے؟

سوال:-{721} اگر امام صاحب عصر کی نماز میں غلطی سے پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہوجائیں تو مقتدی کیا کرے؟ (محمد جانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اگر امام چوتھی رکعت پر قعدہ کرنے کے بعد پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہوجائے، تو مقتدی کو اس کی اقتداء نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ مقتدی حضرات بیٹھے رہیں، اور امام کو لقمہ دیں، اگر امام پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے قعدہ میں واپس آجائے، اور سلام پھیر دے تو مقتدی بھی اس کے ساتھ سلام کریں، اگر امام پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر گزرے تو اب مقتدیوں کو مزید انتظار کرنے کی ضرورت نہیں، وہ سلام پھیر کر اپنی نماز پوری کرلیں:

"وإذا صلى الإمام أربع ركعات وقعد على رأس الرابعة وقام الى الخامسة ساهيا ... وإن قيد الخامسة بالسجدة ليسلم المقتدى ولا ينتظر الإمام" (۲)

---

(۱) الهداية: ۱/۱۶۰۔

(۲) الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى الهندية: ۱/۹۹-۹۸۔

اگر وتر میں دعاءِ قنوت بھول جائے؟

سوال:- {722} ایک مسجد کے امام صاحب وتر کی تیسری رکعت میں "اللہ اکبر" کہہ کر سیدھے رکوع میں چلے گئے، مقتدی کے لقمہ دینے پر رکوع سے اٹھ کر دعاءِ قنوت پڑھی، پھر دوبارہ رکوع کیا اور نماز پوری کر لی، ان سے کہا گیا کہ اس صورت میں سجدۂ سہو کرنا چاہئے تھا، جو آپ نے نہیں کیا، اس لئے دوبارہ نماز پڑھائیں، لیکن امام صاحب نے کہا کہ نماز ہوگئی؛ صحیح حکم کی رہ نمائی فرمائیں۔

(شیخ عمران، بلال فارم)

جواب:- امام صاحب کو جو توجہ دلائی گئی وہ صحیح تھی، اگر دعاءِ قنوت پڑھنا بھول جائے اور رکوع میں یا رکوع کے بعد یاد آئے، تو اب رکوع میں یا رکوع سے اٹھنے کے بعد قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ نماز پوری کرتے ہوئے سجدہ کرلے اور اگر ناواقفیت کی وجہ سے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دعاءِ قنوت پڑھ ہی لے، تب بھی رکوع کو لوٹانا ضروری نہیں، لیکن سجدۂ سہو اس صورت میں بھی واجب ہوگا، کیوں کہ دعاءِ قنوت جو واجب ہے اس کو اپنے محل سے ہٹادیا گیا اور واجب کے ادا کرنے میں تاخیر ہوئی اور واجب کو چھوڑ دے یا مؤخر کردے، ہر دو صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔(۱)

دعاءِ قنوت بھول جائے تو کیا قیام کی طرف لوٹ آئے؟

سوال:- {723} اگر وتر کی نماز میں دعاءِ قنوت پڑھنا بھول جائے اور رکوع میں یاد آئے تو کیا قیام کی طرف لوٹ

---

(۱) دیکھئے : مراقی الفلاح مع الطحطاوی :ص : ۲۱۱۔

آئے اور دعاء قنوت پڑھے؟ اور کیا ایسی صورت میں سجدۂ سہو بھی واجب ہوگا؟ (سمیع احمد، ملک پیٹ)

جواب:- نماز وتر میں دعاء قنوت کا پڑھنا واجب ہے، اور اس کی جگہ تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے ہے، لہذا اگر اپنی جگہ پر دعاء قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں یا اس کے بعد یاد آیا، تو اب دعاء قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں، تاہم اگر قیام کی طرف لوٹ آئے اور قنوت پڑھ لے تو اس صورت میں بھی نماز فاسد نہیں ہوگی:

" ولو نسی القنوت فتذکر فی الرکوع فالصحیح أنه لا یقنت فی الرکوع و لا یعود إلی القیام الخ " (۱)

البتہ چونکہ دعاء قنوت پڑھنا واجب ہے اور واجب کے چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے، اس لئے سجدۂ سہو بہر صورت واجب ہوگا۔

نماز عید میں تکبیرات زوائد بھول جائے؟

سوال:- {724} عالم پلی وقار آباد کی ایک عیدگاہ میں عید کی نماز میں امام صاحب پہلی تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ کر ثناء پڑھنے کے بعد تین بار زائد تکبیرات کہنے کے بجائے سورہ فاتحہ پڑھنے لگے، امام صاحب نے نماز توڑ دی اور مصلیوں سے بھی کہا کہ وہ اپنی نماز توڑ دیں، اس کے بعد پھر چھ زائد تکبیرات کے ساتھ نماز ادا کی گئی، نماز کے بعد لوگوں نے اعتراض کیا کہ امام صاحب نماز توڑنے کے بجائے مصلیوں کا لقمہ قبول کر

---

(۱) الفتاوی الهندیة:۱/۱۱۱۔

لیتے اور تکبیرات کہہ کر نماز پوری کر لیتے تو نماز ہو جاتی۔

(بلال احمد، ہستی پور)

جواب:- اگر امام صاحب مقتدیوں کے لقمہ پر تکبیرات کہہ کر پھر دوبارہ سورہ فاتحہ پڑھ لیتے اور سورہ ملا لیتے تو یہ کافی تھا، نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں تھی، فقہاء نے مسئلہ یہی لکھا ہے کہ اگر امام نے تکبیرات زوائد کہے بغیر بھول کر قراءت شروع کر دی اور سورۂ فاتحہ وضم سورہ دونوں کریں، تو تکبیرات کو لوٹائے نہیں، بلکہ اسی طرح نماز پوری کر لے اور اگر سورہ فاتحہ کے درمیان یا سورہ فاتحہ پوری کرنے کے بعد تکبیرات زوائد کے بارے میں متنبہ ہو گیا تو اسی وقت تکبیرات کہہ لے اور دوبارہ سورہ فاتحہ کی قراءت کر کے سورہ ملا لے:

"ان بدأ الامام بالقراء ة سهوا فتذكر بعد الفاتحة و السورة يمضى فى صلوته ، و ان لم يقرأ الا الفاتحة كبر و أعاد القراء ة لزوما" (۱)

واضح ہو کہ تکبیرات زوائد واجب ہیں، واجب کے ترک پر سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے، لیکن اگر مصلیوں کا ہجوم ہو، تو سجدۂ سہو کرنا ضروری نہیں، اسی لئے فقہاء نے جمعہ اور عیدین میں سجدۂ سہو واجب قرار نہیں دیا ہے۔

جمعہ و عیدین میں سجدۂ سہو

سوال:- {725} جمعہ اور عیدین کی نماز میں سجدۂ سہو نہیں ہے، اگر غلطی سے الحمد شریف کے بعد دو آیات کی تلاوت ہوئی جن میں ایک آیت کی تلاوت نامکمل ہوئی، آیت میں ''جبار'' کے بجائے ''غفار'' پڑھا گیا اور اب صرف

(۱) ردالمحتار:۳/۵۵۔

ایک ہی آیت مکمل ہوئی، تو کیا جمعہ کی نماز ہو جائے گی؟

(آصف اقبال، سیتامڑھی، بہار)

جواب:- جمعہ و عیدین میں زیادہ ازدحام ہوتا ہے اور سجدۂ سہو کرنے کی صورت میں انتشار کا اندیشہ ہے، اس لئے سجدۂ سہو ضروری نہیں:

" والسهو في صلاة العيد و الجمعة و التطوع سواء والمختار عند المتأخرين عدمه في الأولين (صلوة العيد و الجمعة) لدفع الفتنة"(۱)

لیکن اگر کوئی مفسد نماز پیش آجائے، تو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا، قراءت میں اگر ایسی غلطی ہوگئی کہ معنی ہی بدل گیا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے، تین آیت کے اندر ہو یا تین آیت کے بعد، "جبار" کی جگہ "غفار" پڑھ دینا بھی ایسی ہی غلطی ہے، اس لئے نماز لوٹانی چاہئے، تاہم واضح رہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد تین آیات صرف واجب ہیں، اگر کوئی غلطی ہو جائے، لیکن ایسی غلطی نہ ہو، تو نماز جمعہ ہو جائے گی، تین آیات کی مقدار نماز میں فرض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بشمول تین آیات ہو جائیں، جب امام سورہ فاتحہ پڑھ چکا ہے تو تین آیات ہوگئیں اور فرض ادا ہو گیا۔

نفل نماز اور سجدۂ سہو

سوال:- {726} اگر نفل نماز میں کوئی سہو ہو جائے، تو کیا اس صورت میں بھی سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے؟

(مسخر احمد، شیام نگر)

جواب:- نفل نماز شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتی ہے، اور یہ کچھ نماز ہی پر موقوف نہیں، تمام ہی عبادتیں نفل کے طور پر شروع کی جائیں تو شروع کرنے کے بعد ان کو پورا

(۱) الدر المختار علی هامش رد:۱/۵۰۵۔

کرنا واجب ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ اگر تکمیل سے پہلے توڑ دیں تو قضاء واجب ہوتی ہے، اس لئے فرض نماز ہو یا نفل، سجدۂ سہو جن امور سے واجب ہوتا ہے ان کے پائے جانے کی صورت میں سجدہ کرنا ہوگا، دونوں کا حکم ایک ہی ہے: " وحكم السهو في الفرض والنفل سواء " (۱)

مسبوق اور سجدۂ سہو

سوال:- {727} اگر کسی کی ایک رکعت چھوٹ گئی ہو، اس رکعت میں امام صاحب سے کوئی واجب چھوٹ گیا ہو، اس لئے امام صاحب سلام کے بعد سجدۂ سہو کریں، تو کیا یہ سجدۂ سہو اس شخص پر بھی واجب ہے جو اس رکعت میں شامل نہیں تھا؟

(محمد عظیم، حیدرآباد)

جواب:- سلام تک امام کی اتباع واجب ہے، اس لئے وہ شخص بھی امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا، پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد چھوٹی ہوئی رکعت کو پورا کرے گا:

" والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقا سواء كان السهو قبل الإقتداء أو بعده، ثم يقضي مافاته" (۲)

مسبوق سے سہو ہوجائے

سوال:- {728} اگر فرض نماز کی ایک یا دو رکعت چھوٹ جائے اور چھوٹی ہوئی رکعتیں مکمل کرتے وقت اس میں کچھ غلطی ہوجائے تو کیا سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

(محمد عبدالعظیم صدیقی، ظہیرآباد)

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۱۲۶۔

(۲) الدر المختار علی هامش رد: ۲/۵۴۷-۵۴۶۔

جواب:- جس شخص کی امام کے ساتھ ابتدائی نماز چھوٹ گئی ہو، اسے مسبوق کہتے ہیں، امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق جن چھوٹی ہوئی رکعتوں کو ادا کرتا ہے، ان میں اس کی حیثیت تنہا نماز ادا کرنے والے کی ہوتی ہے، لہذا اگر اس درمیان میں کوئی بھول ہو جائے، تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، علامہ شرنبلالیؒ فرماتے ہیں:

"والمقيم اذا سها في باقي صلاته ، الأصح لزوم سجود السهو : لأنه صار منفردا حكما" (۱)

مقتدی سے نماز میں بھول ہو جائے

سوال:- {729} مقتدی جماعت کی نماز میں پہلی رکعت ختم ہو جانے کے بعد دوسری، تیسری یا چوتھی رکعت میں شریک ہوا، قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد سکوت کے بجائے امام کے پیچھے بھولے سے درودِ ابراہیمی اور دعاءِ ماثورہ پڑھ لے، ایسے شخص کو چھوٹی ہوئی رکعات پڑھنے کے بعد اپنے قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو کرنا پڑے گا، یا نہیں؟ (محمد ابراہیم، سکندر آباد)

جواب:- مقتدی پر اپنے سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، بلکہ وہ امام کا تابع ہوتا ہے، اگر امام پر سجدۂ سہو واجب ہوا تو مقتدی سجدۂ سہو ادا کرے گا، جو صورت آپ نے دریافت کی ہے، اس میں سہو پیش آنے کے وقت وہ مقتدی تھا اور امام کی اتباع میں نماز ادا کر رہا تھا، اس لئے اس صورت میں اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا:

"(يجب على) مقتدى بسهو إمامه إن سجد إمامه لوجوب المتابعة لا سهوه أصلا" (۲)

---

(۱) مراقي الفلاح: ص:۲۵۳۔
(۲) الدر المختار على هامش رد: ۵۴۶/۲۔

کیا مقتدی کی قراءت سے سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

سوال:- {730} اگر امام کے پیچھے کوئی شخص قراءت کرلے، تو کیا سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

(خان فیروز خان، نظام آباد)

جواب:- اللہ تعالی نے حکم فرمایا ہے کہ "جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو" (۱) نیز رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ " امام کی قراءت مقتدی کی طرف سے بھی ہے" (۲) اس لئے حنفیہ اور اکثر فقہاء کے نزدیک امام کے پیچھے مقتدی کو قرآن مجید نہیں پڑھنا چاہئے، بلکہ اس طرح قرآن پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ حضرت علی ؓ نے ارشاد فرمایا:

"من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة" (۳)

"جس نے امام کے پیچھے قرآن پڑھا، اس نے خلاف فطرت کام کیا"

البتہ چونکہ مقتدی نماز میں امام کے تابع ہوتا ہے، اس لئے مقتدی کی غلطی سے اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا "و سهو المقتدی لا یوجب السهو" (۴) اس لئے اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

(۱) الأعراف: ۲۰۴۔ محشی۔
(۲) دیکھئے: سنن نسائي، حدیث نمبر: ۹۲۴، باب اکتفاء المأموم بقراءة الإمام۔ محشی۔
(۳) کبیری: ص: ۵۲۷۔
(۴) حوالہ سابق: ص: ۴۶۵۔

سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر کا بیان

آیت سجدہ کا ترجمہ پڑھا جائے

سوال:- {731} تقریر کے دوران اگر سجدہ والی آیت کا ترجمہ سنانے پر اکتفا کیا جائے تو کیا اس پر بھی سجدہ کرنا لازم ہو جاتا ہے؟ (س، ج، سنتوش نگر کالونی)

جواب:- سجدۂ تلاوت خاص ان آیات قرآنی کے پڑھنے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے جن پر رسول اللہ ﷺ کا سجدہ کرنا ثابت ہے، قرآن مجید کے معانی بعینہ قرآن مجید کے حکم میں نہیں ہیں، اسی لئے صحیح و معتبر قول کے مطابق نماز میں آیات قرآنی کا ترجمہ پڑھ دینا کافی نہیں، بلکہ الفاظ قرآن کی ادائیگی بھی ضروری ہے، اسی طرح حالت جنابت میں الفاظ قرآن کے پڑھنے کی ممانعت ہے، لیکن قرآن کے معانی اور تشریحات پڑھنے کی اجازت ہے، لہذا آیت سجدہ کا ترجمہ سننے اور سنانے کی وجہ سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا؛ چنانچہ خود اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ... بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ﴾(۱)

(۱) الشعراء: ۱۹۵۔

مکروہ اوقات میں سجدۂ تلاوت

سوال:- {732} تلاوت کے درمیان سجدۂ تلاوت کی آیت آجائے مگر وقت مناسب نہ ہو، جیسے فجر کی نماز کے بعد کا وقت، تو کیا اس وقت سجدۂ تلاوت کیا جاسکتا ہے یا اس وقت تلاوت ہی روک دی جائے؟ (سید محمد امجد حسین، مشیر آباد)

جواب:- مکروہ اوقات کل پانچ ہیں، ان میں تین اوقات تو وہ ہیں جن میں فرائض و نوافل دونوں کی کراہت ہے اور وہ ہے طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور نصف نہار کا وقت، ان اوقات میں سجدہ تلاوت بھی مکروہ ہے، (۱) ان اوقات میں تلاوت کرتے ہوئے آیت سجدہ آجائے تو تلاوت جاری رکھے اور بعد میں سجدہ ادا کرلے، کیونکہ نماز سے باہر آیت سجدہ پڑھنے کی صورت میں فوراً سجدہ واجب نہیں ہوتا، دو اوقات وہ ہیں جن میں نوافل مکروہ ہیں نہ کہ فرائض وواجبات، اور وہ ہیں: نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک کا وقت اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک کا وقت، ان اوقات میں سجدۂ تلاوت کیا جاسکتا ہے:

"لا بأس بأن يصلي في هذين الوقتين الفوائت و يسجد للتلاوة" (۲)

اخبار میں آیت سجدہ

سوال:- {733} عید الفطر کے سپلیمنٹ کے صفحہ نمبر ایک پر آیت سجدہ تحریر ہے، اس آیت کے پڑھنے پر سجدہ تلاوت لازم آتا ہے، اس آیت کو لاکھوں حضرات پڑھ چکے

---

(۱) الهداية:۱/۲۶۔

(۲) الهداية:۱/۲۶۹۔

ہوں گے، اس قسم کی آیتیں اخبار میں تحریر نہیں ہونی چاہئیں؟

(عادل، مغلپورہ)

جواب:- ہاں یہ درست ہے کہ جن لوگوں نے اس شمارہ میں آیت سجدہ پڑھی ہے، ان پر سجدہ کرنا واجب ہے، اگر صرف ترجمہ پڑھا ہو تو سجدہ واجب نہیں، اگر کوئی ایسا مضمون زیر بحث ہو کہ جس کے سمجھنے یا سمجھانے کے لئے آیت سجدہ کا پڑھنا یا لکھنا ضروری یا مناسب ہو تو ایسی آیات سجدہ کے اخبار میں نقل کرنے میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی، مسلمانوں کو کم سے کم اس سے تو واقف ہونا چاہئے کہ کن کن آیات پر سجدہ واجب ہے اور سجدۂ تلاوت کرنے میں اجر و ثواب ہی ہے، یہ اتنا آسان اور ہلکا عمل ہے کہ کسی مسلمان پر اس کو بار خاطر نہیں ہونا چاہئے۔

سجدۂ تلاوت کا وقت

سوال:- {734} ہم عصر کے وقت قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، اس میں آیت سجدہ آجائے تو اس وقت کو سجدہ کرنا مکروہ ہے، تو کیا ہم بعد میں سجدہ کر سکتے ہیں؟ اور اگر ہم قرآن ختم کرنے کے بعد پورے سجدے ایک ساتھ کریں تو کیا یہ صورت درست ہوگی؟　　(فوزیہ جبیں، جگتیال)

جواب:- (الف) عصر کے بعد نفل نمازوں کی ممانعت ہے، نہ کہ فرائض و واجبات کی، سجدہ تلاوت چونکہ واجب ہے، اس لئے عصر کے بعد بھی کیا جا سکتا ہے، "**فیجوز فیھا ... سجدۃ التلاوۃ**"(۱) ہاں جب سورج نکل رہا ہو، ڈوب رہا ہو، یا نصف آسمان پر ہو، تو ان اوقات میں فرض نمازوں کا پڑھنا بھی ممنوع ہے، اگر ان مکروہ اوقات میں قرآن کی تلاوت کی گئی اور اس میں آیت سجدہ آگئی تو مکروہ وقت ہونے کے باوجود اسی وقت سجدہ تلاوت کر لینا جائز ہے:

---

(۱)　الفتاوی الهندیة :۵۲/۱۔

"لو تلاها فی اوقات مکروهة فسجد فی هذه الاوقات جاز" (۱)

البتہ بہتر ہے کہ مکروہ اوقات نکلنے کے بعد سجدہ کرے (۲) البتہ غیر مکروہ اوقات میں تلاوت کی گئی ہو تو مکروہ اوقات میں سجدۂ تلاوت کافی نہیں۔

(ب) بہتر طریقہ یہ ہے کہ آیت سجدہ پڑھنے کے بعد جلد سے جلد سجدہ کرلیا جائے، لیکن چونکہ عمر بھر میں کبھی بھی سجدۂ تلاوت کیا جاسکتا ہے، اس لئے اگر قرآن مکمل کرنے کے بعد ایک دفعہ سجدے کرلئے جائیں تو یہ بھی درست ہے:

"فوقتها جميع العمر لأن وجوبها على التراخي" (۳)

سجدۂ تلاوت کے بجائے رکوع

سوال:- {735} اگر کوئی شخص نماز میں سورۃ العلق پڑھ لے جس کی آخری آیت میں سجدۂ تلاوت ہے، تو اس کو پہلے سجدۂ تلاوت کر کے پھر حالت قیام میں آنے کے بعد رکوع کرنا چاہئے یا رکوع کرنا ہی اس کے لئے کافی ہوگا؟

(محمد عبدالعظیم، کھہارواری)

جواب:- بہتر صورت تو یہی ہے کہ سجدۂ تلاوت کر کے کھڑا ہو، پھر رکوع میں جائے، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، تاہم اگر رکوع میں چلا جائے اور اسی میں سجدۂ تلاوت کی نیت بھی کر لے تو حنفیہ کے نزدیک یہ رکوع سجدۂ تلاوت کے لئے بھی کافی ہو جائے گا:

---

(۱) الفتاوی الهندیة :۱/۱۳۵۔
(۲) الفتاوی الهندیة :۱/۵۲۔
(۳) بدائع الصنائع :۱/۴۸۔

"لو لم یسجد و رکع و نوی السجدة یجزیه قیاسا، و به نأخذ" (۱)

بغیر وضو کے سجدۂ تلاوت

سوال:- {736} قرآن کی تلاوت کے درمیان اگر کوئی شخص آیت سجدہ پر سجدہ کرنا بھول جائے اور کچھ مصروفیت کے بعد یاد آجائے تو بغیر وضو کے یہ سجدہ تلاوت کرسکتا ہے یا نہیں؟ (محمد عبدالرشید، بشارت نگر)

جواب:- بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس وقت آیت سجدہ پڑھیں، اسی وقت سجدہ تلاوت کرلیں، تاہم اگر اس وقت سجدہ کرنا بھول جائیں، تو جو آیت سجدہ نماز سے باہر پڑھی گئی ہو، اس کی نسبت سے واجب ہونے والا سجدہ ذمہ میں باقی رہتا ہے، اور جب بھی موقع ملے اس سجدہ کو ادا کرلینا ضروری ہے، لیکن بہر صورت سجدہ تلاوت کے لئے وضو ہونا ضروری ہے، بغیر وضو کے سجدہ کرنا نہ جائز ہے اور نہ کافی، کیونکہ سجدہ نماز کا جزء اعظم ہے، لہذا جو حکم نماز کا ہے وہی حکم سجدہ کا بھی ہے:

"لأنها جزء من أجزاء الصلوة فكانت معتبرة بسجدات الصلوة" (۲)

کیا سجدۂ تلاوت واجب ہے؟

سوال:- {737} قرآن مجید میں جو آیات سجدہ آئی ہیں، کیا ان پر سجدہ کرنا لازم ہے؟ (عبدالباری، اونگور)

---

(۱) الفتاوی الهندية :۱/۱۳۳۔
(۲) بدائع الصنائع :۱/۴۴۰۔

جواب:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ ہم پر قرآن پڑھتے اور آیتِ سجدہ پر گزرتے تو اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلے جاتے، اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کرتے"(۱)

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے عمل کی اتباع کرتے ہوئے فقہاء نے آیتِ سجدہ کی تلاوت پر سجدہ واجب قرار دیا ہے، پڑھنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی، خواہ سننے کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔(۲)

فجر کے بعد سجدۂ تلاوت

سوال:- {738} تلاوت قرآن کے درمیان آیت سجدہ آجائے، مگر وقت مناسب نہ ہو جیسے فجر کی نماز کے بعد کا وقت، تو کیا ایسے وقت تلاوت کو روک دیں یا اس آیت کے آنے کے باوجود تلاوت کو جاری رکھیں؟

(محمد امجد حسین، مشیر آباد)

جواب:- اولاً تو نماز سے باہر سجدہ کی تلاوت کے فوراً بعد سجدۂ تلاوت واجب نہیں، بعد میں بھی سجدہ کیا جاسکتا ہے، دوسرے طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور نصف النہار کے وقت تو فرائض و نوافل دونوں طرح کی نمازیں مکروہ ہیں، اس لئے سجدۂ تلاوت بھی مکروہ ہے، لیکن بعد نماز فجر تا طلوع آفتاب اور بعد نماز عصر سے آفتاب زرد ہونے تک صرف نفل نمازیں مکروہ ہیں، فرض و واجب نمازیں اور سجدۂ تلاوت (جو واجب ہے) کے ادا کرنے میں حرج

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۱۴۱۳، باب في الرجل يسمع السجدة و هو راكب أو في غير الصلاة، كتاب الصلاة۔

(۲) الفتاوى الهندية :۱/۱۳۲۔

نہیں۔ ''فیجوز فیها الفائتة و صلاة الجنازة و سجدة التلاوة ''(۱) پس فجر کے بعد آیت سجدہ کی تلاوت اور سجدہ کی ادائیگی میں کوئی حرج نہیں۔

فوت شدہ سجدۂ تلاوت یاد نہ ہوں

سوال:- {739} لڑکے اور لڑکیاں جب قرآن شریف حفظ کرتے ہیں، تو بے شمار دفعہ آیت سجدہ کی تلات کرتے ہیں، اور سجدۂ تلاوت کرنے میں کوتاہی ہوتی ہے، اب یاد بھی نہیں کہ کتنے سجدہ تلاوت رہ گئے ہیں، ایسی صورت میں اس کو فوت شدہ سجدۂ تلاوت کس طرح ادا کرنا چاہئے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ شب قدر میں تلاوت کر لینے سے سال بھر کے چھوٹے ہوئے سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتے ہیں، کیونکہ شب قدر میں عبادت کا اجر بڑھ جاتا ہے؟ (حافظہ صفورہ آفرین، زین بازار)

جواب:- آیت سجدہ کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اگر ایک ہی آیت سجدہ ایک ہی مجلس میں بار بار پڑھی جائے، جیسا کہ عام طور پر حفظ کرنے والے طلبہ پڑھتے ہیں، تو ایک ہی سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے، اگر ایک سے زیادہ آیات سجدہ تلاوت کی گئیں، یا ایک ہی آیت کو کئی مجلسوں میں تلاوت کیا گیا، تو ایسی صورت میں سجدۂ تلاوت کا تکرار واجب ہو جاتا ہے (۲) اس اصول کو ذہن میں رکھا جائے تو سجدۂ تلاوت کی مقدار کا اندازہ کرنے میں آسانی ہوگی، بہر حال اگر قطعی تعداد یاد نہ ہو، تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ غالب گمان پر عمل کرے اور اس کے باوجود جو سجدے رہ گئے ہوں، ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طلب گار ہو، شب قدر میں جو عمل کیا جاتا ہے، اس سے عمل کی تعداد اور مقدار میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے،

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۵۳۔

(۲) مراقی الفلاح: ص: ۲۶۹۔

اس لئے ایسا نہیں ہے کہ شب قدر میں ایک نماز یا ایک سجدہ کئی واجب الاداء نمازوں یا سجدوں کے لئے کافی ہو جائے۔

وضو کرتے ہوئے امام سے سجدۂ تلاوت سنے

سوال:- {740} امام صاحب نے فجر کی نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدہ کیا، جو لوگ وضو کر رہے تھے، انہوں نے آیت سجدہ سن لی، تو اب ایسے لوگوں کے لئے سجدۂ تلاوت کا کیا حکم ہے؟ (محمد ریاض، وجے نگر کالونی)

جواب:- اگر وہ شخص سجدۂ تلاوت سے پہلے امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے اور امام کے ساتھ سجدۂ تلاوت کرلے، تو یہ کافی ہے اور اگر بعد میں اسی رکعت میں شریک نماز ہوا، تو بھی امام کا کیا ہوا سجدۂ تلاوت اس کے لئے کافی ہے؛ کیونکہ وہ اس رکعت کو پانے والے کے حکم میں ہے اور اگر اس رکعت کے بعد نماز میں شرکت کی یا شریک ہی نہیں ہوا تو وہ تنہا نماز سے باہر سجدۂ تلاوت کرے گا:

"فإن قرأها الإمام و سمعها رجل ليس معه في الصلوة ... و إن لم يدخل معه سجدها وحده لتحقق السبب "(۱)

آیت سجدہ کے طغرے پر نظر پڑ جائے

سوال:- {741} ایک بڑا طغرہ کھڑکی کی دیوار پر چسپاں ہے، جس پر بڑے حروف میں سورۂ حم السجدہ کی آیت سجدہ تحریر ہے، چونکہ یہ طغرہ مکان کے دالان میں چسپاں ہے،

---

(۱) الهداية مع الفتح :۲/۱۷۔

اس لئے آتے جاتے اس پر نظر پڑ جاتی ہے، تو کیا اس سے سجدۂ تلاوت واجب ہوگا؟ (سید صابر علی چشتی، ناندیڑ)

جواب:- سجدۂ تلاوت آیت سجدہ کی تلاوت اور تلاوت کرنے والے شخص سے آیت سجدہ سننے سے واجب ہوتا ہے، گو بلا ارادہ سن لے اور بے خیالی میں پڑھ لے:

"السجدة واجبة في هذه المواضع على التالي والسامع سواء قصد سماع القرآن أو لم يقصد "(۱)

تو اگر صرف اس طغرہ پر نظر پڑے اور زبان سے تلفظ نہ کیا جائے تو سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا، ہاں اگر زبان سے بھی آیت سجدہ پڑھ لے تو سجدہ واجب ہو جائے گا۔

T.V کی تلاوت پر سجدۂ تلاوت

سوال:- {742} بعض اوقات T.V پر قرآن کی تلاوت نشر کی جاتی ہے، اگر تلاوت کے دوران سجدۂ تلاوت آجائے تو کیا ہم کو سجدہ کرنا ضروری ہے؟ (فہیم اسناد۔ فلک نما)

جواب:- T.V پر جو قرآن کی تلاوت نشر کی جاتی ہے، عام طور پر اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک یہ ہے کہ تلاوت کو پہلے ریکارڈ کرلیا جاتا ہے، پھر اسے T.V پر نشر کیا جاتا ہے، ملحوظ رہے کہ اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے، ایسی صورت میں سننے والوں پر سجدۂ تلاوت نہیں، دوسری شکل یہ ہے کہ راست ٹیلی کاسٹ کیا جائے، اس صورت میں سننے والوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔ (۲)

---

(۱) الفتاوی الهندیة: ۱/۱۳۲۔

(۲) احسن الفتاوی: ۴/۶۵۔ محشی۔

سجدۂ شکر

سوال:- {743} سجدۂ شکر کا کیا طریقہ ہے؟ اور یہ کس موقع پر ہے؟ (محمد عبد الحلیم، محبوب نگر)

جواب:- حضرت ابو بکرہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کو جب کوئی خوش کن بات پیش آتی، یا اس کی خبر دی جاتی، تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے، سجدہ میں گر جاتے:

"إذا جاء ه أمر سرور أو بشر بـه خر ساجدا شاكرا لله"(۱)

اسی لیے خوشی کے مواقع پر سجدۂ شکر کرنا مستحب ہے، سجدہ کا طریقہ یہ ہے کہ پاکی کی حالت میں قبلہ رخ، تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں چلا جائے، اور اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح بیان کرے، پھر دوسری تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھالے۔ (۲) سلام کی ضرورت نہیں اور نہ تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھانے کی۔

سجدۂ شکر اور اس کا طریقہ

سوال:- {744} شکرانہ کا سجدہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ رمضان میں بہت سے لوگ تراویح کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں اور ہاتھ اس طرح پھیلا کر رکھتے ہیں کہ ہتھیلیاں چہرہ کی جانب ہوتی ہیں، کیا اس طرح سجدہ کرنا درست ہے اور کیا اس سجدہ کے لئے بھی باوضو ہونا ضروری ہے؟ (حمید الدین، شاہ علی بنڈہ)

---

(۱) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۷۷۴، باب في سجود الشكر۔

(۲) الفتاوى الهندية: ۱/۱۳۶۔

جواب:- نماز سے باہر دو ہی طرح کے سجدے ثابت ہیں ایک تو سجدۂ تلاوت جس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، دوسرے سجدۂ شکر جس کے بارے میں کسی قدر اختلاف ہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ حدیث سے سجدۂ شکر ثابت ہے، (۱) اس لئے اگر کوئی خوشی کی بات پیش آئے تو بطور شکرانہ کے سجدہ کیا جاسکتا ہے، علامہ ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں: "سجدة الشكر جائزة عند الإمام لا واجبة" (۲) ان کے علاوہ محض دعا کے لئے نماز سے باہر مستقلا سجدہ کرنا ثابت نہیں اور سجدہ کی جو ہیئت رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے وہ یہی ہے کہ ہتھیلیاں زمین پر بچھی ہوئی ہوں، جیسا کہ نماز میں سجدے کئے جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نماز تہجد کے سجدوں میں دعائیں کیا کرتے تھے، لیکن یہ سجدہ بھی عام سجدوں کی طرح ہوتا تھا، (۳) ایسا نہیں تھا کہ دعا کرنے کی وجہ سے ہتھیلیاں اوپر کی طرف کرلی جائیں، سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر بھی عام سجدوں کی ہیئت پر کرنا چاہئے۔

چونکہ نماز کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے اور سجدہ نماز کا اہم ترین رکن ہے، اس لئے سجدۂ شکر میں بھی باوضو ہونا ضروری ہے، ائمہ اربعہ اور اکثر فقہاء و محدثین کی یہی رائے ہے۔ (۴)

دعائیہ سجدہ

سوال:- (745) اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض حضرات دعائیہ سجدہ کے نام پر ہتھیلیوں کو بچھانے کے بجائے ہاتھوں کی پشت کو بچھاتے ہیں، تو کیا اس کیفیت کے ساتھ سجدہ جائز ہے اور کیا نمازوں کے سجدہ کے علاوہ ایسا سجدۂ مسنونہ کر

---

(۱) دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۲۷۷۴، باب في سجود الشكر۔ محشی۔

(۲) الأشباه والنظائر مع الحموي: ۱/۶۵۔

(۳) دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۸۷۹، باب في الدعاء في الركوع و السجود۔

(۴) دیکھئے: الموسوعة الفقهية كويتية: ۲۴/۲۴۸، باب سجود الشكر۔ محشی۔

کے دعاء کی جاسکتی ہے؟ (اسد اللہ خان، بیگم پیٹ)

جواب:- نماز ایک اہم ترین عبادت ہے اور سجدہ اس کا ایک رکن ہے، عبادات میں ضروری ہے کہ اسی طریقہ و کیفیت کو اختیار کیا جائے جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، اس میں نہ اضافہ اور کمی کی گنجائش ہے اور نہ اپنی طرف سے تخمین اور اجتہاد کی، رسول اللہ ﷺ سے سجدہ کی یہ کیفیت منقول ہے کہ ہتھیلیوں کا حصہ زمین پر رہے اور ہاتھوں کی پشت کا حصہ اوپر کی طرف، یہی طریقہ عہد نبوی ﷺ سے آج تک متوارثاً چلا آرہا ہے اور فقہاءؒ نے بھی اس بات کو بہ وضاحت و صراحت بیان کیا ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے:

" و یضع یدیه فی السجود حذاء اذنیه ... و یعتمد علی راحتیه" (۱)

اس لئے اس کیفیت کے ساتھ کوئی بھی سجدہ کرنا درست نہیں۔

جہاں تک دعائیہ سجدہ کی بات ہے تو اس کا کوئی ثبوت نہیں، نماز سے باہر دو ہی سجدے منقول ہیں: ایک سجدۂ تلاوت جو آیت سجدہ کی تلاوت پر واجب ہوتا ہے، اس سجدہ کے ثابت ہونے پر متعدد احادیث موجود ہیں (۲) اور اسی لئے فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے، (۳)

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۱/۱۳۶۔

(۲) ایک حدیث میں حضرت ابن عمر ﷺ فرماتے ہیں کہ: "جب نبی ﷺ ایسی سورہ کی تلاوت فرماتے جس میں کوئی آیت سجدہ ہو، تو آپ ﷺ سجدہ فرماتے، اور ہم لوگ بھی سجدہ کرتے: " عن ابن عمر ﷺ قال: كان النبي ﷺ يقرأ السورة التي فيها السجدة ، فيسجد و نسجد حتى ما يجد أحدنا مكانا لموضع جبهته " (صحيح البخاري ، حدیث نمبر: ۱۰۷۰، باب من لم يجد موضعا للسجود مع الإمام من الزحام ، كتاب السجود القرآن) محشی۔

(۳) صرف فرق یہ ہے کہ احناف کے یہاں سجدۂ تلاوت کا ادا کرنا واجب اور فقہاء ثلاثہ کے یہاں سنت ہے: " سجدة التلاوة واجبة بالتلاوة على القارئ و السامع عند الحنفية ، سنة عند بقية الفقهاء " (الفقه الإسلامي و أدلته: ۲/۱۱۰) محشی۔

دوسرے سجدۂ شکر، امام ابو حنیفہؒ سجدۂ شکر کے قائل نہیں، (۱) لیکن اکثر فقہاء اس کے قائل ہیں، خود امام ابو حنیفہؒ کے دونوں شاگرد امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بھی اس کے قائل ہیں (۲) اور فقہ حنفی کی کتابوں میں اسی رائے کی طرف رجحان ہے، سجدۂ شکر سے مراد یہ ہے کہ کسی نعمت کے حاصل ہونے یا کسی مصیبت سے نجات پانے کی صورت میں قبلہ رخ ہو کر سجدہ ریز ہو، سجدہ میں تحمید و تسبیح کے کلمات پڑھے، پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھا لے، (۳) حدیث سے بھی سجدۂ شکر کا ثبوت ملتا ہے۔ (۴)

اس کے علاوہ نماز سے باہر کوئی سجدہ ثابت نہیں، مشہور محدث اور فقیہ علامہ حلبیؒ نے اس کا مکروہ ہونا نقل کیا ہے:

"و قد قالو فی السجدۃ لما لم تکن مقصودۃ لم یشرع التقرب بھا و کانت مکروھۃ" (۵)

ہاں نفل نماز میں سجدہ کی حالت میں دعاء کی جا سکتی ہے، خود رسول اللہ ﷺ سے بہ حالت سجدہ نماز تہجد میں دعا کرنا ثابت ہے۔

---

(۱) چنانچہ سنن ابو داؤد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب کوئی خوش کن خبر معلوم ہوتی تو آپ ﷺ سجدہ ریز ہو جاتے: "عن أبي بكرة ؓ عن النبي ﷺ أنه كان إذا جاءه أمر مسرور أو بشر به خر ساجدا شكرًا لله" (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۲۷۷۴، باب في سجود الشكر، كتاب الجهاد) صحابہ ؓ میں حضرت ابوبکر ؓ و عمر ؓ کا بھی سجدہ شکر ادا کرنا ذخیرۂ حدیث میں موجود ہے، (دیکھئے : کنز العمال، حدیث نمبر:۲۲۳۱۹، باب سجدة الشكر) محشی۔

(۲) کبیری ،ص:۲۵۔

(۳) الفتاوى الهندية:۱/۷۵۔

(۴) "عن أبي بكرة عن النبي ﷺ أنه كان إذا جاءه أمر مسرور أو بشر به خرّ ساجدًا لله" (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۲۷۷۴، باب في سجود الشكر) محشی۔

(۵) حوالہ سابق۔ محشی۔

معذوروں کی نماز کا بیان

گیس کے مریض کے لئے طواف وتراویح

سوال:- {746} اگر ایک شخص کو گیس کا مرض ہو، وہ ایک دفعہ وضو کر کے طواف وتراویح کی بیس رکعت مکمل نہیں کر سکا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ (م، الف، ناندیڑ)

جواب:- ایسا شخص جس کو ریاح کا اتنا غلبہ رہتا ہو کہ وضوء کر کے نماز مکمل کرنے کے بقدر بھی باوضوء نہیں رہ سکتا، فقہاء کی اصلاح میں "معذور" ہے، وہ نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضوء کر لے، تو جب تک اس نماز کا وقت مکمل نہ ہو جائے اور خروج ریح کے علاوہ کوئی اور ناقض وضوء پیش نہ آجائے وہ باوضوء ہی سمجھا جائے گا، اور اسی حالت میں اس کے لئے طواف اور نماز تراویح کا ادا کرنا درست ہوگا۔(۱)

(۱) دیکھئے: الفتاوی الهندیة: ۱/۴۰، باب أحكام المعذور۔ محشی۔

امام کو ریاح کی بیماری ہو

سوال:- {747} میرے ایک دوست حافظ قرآن ہیں، ہر سال ماہ رمضان میں بلا معاوضہ تراویح کی امامت کرتے ہیں، چند ماہ سے ان کو گیس کی بیماری ہوگئی ہے، اور بار بار ان کا وضوء ٹوٹتا رہتا ہے، ایسی صورت میں ان کو تراویح کی امامت کرنی چاہئے یا نہیں؟ اور اگر امامت کے درمیان وضو ٹوٹ جائے تو کیا کریں؟ (عبدالجلیل، سکندرآباد)

جواب:- اگر ریاحی تکلیف کا اتنا غلبہ ہے کہ وضو برقرار رکھتے ہوئے تراویح کی نماز مکمل کرنا دشوار ہے، تو اس کا حکم معذور شخص کا ہے، اگر وہ تنہا نماز پڑھیں اور بغیر خروج ریح کے نماز مکمل نہ ہو سکے، تو ان کے لئے گنجائش ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے تازہ وضو کر لیں اور نماز مکمل کر لیں، خواہ درمیان میں اس کی نوبت آجائے، البتہ جو لوگ ایسے معذور نہ ہوں، ان کے لئے ان معذور حافظ صاحب کے پیچھے نماز ادا کرنا درست نہیں ہوگا، اگر وہ خروج ریح پیش آئے بغیر نماز پوری نہ کر سکیں:

"وفسد اقتداء طاهر بصاحب المعذور المفوت للطهارة" (۱)

اس لئے ان حافظ صاحب کو ایسی مجبوری کی صورت میں امامت سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اگر سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو؟

سوال:- {748} ایک شخص دونوں پاؤں میں درد سے متاثر ہونے کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے، لیکن وہ سجدہ کی

(۱) البحر الرائق :۱/۶۳۶۰، نیز دیکھئے : بدائع الصنائع :۱/۳۵۰، الهداية :۱/۱۲۶۔

حالت میں ناک اور پیشانی زمین پر لگا نہیں سکتا، کیا اس کی نماز درست ہوگی؟ (تحسین الاسلام، پورنیہ)

جواب:- اگر تکلیف کی وجہ سے سجدہ نہیں کرسکتا، تو اشارہ سے سجدہ کرلے، اگر رکوع اور سجدہ دونوں ہی اشارہ سے کرتا ہے، تو اس کا خیال رکھے کہ سجدہ کی کیفیت میں بہ مقابلہ رکوع کے زیادہ پست اور جھکا ہوا ہو، چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے:

"وإن عجز عن الركوع والسجود وقدر على القعود يصلى قاعدا بايماء ، ويجعل السجود اخفض من الركوع"(۱)

موٹاپے کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال:- {749} عورتیں اپنی نماز بیٹھ کر پڑھیں یا کھڑی ہوکر؟ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نماز پوری ہوگی یا نہیں؟ اگر کسی کو موٹاپے کا بوجھ ہو جس سے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو تو کیا کرے؟ (محمد عبدالحمید، بیدر)

جواب:- فرض اور واجب نماز میں قیام فرض ہے،(۲) یہ حکم مردوں کے لئے بھی ہے اور عورتوں کے لئے بھی، اس لئے عورتوں کو بھی کھڑے ہوکر ہی نماز ادا کرنی چاہئے، موٹاپا اگر اس درجہ کا ہو کہ کسی قدر مشقت کے ساتھ قیام کرسکتا ہو، تو فرض نماز تو کھڑا ہوکر ہی ادا کرے، فرض نمازوں میں اسی شخص کے لئے بیٹھنے کی اجازت ہے جو بیماری کی وجہ سے کھڑا نہ ہوسکتا ہو، اگر کھڑا

---

(۱) الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى الهندية :۱/۱۷۱۔

(۲) "و أما أركانها فستة منها : القيام ... و قال الله تعالىٰ : ﴿ و قوموا لله قانتين ﴾ (البقرة :۲۳۸) و المراد منه : القيام في الصلاة " (بدائع الصنائع :۱/۲۸۲) محشی۔

ہوا تو بیماری میں اضافہ ہو جائے گا، یا صحت یاب ہونے میں تاخیر ہوگی، محض معمولی دشواری کی وجہ سے بیٹھ کر فرائض کا ادا کرنا درست نہیں، (۱) —— البتہ نوافل اور سنتیں بلا عذر بھی بیٹھ کر ادا کی جاسکتی ہیں، اس لئے موٹاپے کی وجہ سے سنتیں بیٹھ کر پڑھ لی جائیں، تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

معذور شخص کی امامت اور اذان

سوال:- {750} کوئی ایسا شخص جو نامرد ہو، کیا امامت کرسکتا ہے؟ یا ایسے شخص کو مؤذن مقرر کیا جاسکتا ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- ہر عاقل، بالغ، مسلمان امامت کرسکتا ہے، (۲) البتہ عورت اور مخنث مردوں کے امام نہیں ہوسکتے، (۳) نامرد شخص سوائے اس کے کہ اس کی بیوی فسخ نکاح کا مطالبہ کرسکتی ہے، بقیہ تمام احکام میں صحت مند مردوں ہی کی طرح ہے، لہذا اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور وہ اذان بھی دے سکتا ہے۔

اشارہ سے سجدہ

سوال:- {751} میں ایک پیر کا معذور ہوں، نماز میں سجدہ کے لئے سر کو زمین پر رکھ نہیں سکتا، ایسی صورت میں اگر سجدہ کے لئے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکا کر سر کو اشارۃً تھوڑا جھکا لیا جائے تو کیا نماز ادا ہو جائے گی؟ (شیخ جمال، منگل ہاٹ)

---

(۱) الدر المختار: ۱/۵۰۸۔
نیز دیکھئے: بدائع الصنائع: ۱/۲۸۴، باب صلاۃ المریض۔ محشی۔
(۲) بدائع الصنائع: ۱/۳۸۶۔
(۳) الفتاوی الهندیة: ۱/۸۵۔ محشی۔

جواب:- شریعت میں واقعی مجبوریوں کی پوری رعایت ہے، اسی لئے اگر کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو تو بیٹھ کر اور بیٹھنے پر قادر نہ ہو تو لیٹ کر نماز پڑھنے کی گنجائش ہے، اسی طرح اگر زمین پر سر رکھنے کی قوت نہ ہو تو سر جھکا کر اشارہ سے بھی سجدہ کیا جاسکتا ہے، طحطاوی میں ایک مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: ''... ولو بعذر بل معه يجب الايماء بالرأس'' (۱)

معذور شخص کا وضوء اور نماز

سوال:- {752} میرے دادا تقریبا نوے سال کے ہیں، اور شکر کے مریض ہیں، پیشاب بہت زیادہ آتا ہے، کبھی کبھی یوں ہی پیشاب خارج ہوجاتا ہے، اور طہارت لینے کا بڑا مسئلہ ہے، کیونکہ بار بار جسم صاف کرنا دشوار ہے، تو کیا اس حالت میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟ (محمد عبدالمجیب، خیریت آباد)

جواب:- ایسے اعذار کی وجہ سے نماز معاف نہیں ہوتی، البتہ شریعت میں اس طرح کے معذور لوگوں کے لئے خصوصی رعایت ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر پیشاب کے قطرات ٹپکتے ہوں، یا پیشاب کی اتنی کثرت ہو کہ وضوء کر کے نماز پڑھنے کے بعد بھی پیشاب سے بچا رہنا دشوار ہو، تو وہ نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد وضوء کرلیں اور اسی حالت میں نماز ادا کرلیں، جب تک کہ نماز کا وقت نہ گزر جائے، اور پیشاب کے علاوہ کوئی اور ناقض وضوء پیش نہ آجائے وہ باوضوء سمجھے جائیں گے، اور ان کا نماز وغیرہ پڑھنا درست ہوگا۔ (۲)

جہاں تک کپڑے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر نماز سے پہلے کپڑا

---

(۱) طحطاوی علیٰ مراقي الفلاح، ص:۱۲۵۔
(۲) دیکھئے: الفتاوی الهندیة: ۱/۴۱، باب أحكام المريض ألخ۔ محشی۔

تبدیل کرلیں اور نماز کے مکمل ہونے تک اس کے پاک رہنے کا اطمینان ہو، تو نماز کے لئے مستقل کپڑا رکھیں، اور اگر پیشاب کے قطرات آنے کا اتنا غلبہ ہو کہ اس سے بچتے ہوئے نماز کا پورا کرنا بھی دشوار ہو، تو پھر اسی کپڑے میں نماز ادا کرسکتے ہیں:

"ولو كان المحل بحالٍ لو غسله يتنجس قبل الفراغ من الصلاة ثانيا جاز له أن لا يغسل هذا هو المختار"(۱)

صف کے درمیان معذور کا بیٹھ کے نماز پڑھنا

سوال:- {753} اذان دینے والا شخص امام کے پیچھے بیماری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز ادا کرے، کیا یہ جائز ہے؟ واضح ہو کہ اس کی وجہ سے کاندھے کی جگہ خالی رہ جاتی ہے۔

(محمد احمد، وقار آباد)

جواب:- معذوروں کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، (۲) اور ایسا شخص امام کے پیچھے بھی بیٹھ کر نماز ادا کرسکتا ہے، اس کا بیٹھنا کھڑے ہونے کے حکم میں ہے۔

(۱) کبیری: ص: ۱۳۴۔

(۲) "عن عمران بن حصين ﷺ قال: سألت رسول الله ﷺ عن صلاة المريض؟ فقال: صل قائمًا، فإن لم تستطع فقاعدًا، فإن لم تستطع فعلى جنب" (الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۳۷۲، باب ماجاء أن صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم) محشی۔

مسافر کی نماز کا بیان

مسافت سفر اور میکہ کا شرعی حکم

سوال:- {754} میں ۱۱۰ کیلو میٹر کا سفر طے کر کے میکہ حیدرآباد آئی ہوں، یہاں کبھی ایک اور کبھی دو دن رہتی ہوں، میرے لئے نماز قصر ہوگی یا پوری؟　　(ایک بہن، ٹانڈور)

جواب:- ۷۷ کیلو میٹر کی مسافت کے سفر پر آدمی مسافر ہو جاتا ہے، اس لئے دوران سفر آپ مسافر ہیں، اگر آپ راستہ میں ظہر و عصر یا عشاء کی نماز ادا کریں تو قصر کریں گی، اسی طرح اگر یہ نماز دوران سفر اس طرح قضاء ہوئی کہ حیدرآباد میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس نماز کا وقت گذر چکا، تو بعد میں اس کی قضاء دو ہی رکعت کی جائے گی، کیوں کہ جو نمازیں حالت سفر میں قضاء ہوگئی ہوں، وہ بعد میں قصر ہی کے ساتھ پڑھی جائیں گی۔(۱)

حیدرآباد، جو آپ کا میکہ ہے، اگر آپ کے والدین یا ان میں سے ایک یہاں موجود

(۱) " فيقضي ... المقيم في الإقامة ما فاته في السفر منها ركعتين " (الفتاوى الهندية :۱/۱۲۱،باب في قضاء الفوائت) محشی۔

ہوں، یا آپ کی زمین و مکان یہاں ہو، تو حیدرآباد آپ کا وطن ہے، یہاں اگر آپ چند گھنٹوں کے لئے آئیں تب بھی آپ پوری چار رکعت نماز ادا کریں گی:

"وطن أصلی وهو مولد الرجل أو البلد الذی تأهل به "(۱)

حالت سفر میں سنت کی ادائیگی

سوال:- {755} ۲۵۰ رکلومیٹر کے سفر بعد فجر کی نماز اور دیگر نمازوں میں کیا سنت پڑھنی چاہئے؟ یا صرف فرض نماز پڑھی جائے؟ (محمد اسماعیل، شاہ پور گلبرگہ)

جواب:- جدید فرانسیسی پیمائش میں سفر شرعی کی مسافت ۲۸۵-۷۷ کلومیٹر ہوتی ہے، (۲) یہ یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر ہو تو چار رکعت والی فرض نمازوں میں قصر کرنا واجب ہے اور سنت کا ترک کرنا جائز ہے، البتہ اگر امن اور قیام کی حالت ہو تو پڑھ لینا بہتر ہے اور چلتی ہوئی حالت میں ہو تو ترک کر دینا بہتر ہے، (۳) فجر کی سنت کی چونکہ خصوصی اہمیت ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، (۴) اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ حالت سفر میں بھی ترک نہ ہونے پائے؛ لیکن نہ پڑھے تو گنہگار نہ ہوگا۔

---

(۱) الفتاوى الهندية :۱/۱۴۲۔

(۲) دیکھئے: احسن الفتاویٰ:۴/۱۰۵۔

(۳) الفتاوى الهندية :۱/۱۳۹۔

(۴) نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم ان دونوں رکعتوں کو مت چھوڑو اگرچہ تمہیں گھوڑے روند ڈالیں: "عن أبي هريرة ؓ قال : قال رسول الله ﷺ : لا تدعوهما و إن طردتكم الخيل" (سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:۱۲۵۸، كتاب الصلاة) محشی۔

دو وطن اصلی

سوال:- {756} میں موضع چشتیال تعلقہ چریال ضلع ورنگل کا متوطن ہوں، جہاں میرا آبائی مکان و زرعی اراضی واقع ہے، جس کی نگرانی و آمدنی وغیرہ کے واسطے اکثر وہاں جاکر اپنے بھائی بہن کے یہاں قیام کرتا ہوں، جو کبھی بھی پندرہ دنوں سے زیادہ نہیں ہوتا، لیکن میرا موجودہ مستقلاً قیام ورنگل شہر میں ہے، جو میرے وطن سے نوے (۹۰) کلومیٹر ہے، ان حالات میں کیا میں وہاں مسافر کی حالت میں ہوتا ہوں یا مقیم کی؟ بغرض رہبری واتباع آپ کے جواب کا متمنی ہوں۔ (سید ضیاء الدین احمد، ورنگل)

جواب:- اگر آپ نے ورنگل میں مستقل رہائش اختیار کرلی ہے، اور یہیں بود وباش رکھنے کا ارادہ ہے تو اب وہ بھی آپ کا وطن اصلی ہے، اور وہاں بھی آپ کو چار رکعت نماز ادا کرنی چاہئے، وطن اصلی تین وجوہ سے بنا کرتا ہے، ایک تو وہ جگہ جہاں آدمی کی ولادت ہوئی ہو، اور وہاں اس کی جائیداد وغیرہ بھی موجود ہو، مکمل طور پر اس کو چھوڑا نہ ہو، دوسرے جس شہر میں اس نے شادی کی ہو، تیسرے جس کو اس نے مستقل جائے قیام اور وطن بنالیا ہو، اس اصول کی روشنی میں آپ کا اپنا آبائی مقام بھی وطن اصلی ہے، اور ورنگل بھی، دونوں مقامات پر قصر کے بجائے چار رکعت ادا کریں گے، کیونکہ ایک شخص کے ایک سے زیادہ وطن اصلی ہوسکتے ہیں، مشہور حنفی فقیہ علامہ حصکفیؒ نے ان باتوں کو بہ تفصیل لکھا ہے، فرماتے ہیں:

"(الوطن الأصلی) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول

أهل فلو بقي لم يبطل ، بل يتم فيها" (۱)

"لو نقل الرجل أهله وعياله ببلدة وتوطن ثمه وله في مصره الأوّل دور وعقار ، قال بعض المشائخ يبقى المصر الأوّل وطنا له"(۲)

بلا عذر دو نمازیں جمع کرنا

سوال:- {757} علامہ الطاف حسین حالی صاحب اپنے ایک مضمون بہ عنوان" الدین یسر "رسالہ تہذیب الاخلاق ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۹۷۹ء ص:۱۳ میں تحریر فرماتے ہیں:" حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز ظہر کو نماز عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ اس حالت میں جمع کیا کہ نہ سفر تھا، نہ کوئی خطرہ تھا اور نہ بارش تھی ، لوگوں نے حضرت ابن عباس ﷺ سے پوچھا کہ آنحضور ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: اس لئے کہ امت پر تنگی نہ رہے "۔ براہ مہربانی اس حدیث کا ماخذ بتائیں اور پوری حدیث سے مطلع فرمائیں۔

(سید جہانگیر علی، فلک نما)

جواب:- قرآن مجید نے فریضۂ نماز کو "کتاب موقوت "(۳) قرار دیا ہے، یعنی ایسا فریضہ جو وقت سے متعلق ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر پانچوں

---

(۱) الدر المختار مع رد :۲/۶۱۴۔
(۲) الفتاوی التاتار خانیه:۲/۱۹۔
(۳) النساء:۱۰۳۔

نمازوں کے اوقات بتائے، جس کا حدیثوں میں ذکر موجود ہے، پھر آپ ﷺ کا معمول مبارک اسی کے مطابق نماز ادا کرنے کا رہا ہے،، نیز بعض حضرات نے جب آپ سے اوقات نماز کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے دو دنوں اس طرح نماز ادا فرمائی کہ ایک دن تمام نمازیں اول وقت میں ادا کیں اور دوسرے دن آخر وقت میں، اس سلسلہ میں صحیح حدیثیں موجود ہیں، اسی لئے اس بات پر امت کا اجماع و اتفاق ہے کہ پانچوں نمازوں کے لئے مستقل طور پر اوقات مقرر ہیں، اب اگر یہ بات مان لی جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے بغیر سفر اور کسی عذر کے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کر کے پڑھا، تو پھر اوقات نماز کی تعیین بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

نیز حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے بالکل متعارض دوسری روایت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بلا عذر دو نمازوں کو جمع کیا، اس نے کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کا ارتکاب کیا، (۱) اس روایت کو امام ترمذیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن امام حاکم نے صحیح اور علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ''حسن'' قرار دیا ہے، (۲) اور خود امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین کا عمل اسی پر تھا کہ بغیر سفر اور عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا درست نہیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو اکابر صحابہ میں ہیں، وہ حضور ﷺ کا معمول مبارک نقل کرتے ہیں کہ سوائے عرفات اور مزدلفہ کے وقوف کے آپ ﷺ نمازیں ہمیشہ وقت پر ادا فرماتے تھے۔ (۳)

یہ تمام حدیثیں اس بات پر شاہد ہیں کہ یا تو اس حدیث میں نقل کرنے والوں سے چوک ہوئی ہے، کیونکہ سچ بولنے والوں سے بھی بھول چوک اور غلط فہمی ہو سکتی ہے، اسی لئے ممتاز محدث حاکم نیشاپوری نے اس روایت کو موضوع یعنی من گھڑت قرار دیا ہے اور علامہ شوکانی

---

(۱) دیکھئے: الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۸۸۔

(۲) معارف السنن: ۲/۱۶۶۔

(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۸۸۷۔

نے امام ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے(۱) اور منکر بھی ضعیف اور غیر معتبر روایتوں کی ایک قسم ہے، یا پھر یہ کہنا پڑے گا کہ اس حدیث کا ظاہری اور متبادر معنی مراد نہیں، چنانچہ حضرت عبد اللہ ابن عباس ﷺ سے اس روایت کو نقل کرنے والوں میں ان کے ایک شاگرد جابر بن زید بھی ہیں، ان سے دریافت کیا گیا کہ شاید اس کا مطلب یہ ہو کہ ظہر اور مغرب دیر سے ادا کی گئی اور عصر اور عشاء جلدی، تو انہوں نے کہا کہ میرا بھی گمان ایسا ہی ہے، اس روایت کو خود امام مسلم نے نقل کیا ہے(۲) اس لئے اہل تحقیق علماء کی رائے یہ ہے کہ اس کا مطلب ایک وقت میں دو نمازوں کو ادا کرنا نہیں ہے، بلکہ ظاہری طور پر جمع کرنا مراد ہے، کہ ظہر و مغرب کو آخر وقت میں ادا کیا عصر اور عشاء کو اول وقت میں، تو بظاہر یوں محسوس کیا گیا کہ دونوں نمازوں کو جمع کیا گیا ہے، لیکن حقیقت میں دونوں نمازیں اپنے وقت میں ادا کی گئی ہیں، چنانچہ خود حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ سے نسائی میں ان نمازوں کو جمع کرنے کی یہی کیفیت منقول ہے، حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عباس ﷺ کے الفاظ اس طرح ہیں:

"أخر الظهر و عجل العصر ، اخر المغرب و عجل العشاء" (۳)

" ظہر کو آخر وقت میں اور عصر کو اول وقت میں اور مغرب کو آخر وقت میں اور عشاء کو اول وقت میں آپ ﷺ نے ادا فرمایا"

اس لئے یہ بات درست نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ میں رہتے ہوئے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ایک وقت میں ادا فرمایا۔

---

(۱) معارف السنن :۲/۱۶۶۔

(۲) صحیح مسلم:۲۴۶،حدیث نمبر:۱۶۳۴۔

(۳) سنن نسائی،حدیث نمبر:۵۹۰۔

اگر مہینہ کے زیادہ دنوں سفر میں رہے، تو قصر کا حکم

سوال:- {758} اگر کوئی شخص مہینہ کے زیادہ تر دن سفر میں رہتا ہو، تو اس کے لئے قصر کا کیا حکم ہے؟

(محمد بن احمد جابری، آصف آباد)

جواب:- جتنے دنوں بھی وہ سفر کی حالت میں رہے اسے قصر کرنا چاہئے، رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال کئی ماہ مسافر رہے، (۱) بعض اور غزوات کے موقع سے بھی طویل عرصہ سفر کی حالت میں گذرتا، لیکن آپ ﷺ قصر ہی کرتے رہے۔(۲)

اگر مسافر مقیم کی اقتداء کرے؟

سوال:-{759} چار رکعت والی نماز میں اگر مسافر قعدۂ اخیرہ میں کسی مقیم امام کی اقتداء کرے، تو کیا مسافر کو پوری چار رکعت پڑھنی چاہئے، یا دو رکعت؟

(محمد سیف اللہ، بابانگر)

جواب:- جو کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتا ہے، تو نماز کی نیت کرتے ہوئے یہ بھی ضروری ہے کہ اقتداء کی نیت کرے اور اقتداء کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ قیام، رکوع، سجدہ، تعداد رکعت اور دیگر اعمال نماز میں امام کی پیروی کرے، اس لئے مقیم پر امام کی اقتداء کرنے سے چار رکعت نماز لازم ہوگئی، گو وہ اخیر میں شامل ہوا ہو، چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

---

(۱) " إن مدة إقامتهم في سفرة الفتح حتى رجعوا إلى المدينة أكثر من ثمانين يوما " (فتح الباري شرح البخاري :۸/۲۶، كتاب المغازى ، ط: قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی) محشی۔

(۲) دیکھئے: مشكوة المصابيح ، حدیث نمبر: ۱۳۳۷، ۱۳۳۳، ۱۳۳۷، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴۔

"ان اقتدى مسافر بمقيم اتم أربعا" (۱)

سفر کی حالت میں سنن ونوافل

سوال:- {760} جب سفر کیا جائے تو قصر کیا جاتا ہے، کیا اس میں مغرب کی نماز دو رکعت پڑھی جاسکتی ہے؟ اور سفر کی حالت میں سنن مؤکدہ پڑھنا کیا ضروری ہے؟ اگر فرض کے ساتھ سنت بھی پڑھنی ہے تو قصر کرنے کا کیا فائدہ ہوا؟

(ام فضہ، سعید آباد)

جواب:- سفر کی حالت میں قصر صرف چار رکعت والی نمازوں میں ہے، مغرب کی نماز میں قصر کرنا حدیث سے ثابت نہیں، (۲) اس لئے مغرب کی نماز تین ہی رکعت پڑھی جائے گی، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، (۳) جہاں تک حالت سفر میں سنتوں کے پڑھنے کی بات ہے تو اس سلسلہ میں فقہاء کی رائیں مختلف ہیں، فقہاء حنفیہ میں امام ابوجعفر ہندوانی کا خیال ہے کہ اگر آدمی سفر میں کہیں اترا ہوا اور قیام کیا ہوا ہو، تو سنت کا ادا کر لینا بہتر ہے، اگر اس میں مشقت نہ ہو، اور اگر رواں حالت میں ہو، جیسے ٹرین، جہاز، بس وغیرہ پر سوار ہو، تو بہتر ہے کہ

(۱) فتاویٰ عالمگیری: ۱/۱۴۲، باب صلاة المسافر ۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مغرب کی نماز میں قصر نہیں کرتے تھے، بلکہ سفر و حضر تمام حالتوں میں اس کی تین رکعت ادا کرتے، مسند احمد میں تفصیلی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت : فرضت الصلاة ركعتين ركعتين إلا المغرب فرضت ثلثا : لأنها وتر ، قالت : و كان رسول الله ! إذا سافر صلى الصلاة الأولىٰ إلا المغرب ، فإذا قام زاد مع كل ركعتين ركعتين إلا المغرب : لأنها وتر و الصبح : لأنه يطول فيها القراءة" (مسند أحمد بن حنبل ، حدیث نمبر: ۲۶۸۱۲، نیز دیکھئے: ۲۶۵۷۰، مسند النساء عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها) محشی ۔

(۳) دیکھئے: الفقه الإسلامي و أدلته : ۲/۳۱۶۔ محشی ۔

صرف فرض ادا کرنے پر اکتفا کرے، سنت چھوڑ دے، عام طور پر محقق علماء نے اسی کو ترجیح دیا ہے، چنانچہ علامہ ابراہیم حلبیؒ اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"و هذا هو الاعدل إذا لم تكن مشقة حالة النزول" (۱)

سفر کی حالت میں مشروع اور جائز ہونے کے باوجود قصر کا حکم دینے میں یہ فائدہ ہے کہ فرائض کو چھوڑنا مطلقاً گناہ کا باعث ہے اور نہ ادا کرنے کی صورت میں اس کی قضاء واجب ہے، سنت کا اتفاقاً ترک کرنا اور سفر کی حالت میں نہ پڑھنا باعث گناہ نہیں، نیز اس کی قضاء واجب نہیں، غرض فرض کا حکم زیادہ تاکیدی بھی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی پکڑ بھی متعلق ہے، اس لئے فرض میں بہ مقابلہ سنت کے سہولت و آسانی کی زیادہ ضرورت تھی۔

سفر کی مسافتِ شرعی

سوال:- {761} کتنے کیلومیٹر کا سفر کرنے سے نماز قصر ادا کی جاتی ہے؟ کیا سنت و واجب بھی سفر کے دوران ادا کرنا چاہئے؟ (سید ثانی، پٹن چرو)

جواب:- مسافتِ شرعی اڑتالیس (۴۸) میل شرعی ہوتی ہے، اور اڑتالیس (۴۸) میل شرعی ستاسی (۷۷) کیلومیٹر، سات سو بیاسی (۷۸۲) میٹر، چالیس (۴۰) سینٹی میٹر کے برابر ہوتا ہے، گویا اٹھاسی (۷۷) کیلومیٹر کے قریب۔ (۲)

واجبات کو سفر میں بھی ادا کرنا چاہئے، اگر سفر میں چلتی ہوئی حالت ہو، جیسے: آپ ٹرین یا بس میں سفر کر رہے ہوں، اور اسی حالت میں نماز ادا کریں، یا کچھ دیر کے لئے گاڑی رکی اور آپ

(۱) کبیری: ص:۵۴۵۔ مرتب۔
(۲) دیکھئے: جدید فقہی مسائل: ۱/۱۴۲۔

وہاں نماز ادا کریں، تو بہتر ہے کہ فرائض وواجبات پر اکتفا کیا جائے، سنت چھوڑ دی جائے، اور اگر درمیانِ سفر آپ کہیں اتریں، اور چند دنوں وہاں قیام کریں، تو پھر سنتوں کو بھی ادا کرنا بہتر ہے، اہلِ تحقیق علماء کی رائے کے مطابق یہی قول راجح ہے۔(۱)

ٹرین میں بیٹھ کر نماز

سوال:- {762} ٹرین میں کھڑے ہوکر ہی نماز پڑھنی ضروری ہے، یا بیٹھ کر بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے؟

(سید عظمت علی، محبوب نگر)

جواب:- ٹرین اگر کسی جگہ رکی ہوئی ہو تب بھی اس پر نماز پڑھنا درست ہے، اور ایسی صورت میں اس پر کھڑے ہوکر ہی نماز پڑھنا واجب ہوگا، کیونکہ یہ زمین کے حکم میں ہے، چلتی ہوئی ٹرین میں بیٹھ کر بھی نماز ادا کرنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ فقہاء نے کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے: ’’وصلی الفرض في فلك جاز قاعدا بلا عذر صح‘‘(۲)—— لیکن بہتر ہے کہ کھڑے ہوکر پڑھنے پر قادر ہو تو کھڑے ہوکر ہی پڑھے کہ صاحبین کا مسلک یہی ہے اور بعض فقہاء نے اسی کو ترجیح دیا ہے۔(۳)

محض نیت سے مسافر نہیں ہوتا

سوال:- {763} اگر کوئی شخص کہیں پندرہ روز یا اس سے زیادہ عرصہ سے مقیم رہ کر امامت کرتا ہے اور وہ پندرہ دن پہلے اپنے وطن جانے کی نیت کرتا ہے تو کیا وہ اپنی نماز میں

---

(۱) الفتاوی الهندية:۱/۱۳۹۔ محشی۔

(۲) الدر المختار :۲/۵۷۲۔

(۳) دیکھئے: رد المحتار علی الدر :۲/۵۷۲۔

قصر کرے گا یا پوری پڑھیگا؟ (بلال احمد قاسمی، سمستی پور)

جواب:- مسافر کے لیے شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ وہ چار رکعت والی نمازوں میں قصر کرے، (۱) بشرطیکہ وہ جہاں جارہا ہو وہ اس کے وطن سے ۴۸/میل (۷۷/کیلومیٹر) کے فاصلہ پر ہو اور مسافر شہر کی حدود سے باہر نکل جائے، محض سفر کی نیت کر لینے سے کوئی شخص نہ مسافر ہوتا ہے اور نہ اس کے لیے قصر جائز ہوتا ہے، حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ جب مسافت شرعی کے لحاظ سے سفر کے لیے چل پڑے تو نمازوں میں قصر فرماتے:

"كان رسول الله ﷺ إذا خرج مسيرة ثلاثة أميال أو ثلاثة فراسخ – شعبة شك – يصلي ركعتين" (۲)

اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ نمازوں میں قصر اس کے لیے درست ہے جو سفر کی نیت کے ساتھ شہر اور اطراف شہر سے باہر نکل جائے۔

"وفي حكم المسافر من فارق بيوت موضع هو فيه ، من مصر او قريته، ناويا الذهاب الى موضع بينه وبين ذلك الموضع المسافة المذكورة ، صار مسافرا ، فلا يصير مسافرا قبل ان يفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذى خرج منه " (۳)

لہٰذا آپ کی ذکر کردہ صورت میں قصر درست نہیں، بلکہ نمازوں کو مکمل ادا کرنا ہوگا۔

سنت میں قصر

سوال:- {764} سفر کے درمیان جو سنت نمازیں پڑھی

(۱) النساء: ۱۰۱۔
(۲) سنن أبي داؤد، حدیث: ۱۲۰۱، باب متی یقصر المسافر۔ مرتب۔
(۳) کبیری: ص: ۴۹۹۔

جاتی ہیں، کیا امام ابوحنیفہؒ یا امام شافعیؒ کے نزدیک ان سنتوں میں بھی قصر کی جائے گی؟　　(مسکین، بذریعہ ای میل)

جواب:- سفر کی حالت میں اگر دشواری نہ ہو اور چلتی ہوئی حالت نہ ہو، تو سنتوں کا پڑھ لینا بہتر ہے، لیکن سنتوں میں کوئی قصر نہیں، جب پڑھے تو پوری پڑھے:

" و لا قصر في السنن و المختار أنه لا يأتي بها في حال الخوف ، و يأتي بها في حال القرار و الأمن " (۱)

(۱) الفتاوی الهندية:۱/۱۳۹۔